ہم ساز میرے

از حوریہ ملک

"کھانے کا ارادہ ہے کیا؟"

اسکے مسلسل دیکھنے پر حمیر نے چوٹ کرتے ہوئے کہا۔

"اتنی بدذائقہ چیزیں میں نہیں کھاتی۔"

ناک چڑا کے کہتی وہ رخ بدل گئی اور وقت گزاری کی خاطر اپنے بال کھولتی ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

حمیر نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"یہ اسکو آج کیا ہوا ہے؟ کہیں جاتے ہوئے بھی اس گھونسلے کو سنوارنے کا تکلف نہیں کرتی اور آج رات کو چڑیل بن کے کھڑی ہو گئی ہے۔" وہ اسکی پشت کو دیکھ کے بڑبڑاتا ہوا اٹھا۔

''ایری غیری نہیں تھی وہ، بیوی ہے وہ میری۔ مجھے اس پہ غصہ، اس سے چڑ بے شک ہو، میں اس سے ایک محدود عرصے تک رشتہ بھی ختم کرنا چاہتا ہوں مگر وہ ابھی میری عزت ہے اور تم لوگ اسے میرے سامنے ذلیل کر رہے تھے۔'' وہ بولا نہیں دھاڑا تھا۔

For more visit (exponovels.com)

وسیع و عریض رقبے پہ پھیلی پوری شان کے ساتھ کھڑی محل نما "مرزا بیگم "حویلی، مارچ کی اس خوبصورت صبح میں بہت سی آوازوں کے ساتھ گونجتی زندگی کی رعنائیاں ظاہر کر رہی تھی۔ صبح کا وقت ہونے کے باعث کچن میں افراتفری عروج پہ تھی جبکہ بڑے سے ہال میں اپنے تخت پہ بیٹھیں "مرزا بیگم "جنہیں ان کے بچے "امی بیگم " جبکہ ان کے پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں انہیں "دادو بیگم یا نانو بیگم "کہتے تھے، اس وقت قرآن پاک کی تلاوت کرتی ہوئی اپنے گھرانے کی خوشحالی کے لیے دعا گو تھیں۔

"بہو بیگم! آپکا صاحبزادہ اٹھایا ابھی ہمارا کلیجہ جلانے کو بستر سے ہی چمٹا ہوا ہے؟" انہوں نے اپنی مخصوص پر وقار آواز میں اپنی بڑی بہو ریشا بیگم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تو وہ جلدی سے ان کی طرف لپکیں۔

"امی بیگم! میں نے بھیجا تھا نسرین کو، آرہا ہو گا۔" ایک چور نگاہ انہوں نے گولائی میں بنی سیڑھیوں پہ ڈالتے ہوئے کہا۔

"بہو بیگم! کیوں بے چاری نسرین کے ساتھ اس قدر ظلم کرتی ہو، جب پتہ بھی ہے کہ محترم نے آپ کی بات ماننے کے علاوہ بستر کی جان نہیں چھوڑنی۔" اکلوتے پوتے کی عادتوں سے نالاں وہ بہت آرام سے بہو کو سنا رہی تھیں جو ہمیشہ کی طرح ان کی روز کی بحث سن رہی تھیں کیونکہ وہ جانتی تھیں پوتے کو دیکھ کہ وہ سب کچھ بھولنے لگ جاتی تھیں۔

"اماں بیگم! آپ پریشان نہ ہوں، میں جگا کر لاتی ہوں اسے۔" وہ انہیں تسلی دیتی ہوئیں روز کی طرح اپنے دنیا جہاں کے نرالے بیٹے کے کمرے کی جانب بڑھ گئیں، جس نے سب کے بے انتہا اعتراض کے باوجود اوپر والے فلور کا سب سے آخری کمرہ اپنے لیے سیٹ کروایا تھا۔ وہ طویل راہداری سے گزرتی ہوئیں، بائیں جانب بنے کمرے کی دروازے کی طرف بڑھیں اور بہت احتیاط سے دروازہ کھولا مگر اندر کا منظر ہمیشہ کی طرح انکا بلڈ پریشر ہائی کر گیا۔ وہ اندر سے دہل رہی تھیں کہ ان کے ویل ڈسپلنڈ خاندان میں اتنا پھوہڑ اور گند مچانے والا فرد آج تک نہیں پیدا ہوا مگر ان کا بیٹا نا جانے کس پہ چلا گیا تھا؟ فلور سے بکھرے کشنز اور سی ڈیز کے کورز اٹھاتے ہوئے وہ کلستی ہوئی سوچ رہی تھیں۔

"حمیر! میں آخری بار آپ کو وارن کر رہی ہوں، اگر آپ اب بھی نا اٹھے تو آئندہ مجھ سے ہمکلام ہونے کی کوشش بھی مت کیجیے گا۔" اسکے کمرے کی حالت تھوڑی قابلِ قبول بناتے ہوئے وہ مسلسل اسے بھی جگانے کی کوشش کر

For more visit (exponovels.com)

رہی تھیں جو شاید نہیں یقیناً ڈھیٹوں کا سردار تھا مگر پھر ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تو وہ سنجیدگی سے تنبیہ کرتی ہوئی بولیں، حسبِ توقع وہ انگڑائی لیتا سیدھا ہوا۔

"ماما ڈارلنگ! یوں بلیک میل کرتی ہوئی آپ مجھے ذرا اچھی نہیں لگتیں۔" زوردار جمائی روکتے ہوئے وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کے بیٹھتا ہوا بولا تو انہوں نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"آپکو اندازہ ہے کہ کیا ٹائم ہو چکا ہے؟" انہوں نے اسکا دھیان گھڑی کی طرف کروایا کیونکہ یہ اس حویلی کا قانون تھا کہ ناشتہ سب ایک ساتھ اور ایک وقت پہ ہی کیا کرتے تھے مگر ہمیشہ کی طرح وہ گدھے کے سر سے سینگ کی طرح مقررہ وقت پہ غائب ہوتا تھا۔

"ناٹ فیئر ماں! آپ نے صرف ٹائم پوچھنے کے لیے میری چوبیس گرلز فرینڈز والی خوبصورت نیند خراب کی ہے۔" شرارتی لہجے میں کہتے اس نے ریشا بیگم کا دل جلاتے ہوئے واشروم کی طرف دوڑ لگادی جبکہ وہ بڑبڑاتی ہوئیں بیڈ کی بکھری حالت ٹھیک کرنے لگیں۔

"حمیر! میں نے آپکے کپڑے نکال دیے ہیں لہٰذا وارڈروب کا ستیاناس مارنے کے بجائے جلدی سے نیچے تشریف لے آنا۔" اسکے کپڑے نکال کے بیڈ پر رکھتیں وہ بلند آواز میں اسے بتاتی نیچے کی جانب چل دیں۔

"گڈ مارننگ ٹو ایوری ون۔" وہ سب ناشتہ تقریباً ختم کر چکے تھے جب وہ فارمل ڈریس میں ملبوس خوشبوؤں میں مہکتا ہوا ڈائننگ ہال میں داخل ہوتے بلند آواز میں بولا، سب نے میکانکی انداز میں مرزا بیگم کو دیکھا جنہیں سلام کرنے کے بجائے یہ انگلش انداز سخت ناپسند تھا۔

"حمیر مرزا! آپ شاید ہمارے قوانین بھولتے جا رہے ہیں۔" انہوں نے بنا سر اٹھائے اپنی رعب دار آواز میں کہا تو اس نے لاڈ سے ان کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

"اوہو گارجیئس لیڈی! کچھ بھی نہیں بھولا میں، آج بس یہ تھوڑی دیر۔" وہ اپنی مضبوط کلائی میں پہنی گھڑی ان کے سامنے کرتا ہوا بولا، اسکا لہجہ ہلکا سا لڑکھڑایا تو مرزا بیگم نے جتاتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

For more visit (exponovels.com)

"بس یہ پونا گھنٹہ ہی لیٹ ہوا ہوں، آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔" روز کے بہلاوے کے ساتھ ان کا ماتھا چوم کر اس نے اپنا داؤ چلاتے ہوئے اپنی کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے ناشتہ کی طرف توجہ مبذول کی۔

"اپنی عادتیں بدلیے حمیر! کل کو آپکی شادی کرنی ہے تو وہ نئی آنے والی کیا سوچے گی۔" انہوں نے چائے کے سپ لیتے ہوئے کہا۔ کالج جانے والے اب اپنے بیگز اٹھاتے ہوئے اس روز کے لیکچر کو دلچسپی سے تک رہے تھے، مائیں بے نیازی سے اپنے کام کر رہی تھیں جبکہ ناشتہ کر کے گھر کے بڑے آفس جا چکے تھے اور وہ ہمیشہ کی طرح اپنی کلاس لگوانے کے ساتھ ناشتے کرنے میں مشغول ہو گیا تھا گویا ناشتہ اور ڈانٹ دونوں ایک ساتھ اس کیلیے نہایت ضروری ہیں۔

"ڈونٹ ٹیل می دادو بیگم! ایسے طعنے اور کونسے لڑکیوں کو دیے جاتے ہیں، جو آپ مجھے دے رہی ہیں۔" اس نے حیرانگی سے کہا تو لڑکیوں کی دبی دبی ہنسی چھوٹنے لگی جبکہ ریشا بیگم نے اپنا ماتھا پیٹا۔

"آپکو اپنا وعدہ یاد ہے؟ دو مہینے تک آپ چھبیس سال کے ہونے والے ہیں۔" وہ اسکی بات نظر انداز کر کے اسے یاد دہانی کرواتے ہوئے بولیں، اسکا منہ یوں بن گیا گویا کڑوا بادام چبالیا ہو گا۔

"دادو بیگم! میں اتنی جلدی آپ کی خواہش نہیں پوری کر سکتا، مجھے ابھی زندگی انجوائے کرنی ہے۔" وہ انکی خواہش کے لیے لفظ فضول بمشکل منہ میں روکتے ہوئے ناگواری سے بولا۔

"میں آپ کو یاد دلا دوں کہ میری یہ خواہش آپکو پوری کرنی پڑے گی کیونکہ آپ کو دیے گئے وقت کی معیاد پوری ہو چکی ہے۔" وہ دونوں ناشتہ چھوڑے بحث چھیڑ چکے تھے۔

"آپ کسی اور سے کروا لیجئے اپنی خواہش پوری۔" وہ سر جھٹک کر بولتا ہوا انہیں سخت غصہ دلا گیا۔

"مجھے اپنا پڑپوتا چاہیے حمیر مرزا! جو میرے اپنے پوتے سے ہو گا اور اسے خوش قسمتی کہیے میری یا اپنی، آپ ہمارے اکلوتے پوتے ہیں۔" وہ اسکی گہری آنکھوں میں اپنی آنکھیں ڈالتی ہوئی بولیں۔ اسکی خوبصورت پیشانی پہ بل پڑنے لگے۔

"اکلوتا ہوں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ آپ میری آزادی سلب کر دیں کیونکہ اس اکلوتے پن کا میں قصوروار نہیں ہوں۔" اسکا لہجہ تلخی سے بھرنے لگا تو وہاں موجود تینوں خواتین کے چہروں پہ فکرمندی کے آثار نظر آنے لگے۔

For more visit (exponovels.com)

"حمیر!" ریشابیگم کی تنبیہہ پر اس نے گہرا سانس بھرتے ہوئے ان سب کے چہروں پہ ایک طائرانہ نگاہ ڈالی۔

"آئم سوری دادو بیگم! میرا مطلب آپ کی دل آزاری نہیں تھی مگر میں۔" اس نے معذرت کرتے ہوئے انہیں اپنا نقطۂ نظر سمجھانے کی کوشش کی۔

"مجھے آپ کی کوئی بات نہیں سننی، اگر آپ اپنا وعدہ پورا کرنے کے اہل نہیں ہیں تو بتادیجئے گا۔ ہم اپنا ارادہ جلد از جلد پورا کر دیں گے۔" انہوں نے اسکی بات سرد مہری سے کاٹتے ہوئے کہا تو اسکے چہرے پہ ناگواری پھیلنے لگی۔

اپنی بات کہہ کر وہ چھڑی پکڑتے ہوئے وہاں سے چل دیں جبکہ وہ آنکھوں میں شدید بیزاری و اکتاہٹ لیے صبر کے گھونٹ بھرتا ہوا کچھ سوچنے لگا۔

زینب بیگم اور قادر مرزا کی شادی اپنے والدین کی پسند سے ہوئی، دونوں کا ہی تعلق اچھے خاصے کھاتے پیتے گھرانوں سے تھا۔ زینب بیگم جب بیاہ کر مرزا فیملی میں آئیں تو اپنی خوش اخلاقی و خوش مزاجی نے اس خاندان میں خوشیوں کے رنگ بکھیر دیے اور پھر ان خوشیوں بھرے رنگوں کو ابھارنے کیلیے اللہ تعالیٰ نے انہیں "سعود مرزا اور اسد مرزا" جیسے ننھے پھولوں کے ساتھ ساتھ "منزہ مرزا" جیسی پھول سی بیٹی عطا کی، وقت گزرتا چلا گیا، بچے جوان جبکہ بڑے بوڑھے ہونے لگے تو والدین نے اپنی پسند سے سعود مرزا کی شادی قادر مرزا کی بھتیجی ریشابیگم سے کر دی جو مزاج میں ہو بہو اپنی ساس جیسی ملاحت اور وقار رکھتی تھیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے صرف ایک بیٹے "حمیر مرزا" سے نوازا جبکہ اسد مرزا کی شادی قادر مرزا کے دوست کی بیٹی عائلہ بیگم سے ہوئی جو اپنی ہنس مکھ طبیعت کے باعث سب کا دل موہ لیتی تھیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے عانیہ، غانیہ اور وانیہ جیسے پھولوں سے نوازا تھا۔

مرزا صاحب اور مرزا بیگم کی دلی آرزو تھی کہ اللہ انہیں مزید پوتے عطا فرمائے مگر ان کی یہ دلی خواہش قبول نہ ہو سکی اور قادر مرزا خالق حقیقی سے جا ملے۔ ان کے جانے کا صدمہ اگرچہ بہت بھاری تھا مگر وقت سب سے بڑا مرہم ہے سو زخم بھرنے لگے اور مرزا بیگم اپنی شاندار حویلی میں اپنے پھولوں کو سمیٹے رہنے لگیں۔ روپے پیسے کی کمی نہیں تھی۔ آبائی زمینوں کی دیکھ بھال کے علاوہ دونوں بھائی مل کے اپنا بزنس کرتے تھے۔

منزہ مرزا کی شادی زینب بیگم کے بھانجے فاروق علی سے ہوئی تھی جو ان کی حویلی کے سامنے بنی آفاق منزل میں اپنے تین بچوں حنظلہ آفاق، ماہم آفاق اور نگارش آفاق کے ساتھ رہائش پذیر تھیں، چونکہ مرزا بیگم کو پوتے کا

For more visit (exponovels.com)

انتہائی شوق رہا تھا جو صرف اور صرف حمیر مرزا ہی پورا کر سکا یوں وہ سب کی امیدوں، لاڈ اور محبتوں کا تنہا وارث مرزا بیگم حویلی میں کسی شہزادے کی طرح راج کرنے لگا۔ وقت گزر تا رہا جب مرزا بیگم کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، ان کے بے جا لاڈ پیار سے حمیر مرزا بگڑنے لگا، میٹرک میں آنے تک گرل فرینڈز جیسے شوق پال کے اس نے ان سب کی آنکھیں کھول دیں، تب انہوں نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے حمیر کی ایک مخصوص پاکٹ منی مقرر کرتے ہوئے اس پہ چیک اینڈ بیلنس رکھنا شروع کر دیا۔ وہ جو من موجی زندگی کا عادی ہو گیا تھا ایسی روٹین سے اسکا مزاج بگڑنے لگا مگر مرزا بیگم اس بار اپنی بات پہ ڈٹی رہیں۔ ان سب اقدامات کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہو سکا کیونکہ اسکے شوق تا حال وہی تھے، جب اس نے اپنا ایم بی اے مکمل کیا تو مرزا بیگم کا نیا حکم بلکہ خواہش اس پہ بجلی بن کر گری۔ بقول ان کے ان کی زندگی کا بھروسہ نہیں اور انہیں اپنے پوتے کا وارث چاہیے۔ وہ ان کی خواہش کو اتنی اہمیت نا دیتا اگر وہ اتنی کڑی شرائط نہ رکھتیں، مرزا بیگم کا کہنا تھا کہ جب تک انہیں ان کا وارث نہیں مل جاتا حمیر کی تمام پراپرٹی اس کے نام نہیں کی جائے گی ماسوائے اسکے مخصوص خرچ کے، وہ جو ہمیشہ من موجی زندگی گزارنے کا عادی رہا تھا ان پابندیوں نے اسے مزید ہٹ دھرم، ضدی اور خود سر کر دیا تھا۔ ریشا بیگم اور زینب بیگم سے بے پناہ محبت اسے کوئی سخت ایکشن لینے سے روک دیتی تھی کیونکہ یہ بات وہ بھی جانتا تھا کہ اس ساری فیملی کی جان اس میں بستی تھی تب اس نے کچھ سوچتے ہوئے مرزا بیگم سے کچھ وقت کی مہلت مانگی اور اس مہلت میں اپنی عیاشیوں کو ایک مہذب لیبل دینے کے لیے وہ وقتاً فوقتاً آفس جانے لگا۔ یہ مہلت اس نے مانگی ہی اس لیے تھی کہ شاید اس عرصے میں مرزا بیگم کے دماغ سے پڑپوتے کا فتور نکل جائے یا اس کا ہی دل پھر جائے مگر دونوں چیزیں ممکن نہ ہو سکیں اور ہمیشہ کی طرح ایک لایعنی بحث ان کے بیچ موضوعِ گفتگو بن گئی۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس بحث میں جیت کس کی ہونی تھی؟

مرزا بیگ کی خواہش کی؟؟ یا پھر حمیر مرزا کی آزادی کی؟؟

لکڑی کا دروازہ چرر کی آواز کے ساتھ کھولتے ہوئے جونہی اس نے قدم گھر کے اندر رکھا، اماں کی چپل کسی میزائل کی طرح اڑتی ہوئی اسے سلامی دے گئی۔

"اماں!!! یہ کیا طریقہ ہے؟" وہ بازو سہلاتی ہوئی چیخی۔

For more visit (exponovels.com)

"بی بی! ہمارے طریقے چھوڑ دو، تم یہ بتاؤ ہمیں چین سے رہنے دو گی یا یونہی لڑکوں سے لڑ بھڑ کے شکایتوں کے ڈھیر ساتھ لاؤ گی؟" اماں جواباً اس سے زیادہ بیزاری سے بولیں۔ اس نے کڑی نظروں سے دانت نکوستے ہوئے اسکی لائیو بے عزتی کے مزے لیتے ہوئے بھائیوں کو گھورا۔

"میرا دماغ نہیں خراب جو کسی سے بلاوجہ جھگڑ کے آؤں، غلط کریں گے تو مار بھی کھائیں گے۔" وہ گردن اکڑا کر بولتی بلامبالغہ اماں کو زہر سے بھی زیادہ بری لگی۔

"ساری دنیا غلط ہے بس ایک تجھے چھوڑ کے، بتا مجھے، کیوں مارا تو نے فیقے کے بیٹے کو؟" اماں کی بات سن کے اس نے غائبانہ فیقے کے بیٹے کو اتنی کونک سروس پہ داد دی۔

"کم بخت آنکھ مار رہا تھا مجھے، اس لیے سُجادی میں نے آنکھ۔" وہ جو بڑے فخر سے اپنا کارنامہ سنائے جارہی تھی۔ اپنی کمر پہ اماں کے دو دھموکے کھانے سے صحیح معنوں میں تڑپ کر رہ گئی۔

"تو جھانسی کی رانی ہے جو تجھے سب کی سیکائی کرنی ہوتی ہے۔ میری بچی یوں مردوں سے اتنی اتنی باتوں پہ نہیں بھڑا کرتے، ان کا تو یہی کام ہے، تُو بس اپنے کام سے کام رکھا کر۔" اماں اسے غصے سے لتاڑتے ہوئے سمجھانے لگیں، جانتی تھیں اتھری گھوڑی جیسی تھی وہ، لاڈ پیار سے ہی اسے سمجھایا جاسکتا تھا۔

"ایویں ان کا کام ہے یہ، میں تھوبڑے سُجا کے رکھ دوں گی جس نے خوش بخت کے ہوتے ہوئے یہ بد معاشیاں کیں۔" چپل اور دھموکوں کے درد کو بھلائے وہ گردن اکڑا کے بولی، اماں مزید سیخ پا ہو گئیں۔

"ہاں تُو تو جیسے منسٹر لگی ہے نا جو تیرے ہوتے کچھ نہیں ہو سکتا۔ میں بتا رہی ہوں خوشی! آج کے بعد تیری شکایت آئی تو پھر دیکھنا۔" روز کی طرح اماں کی دھمکی کچن میں جاتے ہوئے موصول ہوئی جو روز کی طرح اس نے ناک سے مکھی کی طرح اڑا دی اور بیٹھی کچھ کھانے کا انتظار کرنے لگی کیونکہ جانتی تھی اماں اس کے لیے کچھ کھانے کے لیے ہی لانے گئی تھیں۔

"ویسے آپا! تیری مار میں اب وہ دم نہیں رہا۔" اسکے سامنے چارپائی پہ بیٹھے بھائیوں میں سے منجھلا بھائی رازدارانہ انداز میں بولا تو اس نے آنکھیں سکیڑ کے اسے گویا آگے بولنے کا اشارہ دیا۔

"دیکھ نا آج چاچا فیقے کا وہ بیٹا مار کھانے کے بعد تیرے سے پہلے گھر تک آگیا۔" بھائی کی بات سن کے اس نے سوچ لیا تھا، اب کل کیسے اس نے اس فیقے کے بزدل بیٹے کا قیمہ بنانا تھا۔

For more visit (exponovels.com)

"توچپ کر زیادہ ٹر ٹر مت کر اور تو مجھے یہ بتا کہ غنڈہ گردی کرنے کے بعد کدھر مٹر گشت کرتی رہی تھی؟" روٹی سالن اسکے سامنے پٹختے ہوئے اماں نے بیک وقت دونوں کو مخاطب کیا۔

"میں نوکری ڈھونڈنے گئی تھی۔" وہ کمال اطمینان سے نوالہ منہ میں رکھتی ہوئی بولی۔

"یہ نیا خناس کس نے بھر دیا تیرے اس بھوسے سے بھرے دماغ میں؟ بی بی گھر بیٹھو، ہمیں نہیں کروانی کوئی نوکری اور نہ بھگتنی ہیں تیری پنچائتیں۔" وہ ہاتھ جوڑنے والے انداز میں بولیں کیونکہ وہ جانتی تھیں انکی بیٹی نوکری نہیں کر سکتی تھی بلکہ الٹا کوئی سر درد لے کے گھر واپس آئے گی۔

"نوکری تو میں ضرور کروں گی۔ میرا دل کر رہا ہے اور ابا نے بھی اجازت دے دی ہے۔ ٹینشن نہ لے اماں، دل نہ لگا تو چھوڑ دوں گی نوکری۔" وہ تسلی دیتی ہوئی بولی۔

"ہاں تیرے ماے کے پتر بیٹھے ہیں نا جو تجھ چودہ پاس کو پہلے نوکری دے دیں گے اور پھر تیری مرضی پہ رکھیں گے اگر دل ہوا تو کام کرنا ورنہ آرام سے گھر بیٹھنا۔" اماں اسکی بات پہ جل کے بولیں۔

"توجو مرضی بول لے اماں پر میں ایک بار تو نوکری ضرور کروں گی۔" اس نے بنا اثر لیے اپنی بات دہرائی۔

"اگر نوکری والے خواب سے جاگ جاؤ تو تشریف کا ٹوکرا اٹھا کہ برتن دھو دینا۔" اماں نے اس سے بحث کو فضول جانا، جانتی تھیں کہ دماغ میں جو کیڑا ابھر چکا تھا وہ جب تک خود نہ نکلے وہ اسے نکلنے نہیں دے گی، اس لیے اسے بولتی ہوئی اٹھیں۔

"میرا دل ہے کہ کہیں برتن دھونے والی ہی نوکری کر لوں۔" وہ اماں کو سنانے کے لیے جل کر بولی لیکن اماں بھی اسی کی تھیں، مجال ہے جو اثر لیا ہو۔ وہ اب بڑبڑاتی ہوئی وہیں اپنا پرانا سا بیگ اور کالی چادر پٹختی ہوئی کچن کی طرف چل دی۔ ڈرامے کے دی اینڈ سے بدمزہ ہوتے اسکے بھائی باہر بھاگ گئے۔

یہ چھوٹا سا مگر خوشحال گھرانا قدسیہ بیگم اور واجد صاحب کا تھا جو لاہور کے ایک نواحی گاؤں میں نسبتاً کچے راستے پہ بنے اپنے چھوٹے سے گھر میں رہتے تھے، گھر اچھے وقتوں کا بنا ہوا تھا۔ جو دو کمروں، ایک بیٹھک اور سٹور کے ساتھ ایک تکونے سے کچن اور باتھ روم پہ مشتمل تھا۔

For more visit (exponovels.com)

ان کے گھرانے میں خوشیوں کے رنگ بکھیرنے کے لیے خوش بخت، شہیر، عمیر اور عذیر جب ان کی زندگی میں آئے تو ان کی زندگی مکمل اور خوبصورت ہوگئی۔ گھر میں اگرچہ خوشحالی یا پیسے کی فراوانی نہیں تھی مگر اپنے مخصوص بجٹ کے اندر واجد صاحب اور قدسیہ بیگم نے کریانہ سٹور اور کپڑے سلائی کر کے بچوں کی پرورش صبر و شکر کے پیمانے پہ کرنے کی کوشش کی تھی جس میں بہت حد تک وہ سرخرو ٹھہرے تھے، مگر اب خوشی کے بڑھتے ہوئے جھگڑوں کے باعث قدسیہ بیگم اسکی شادی کر دینا چاہتی تھیں۔ اس میں بھی انہیں ناکامی پیش آئی۔ ان کی بیٹی کو کوئی پسند نہ آتا تھا، کوئی اسے دیکھ کے لوفروں کی طرح مسکرائے یا ہاتھ ملانے کی کوشش کرے اس لیے اس نے ایسے آئے ہوئے بہت سے رشتوں کی واپسی مار کٹائی کے ساتھ کی تھی اور اب اسکی نئی ضد نے انہیں مزید پریشان کر دیا تھا جبکہ وہ سب پریشانیوں سے بے نیاز اپنی نوکری تلاشنے کے منصوبے بناتی سونے کی تیاری کر رہی تھی۔

"کیا بات ہے؟ یہ چوکھٹا کیوں سجایا ہوا ہے؟" پرتعیش آفس میں داخل ہوتے ہی اس نے ماتھے پہ بل ڈالے پاؤں موڑ کر بیٹھے حمیر مرزا سے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" وہ منہ بناتا چپ کر گیا تو وہ بھی آنکھیں ادھر ادھر گھماتے ہوئے آفس کا جائزہ لینے لگا۔

"بندہ مروتاً ہی اصرار کر کے پوچھ لیتا ہے۔" وہ دانت پیستا ہوا بولا تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"تو تمہیں کیا پڑی تھی ایسے نخرے دکھانے کی، سیدھی طرح بکو کہ کیا مسئلہ ہے؟" وہ بھی بنا لحاظ کے بولا تو وہ صبر کے گھونٹ بھرتا چپ کر گیا کہ واقعی اسے بتائے بغیر چارہ نہیں تھا۔

"تو جانتا ہے نا کہ دادو بیگم کی اس فضول سی خواہش کو پورا کرنے میں دو ماہ کا عرصہ رہ گیا ہے اور آج پھر سے ان کے ساتھ بہت بری بحث ہوئی ہے۔" وہ سگریٹ سلگاتا ہوا سخت کبیدہ خاطر دکھائی دے رہا تھا۔

"یار مجھے تمہاری ضد کی سمجھ نہیں آ رہی، تمہیں کیا مسئلہ ہے۔ کر لو شادی اور پوری کر دو ان کی خواہش۔" وہ اسکی بے جا ضد پہ چڑتے ہوئے بولا تو اس نے اسے گھورا۔

For more visit (exponovels.com)

"مجھے کوئی شوق نہیں ہے یوں ابھی سے بیوی بچوں کا جھنجھٹ پال کے اس آزادی کا خاتمہ کرنے کا۔" وہ جھنجھلاتا ہوا بولا۔

"ابھی بھی تو ہزاروں گرل فرینڈز کے جھنجھٹ میں رہتا ہے۔" وہ اسکے سائلنٹ موڈ پر لگے موبائل کی بلنک کرتی سکرین کو اچک کے دیکھتے ہوئے طنزیہ بولا۔

"گرل فرینڈ اور بیوی میں فرق ہوتا ہے اور یار تو ان دونوں کو چھوڑ، میں کیسے دادو کو وارث دوں، بنا بیوی کے جھنجھٹ کے۔" وہ ایک ہاتھ بالوں میں پھیرتا ہوا الجھے ہوئے لہجے میں بولا۔

"میرے پاس ایسا کوئی جادو نہیں ہے جس کے زریعے، میں محترم حمیر کے اس مسئلے کا حل نکالوں۔ جس میں انہیں بچہ بھی چاہیے وہ بھی بنا بیوی کے، جیسے کوئی تجھے ہنسی خوشی اپنا بچہ تیری روتی صورت دیکھ کر دیتی، چلتی بنے گی۔" وہ جلتے ہوئے بولا تو اسکی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"ایگزیکٹلی، مجھے ایسے ہی بچہ چاہیے جس میں میرا اس لڑکی سے بعد میں کوئی واسطہ نہ رہے کیونکہ دادو بیگم کو غرض صرف وارث سے ہے۔" وہ پرجوش لہجے میں بولتا اسے چونکا گیا۔

"کیا مطلب، بچہ ایڈاپٹ کرنا چاہتا ہے کیا؟" وہ ناسمجھی سے اسکا خوبرو چہرہ دیکھتا ہوا بولا۔

"او نہوں، یہ کرنا آسان ہوتا تو پانچ سال پہلے یہ سب کر لیتا، مجھے اپنا ہی خون چاہیے مگر۔" وہ ابھی بول ہی رہا تھا جب سامنے بیٹھے ہارون نے افسوس سے اسکی بات کاٹی۔

"تو کیا اب تو "ون نائٹ سٹینڈ" جیسا کریہہ عمل کرے گا۔" وہ متاسف سا بولا کیونکہ گرل فرینڈز کے ہوتے ہوئے بھی یہ لائن اس نے کبھی کراس نہیں کی تھی تو آج اسکی بات پہ اسے صحیح معنوں میں افسوس ہوا۔

"بکواس بند کر، ایسا میں نے کب کہا؟" وہ سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ غرایا تو اس نے سکون کا سانس لیتے ہوئے استفہامیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"کانٹریکٹ میرج، مجھے ایسی لڑکی چاہیے جو مجھ سے کانٹریکٹ کرے اور مجھے میرا بچہ دینے کے بعد یوں میری زندگی سے نکل جائے جیسے کبھی واسطہ ہی نہ پڑا ہو۔" اس نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"لڑکی کہاں سے چاہیے، کسی گرل فرینڈ سے کر لو بات۔" وہ آنکھیں سکیڑتا ہوا بولا۔

For more visit (exponovels.com)

"تجھے لگتا ہے کہ میرے سرکل میں ایسی لڑکی ہو سکتی ہے جو ایک بچے کے لیے اپنا فگر خراب کرے اور پھر سب سے بڑی بات کہ وہ میرے راستے میں نہ آئے۔ مجھے کوئی مڈل کلاس لڑکی چاہیے جو پیسوں کے عوض میری خواہش پوری کر کے زندگی بھر کے لیے مجھ سے راستے جدا کر لے۔یوں دادو بیگم کی خواہش بھی پوری ہو جائے گی اور میری آزادی بھی برقرار رہے گی۔" وہ کس ڈھٹائی سے غربت اور نسوانیت کا مذاق اڑا رہا تھا۔

"اور دادو بیگم!" اس نے ایک اہم نقطے کی طرف توجہ دلوائی۔

"انہیں وارث سے غرض ہونی چاہیے۔" وہ جیسے اپنے اس منصوبے سے بہت پر سکون تھا۔اس لیے اب وہ بنا ٹینشن کے اسکے مقابل بیٹھتا ہوا آگے کا لائحہ عمل بنانے لگا۔

سفید شلوار اور براؤن رنگ کی قمیض پہ کالی چادر اوڑھے وہ حسبِ معمول ناشتے کے ساتھ اماں کے کوسنے سنتی ہوئی گھر سے نکلی تھی۔لاپرواہی اسکے چہرے سے ہویدا تھی۔ایک ہاتھ میں فائل جبکہ دوسرے بازو پہ لمبے سٹریپ والا پرانا سا بیگ لٹکائے وہ مگن سی چلتی ہوئی جا رہی تھی۔جب خیالوں میں گم وہ پکے راستے پہ قدم رکھتی سامنے سے آتی گاڑی کو نہ دیکھ سکی اور اس سے ٹکرانے کے باعث دور جا گری۔

"اوہ گاڈ!" آفس پہنچنے کی جلدی میں وہ ریش ڈرائیونگ کرتا ہوا جا رہا تھا جب بیچ سڑک پر ایک لڑکی کے آجانے سے وہ کوشش کے باوجود بھی بریک نہ لگا سکا اور گاڑی اس لڑکی کو ہلکا سا ہٹ کرتی ہوئی گرنے پہ مجبور کر گئی۔وہ تیزی سے باہر نکلا اور اسکی طرف لپکا۔

"ایم ریئلی سوری میم! آپکو زیادہ تو نہیں لگی؟" وہ جو دکھتے پیر اور سر میں اٹھتی ٹیسوں کو دباتی پاؤں سیدھا کر رہی تھی، قریب سے آتی معذرتی آواز پہ پلٹ کے پھاڑ کھانے والے لہجے میں گویا ہوئی۔

"نہیں بالکل نہیں لگی، شوقیہ بیٹھی ہوں بیچ سڑک میں چندہ مانگنے کے لیے۔" اسکی بات پہ وہ شرمندہ ہوتا دو قدم پیچھے ہٹا۔

"دیکھیے میں بہت شرمندہ ہوں۔ جلد بازی کے باعث آپکو دیکھ نہیں سکا، آیئے آپکو ہاسپٹل لے چلتا ہوں۔" وہ اسکے چہرے کے تاثرات میں گھلے درد کو محسوس کرتا ہوا بولا۔

For more visit (exponovels.com)

"کیوں، ہاسپٹل کس خوشی میں جانا ہے؟" اسکا ازلی لہجہ جو وہ مردوں کے لیے مخصوص رکھتی تھی، اسی میں اس سے مخاطب ہوئی تو وہ چکرا کے رہ گیا کہ ہاسپٹل کب سے خوشی میں جانے لگے تھے لوگ؟

"دیکھیے آپکو چوٹ۔۔" اس نے پشیمانی سے کچھ کہنا چاہا کیونکہ وہ جلد از جلد یہ معاملہ ختم کرنا چاہتا تھا۔ اسے آفس جانے کی جلدی کے ساتھ ساتھ لوگوں کے آنے کا بھی خدشہ تھا۔

"ٹانگیں سلامت ہیں میری، میں خود جا سکتی ہوں ہاسپٹل۔" ازلی ہٹ دھرمی کے ساتھ وہ درد کو دباتی جونہی اٹھنے لگی، شدید تکلیف نے اسے دوبارہ بیٹھنے پہ مجبور کر دیا۔

"دیکھیے، خدمت کریں۔ جانتا ہوں کہ آپ مجھ پہ اعتماد نہیں کرنا چاہتیں مگر یقین کیجیے آپ کو بحفاظت ہاسپٹل تک پہنچاؤں گا کیونکہ آپ میری وجہ سے اس تکلیف میں ہیں۔" وہ اسکے حلیے سے دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ وہ کس طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لیے وہ اسکے تحفظات جانتے ہوئے اپنی نرم دلی کے باعث دوبارہ بولا۔ اب کے اس نے اپنے اندر کے جاسوس کو جگاتے ہوئے بہت غور سے اپنی منتیں کرتے ہوئے اس خوش شکل امیر زادے کو دیکھا اور پھر اسکی سات پشتوں پہ احسان کرتی ہوئی اسکی گاڑی کی طرف بڑھی۔ ویسے بھی سر کی چوٹ کی وجہ سے اسے غنودگی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے مان جانے پہ وہ شکر کا سانس بھرتا جلدی سے گاڑی میں آن بیٹھا۔

"اماں کو ناراض کر کے جاب لینے نکلی تھی، سارا دن ہی خراب ہو گیا۔" فائل پہ لگی گرد کو جھاڑتی وہ عادتاً بلند آواز میں بڑبڑائی۔

"جاب کرتی ہیں آپ؟" وہ یونہی اسکا دھیان بٹانے کو بولا۔

"کرتی نہیں ہوں، کرنے جا رہی تھی جب کالی بلی کی طرح آپ نے راستہ کاٹ دیا۔" وہ منہ پھاڑ کے بولی تو وہ صبر کے کڑوے گھونٹ بھرتا اپنی نرم دلی پہ لعنت بھیجنے لگا۔

"بہت معذرت، لیکن کہاں جا رہی ہیں آپ جاب کرنے؟" اس نے دیکھا کہ وہ بار بار سر کو دبا رہی تھی تب ہی وہ دوبارہ بولا تو وہ جو خود بھی اپنا دھیان بٹانا چاہتی تھی فوراً شروع ہو گئی۔

"کہیں ڈھونڈ رہی تھی اچھی نوکری، جو بس تھوڑے دن ہی کرنی پڑے کیونکہ میں ٹک کے کام نہیں کر سکتی۔" وہ صاف گوئی سے بولی تو اسکا دماغ ایک دم کچھ کلک ہوا۔ اس نے کن اکھیوں سے پھر سے اسکا غور سے جائزہ لیا تو دل ایک دم مطمئن سا ہونے لگا۔

For more visit (exponovels.com)

"اگر آپ برا نہ مانیں یا غلط مطلب نہ لیں تو آپ کو ایسی جگہ کا بتا سکتا ہوں جہاں آپ اپنی مرضی سے کچھ عرصہ جاب کر کے شوق پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی ضروریات بھی پوری کر سکتی ہیں۔ "اس نے بڑے سجاؤ سے بات شروع کی۔

"کیسی جاب؟ "اس نے ماتھے پہ بل ڈالتے ہوئے مشکوک انداز میں پوچھا۔

"میرے دوست کے آفس میں، آپ کی خواہشات کے مطابق جاب ہو گی۔ میں نے آج آپ کا دن خراب کیا اسکا مداوا سمجھ لیں۔ جس وقت آپ کا دل چاہا آپ چلی جایئے گا۔ انشاءاللہ آپ کی پرابلمز ختم ہو جائیں گی۔ "اسکے حلیے سے اس نے اس کے حالات کے متعلق مفروضات قائم کرتے ہوئے دوست کا مفاد سیدھا کرنا چاہا حالانکہ ایسا کرتے ہوئے اس نے دو سو دس کو سنے حمیر کو دیے تھے۔

"ایسے مشکوک ہو کر مت دیکھیے۔ غلط بندہ نہیں ہوں اور نہ کوئی زبردستی ہے کہ آپ ضرور ادھر جائیں۔ "اسکی مشکوک جائزہ لیتی نگاہوں سے تھوڑا گھبراتے ہوئے اس نے شائستگی سے اسکی طرف کارڈ بڑھاتے ہوئے گاڑی ہاسپٹل کی پارکنگ میں روکی۔ نئے ایڈونچر کا سوچتے ہوئے اس نے کارڈ تھام لیا۔ اس نے سوچ لیا تھا، ایک بار چیک ضرور کرے گی کہ جاب ہے کیسی۔ پھر مرہم پٹی کرواتے ہوئے اسے وہ خوش شکل امیر زادہ اتنا برا نہیں لگا جتنا وہ گمان کر رہی تھی۔ یہ جانے بغیر کہ اسے یہ امیر زادہ اس سے کئی گنا زیادہ برا لگنے والا تھا، جتنا وہ سوچ رہی تھی۔

"دادو بیگم! ناراض ہیں کیا مجھ سے؟ "تین دن ہو چکے تھے مرزا بیگم نے اس سے ٹھیک طرح سے بات نہیں کی تھی اور یہ بات اس کے لیے ناقابلِ برداشت تھی کیونکہ وہ اگر کسی کی دل سے عزت اور بے پناہ محبت کرتا تھا تو وہ مرزا بیگم اور ریشا بیگم ہی تھیں۔ صرف ان کی وجہ سے وہ ہزار پابندیوں کے باوجود بد ظن ہو کر ابراڈ نہیں گیا کہ وہ ان کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا مگر اب یوں ان کا نروٹھا انداز اسے بے چین کر رہا تھا۔

"نہیں ہم کیوں ناراض ہوں گے؟ "نپے تلے انداز میں کہتے ہوئے انہوں نے نگاہیں زیرِ مطالعہ کتاب پر ہی مرکوز رکھیں۔

"ایسے ناراض مت ہوں۔ ابھی تھوڑا وقت تو ہے نا، کر دوں گا پوری آپکی خواہش، آئی پرامس۔ "وہ چونکہ لائحہ عمل تیار کر چکا تھا سو انہیں بھی خوش خبری سنا ڈالی۔

For more visit (exponovels.com)

"سچ کہہ رہے ہیں آپ؟" انہوں نے بے یقینی سے پوچھا۔

"سو فیصد سچ، پہلے کبھی ایسا جھوٹ بولا ہے؟" وہ ان کے شانے کے گرد بازو پھیلاتا ہوا مسکرا کے بولا۔ وہاں چائے لے کر آتی ہوئی عائلہ بیگم اشتیاق سے بولیں۔

"تو پھر کیا ہم آپ کیلیے لڑکیاں دیکھنا شروع کریں؟" ان کی بات پہ وہ گڑبڑا سا گیا مگر فوراً تاثرات پہ قابو پاتا ہوا بولا۔

"نہیں، میرا مطلب ہے کہ لڑکی میں نے پسند کرلی ہے۔" ان کے ناقابلِ فہم تاثرات دیکھتے اس نے سنبھلتے ہوئے بات کی تو ان کے چہروں کی جوت بجھنے لگی۔

"تو کیا اب آپ ہمارا وارث اپنی ننگی پنگی دوستوں سے دلوائیں گے؟" مرزا بیگم کو اختلاجِ قلب ہونے لگا۔

"نہیں وہ ایسی نہیں ہے، میرا مطلب وہ ان جیسی نہیں ہے۔" ہارون چونکہ متعلقہ لڑکی کی معلومات دے چکا تھا تب ہی وہ انہیں تسلی دیتا ہوا بولا۔

"چلیں وہ تو جب ہم رشتہ لے کر جائیں گے ضرور دیکھیں گے۔" مرزا بیگم کی بات پہ وہ اپنا دل مسوس کر رہ گیا۔

اس نے دیکھا کہ ان کا چہرہ اسکی بات پہ کیسے تابناک ہو گیا تھا، ایک پل کو اسے اپنے جھوٹ اور ڈرامے پہ پچھتاوا ہوا مگر آزادی اور خود پرستی کی خواہش نے اس پچھتاوے کو کہیں دفن کر دیا اور وہ نظریں چراتے ہوئے ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔

"اب کس سے مار پیٹ کر کے چلی آئی ہے بخت، مجھے سب سچ سچ بتا؟" اسکے دُکھتے پاؤں پہ ٹکور کرتی ہوئی قدسیہ بیگم شک بھرے لہجے میں گویا ہوئیں تو وہ مارے غصے کے بلبلا اٹھی۔

"کتنی دفعہ کہا ہے کہ گری ہوں، مگر نہ میری اماں کو یہی لگتا کہ مار پیٹ کر کے آئی ہوں۔ ہے کسی کے لال میں اتنی ہمت جو مجھے مارے؟" اسے تو مرچیں ہی لگ گئیں، یہ سوچ کر ہی کہ اماں کے خیال میں وہ مار کھا کر چارپائی سے آ لگی ہے۔

"کسی مائی کے لال نے ہی ہمت کر کے تجھے گاڑی ماری ہے۔" عمیر کی زبان جونہی پھسلی ساتھ ہی اسکا ہاتھ بھی حرکت میں آیا۔

For more visit (exponovels.com)

"پتہ نہیں کونسی مائیں اور کونسے بھائی ہوتے ہیں جو بیماری میں لاڈ اٹھاتے ہیں۔ یہاں تو تفتیش ہی ختم نہیں ہو رہی۔" وہ چڑتی ہوئی بولی مگر وہ سب بھی اپنی جگہ ٹھیک تھے۔ جس طرح وہ ہر بار مار دھاڑ کے لیے تیار رہتی تھی، اسکی یہ حالت انہیں تو مشکوک ہی لگے گی۔

"چل غصہ نہ کر میری بچی، میں تیرے لیے ہلدی والا دودھ لے کر آتی ہوں، دیکھنا جھٹ سے چنگی بھلی ہو جائے گی۔" اماں اس کے ایک ہی جملے پہ پگھلتی ہوئی کچن کی طرف گئیں تو اسکے تین مشترکہ دشمنوں نے تاسف سے اماں کی پشت کو دیکھا۔

"اماں بھی کتنی معصوم ہیں، اب اتنی چوٹیں تو تمہارا روز کا کام ہیں، ہے نا آپا؟" عذیر نے ہمدردی جتاتے ہوئے پوچھا تو اسکا ہاتھ چپل تک جاتے جاتے رہ گیا۔

"ویسے آپا تمہاری غنڈہ گرد فطرت پہ تمہارا نام کچھ سوٹ نہیں کرتا۔ تمہارا نام ہونا چاہیے تھا، خوشی ڈان، بخت لیڈی ڈان۔۔" شہیر گویا کوئی بہت ہی گھمبیر سلجھاتا ہوا اپنی رائے دے رہا تھا جب وہ شدید بے صبری کا مظاہرہ کرتی اسکی تواضع اپنی چپل سے کر گئی۔

"اری کمبخت کیوں ہر وقت محلے کے لوفروں کی طرح میرے بچوں کی بھی ٹھکائی کرتی رہتی ہے؟" اماں کی مادرانہ شفقت بیٹے کو جوتا کھاتے دیکھ کر فوراً جاگی۔

"تو اپنے ان معصوم فرشتوں سے بولا کرو میرے ساتھ شرافت سے پیش آیا کریں۔" وہ ڈھٹائی سے بولتی ہوئی دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لیے غٹا غٹ پینے لگی۔ جی ہاں اسے ہلدی والا دودھ بہت پسند تھا کیونکہ وہ ہر وقت کوئی نا کوئی چوٹ لگواتی رہتی تھی، اس لیے بچپن سے ہی یہ دودھ اسکا فیورٹ رہا تھا۔

آج تھوڑا پاؤں کا درد بہتر ہوا تو وہ پھر سے تیار گھر سے باہر نکلنے کے لیے پر تول رہی تھی جب قدسیہ بیگم اسے دیکھ کر اپنا سر پیٹنے لگیں۔

"تجھے سکون کیوں نہیں ہے میری بچی، ہمیں نہیں چاہیے تمہاری نوکری کے پیسے، تم کیوں نوکری کے پیچھے لگ گئی ہو۔" وہ بہت پریشانی سے گویا ہوئیں۔ بیشک واجد صاحب نے اسکی تربیت ایسی کی تھی کہ وہ اللہ کے فضل سے

For more visit (exponovels.com)

پر اعتماد ہو کے ہر صورتحال کا مقابلہ کر لیتی تھی مگر تھی تو ایک بیٹی، ایک جوان جہان لڑکی ہی نا اور یہی بات انہیں ہر وقت پریشان کرتی تھی اور وہ اسے ٹوکتی رہتی تھیں۔

"آپ کو کس نے کہا کہ مجھے پیسوں کی ضرورت ہے اور میں اس لیے میں نوکری کرنا چاہتی ہوں؟ میرا دل کر رہا ہے نوکری کرنے کیلیے بس۔" وہ اطمینان سے بولتی ہوئی اپنے سٹور نما چھوٹے سے کمرے میں پڑی تپائی پہ رکھا بیگ اٹھانے لگی جو وہ پچھلے دو سالوں سے استعمال کر رہی تھی۔

"تو پھر کہیں سکول میں کر لے نوکری اور پورا کر لے شوق۔" وہ مصلحتاً بولیں۔

"مجھے نہیں پسند ٹیچنگ ویچنگ، میں تو بس آفس والی نوکری کے دو چار دن مزے لینا چاہتی ہوں۔" اسکی من موجی طبیعت اس وقت اپنے عروج پہ تھی جبکہ بیٹی کی ماں ہونے کے ناطے ان کے دل کو وسوسے جکڑے ہوئے تھے۔

"چل اماں اب خوش ہو کے الوداع کرو مجھے، اگر آج میرا ایکسیڈنٹ ہوا تو سارا الزام اس بار تم پہ لگاؤں گی۔" آپ اور تم میں، ہمیشہ کی طرح وہ اماں کو الجھاتی ہوئی بولی تو انہوں نے دہلتے ہوئے اسے دو ہتھڑ مارے۔

"ہمیشہ بکواس کر کے گھر سے نکلنا۔" وہ اسی ڈانٹ کو دعا کی طرح لیتی ہوئی گھر کی دہلیز پار گئی اور پھر ایک تجسس اور ایڈونچر سے مجبور ہوتے ہوئے اس نے بیگ میں سے وہ چڑ مڑ ہوا کارڈ نکال کر دیکھا۔

"حمیر مرزا اینڈ کمپنیز۔"

چند لمحے کارڈ کو گھورنے کے بعد وہ قسمت آزمانے کے لیے اک نئے راستے کی طرف چل دی۔

"کب آئے گی تمہاری وہ بتائی گئی لڑکی؟" تین دن سے مسلسل انتظار سے بیزار وہ ہارون پہ پھٹ پڑا۔

"صبر بھی کسی چیز کا نام ہے، میں نے بتایا تھا نا کہ اسکا پاؤں زخمی ہو گیا تھا۔" وہ بھی جواباً چڑتے ہوئے بولا۔

"ایک کام کہا تھا تمہیں اور تم نے وہ بھی ڈھنگ سے نہیں کیا، بندہ نام پتہ ہی پوچھ لیتا ہے۔" وہ اب عادتاً اپنے گھنیرے بالوں میں انگلیاں چلاتا ہوا اسے گھورتے ہوئے بولا تو جوابی گھوری اس سے زیادہ پر اثر تھی۔

"ہاں نام پتہ پوچھتا، جیسے تمہارا یا اپنا رشتہ لے کے جانا تھا میں نے۔" وہ جواباً لب کھولنے والا ہی تھا جب اسکی سیکرٹری ہانپتی ہوئی دستک دیتی اندر داخل ہوئی۔

For more visit (exponovels.com)

"سر باہر کوئی محترمہ آپکا وزیٹنگ کارڈ لیے آپ سے ملنے کی مسلسل ضد کر رہی ہیں۔" وہ پریشانی سے بولی تو ان دونوں کی باچھیں کھل اٹھیں۔

"مس صدف! جلدی سے انہیں اندر بھیجیے۔" وہ پھرتی سے بولتا ہوا اپنے کوٹ کے بٹن بند کر کے اپنی چیئر پہ جا بیٹھا جبکہ صدف حیران سی بغیر سوال کیے باہر نکل گئی اور کچھ ہی لمحے بعد ایک نوجوان لڑکی آفس میں داخل ہوئی، پنک کلر کی سمپل سی لانگ شرٹ اور آف وائٹ ٹراؤزر کے ساتھ کالی چادر اوڑھے وہ پہلی نظر میں حمیر مرزا کو مایوس کر گئی۔ وہ مڈل کلاس لڑکی چاہتا تھا مگر ایسی لڑکی بھی نہیں جو کاجل تک استعمال نہ کرتی ہو، مگر خیر اسے اس سے کیا؟ حمیر نے گہری سانس بھر کر اسے اپنے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ خوش بخت نے ایک نظر کچھ فاصلے پہ رکھے صوفے پہ بیٹھے ہارون پہ ڈالی، پھر سامنے پڑی کرسی پہ بیٹھتے ہوئے اسکی طرف اپنی فائل کھسکائی۔

"آل رائٹ، مس خوش بخت! جاب کیوں کرنا چاہتی ہیں آپ؟" ایک نظر اسکے سادگی میں لپٹے چہرے کو دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا جو بہت بے نیازی سے ادھر ادھر کا اپنی گہری نظروں سے جائزہ لے رہی تھی۔

"دل کر رہا تھا میرا، جاب کرنے والوں کی لائف دیکھنے کا۔" صاف گو انداز میں دیا گیا جواب اسکی توقعات کے برعکس تھا۔

"ہمم، آپ کی فیملی میں کون کون ہوتا ہے؟" وہ اس کے بارے میں تھوڑی معلومات لینا چاہتا تھا اس لیے پوچھ بیٹھا۔

"ویسے بتانا تو نہیں چاہیے اتنے ان پروفیشنل سوال کا جواب مگر اماں ابا اور تین بھائی ہوتے ہیں۔" وہ ناک چڑھاتی ہوئی صاف گوئی سے بولی تو اس نے بھی فارمل اور مہذب انداز کو سائیڈ پہ رکھا اور کام کی بات پہ آیا۔

"ہارون نے آپکو بتا دیا ہو گا کانٹریکٹ کے بارے میں؟ مگر میں پھر بتا رہا ہوں کہ اپنا بچہ دینے کے بعد آپ کبھی میرے راستے میں نہیں آئیں گی۔" وہ ہارون کے اشاروں اور سامنے بیٹھی لڑکی کے بگڑتے تیوروں کو نظر انداز کیے خود کو پہلے بچانے کا انتظام کرتا ہوا بولا۔

"کیسا کانٹریکٹ اور کون سا بچہ؟" وہ سرخ چہرے کے ساتھ اونچی آواز میں بولتی ہوئی کھڑی ہوئی، اس نے ٹھٹھک کے ہارون کی طرف دیکھا۔

For more visit (exponovels.com)

"تم نے بتایا نہیں اسے ڈیل کے متعلق؟" اس نے الجھتے ہوئے اس سے استفسار کیا تو اسکے چہرے پہ لکھے گئے جواب پہ وہ کراہ کر اس کی طرف متوجہ ہوا جو غضبناک نظروں سے ان دونوں کو گھور رہی تھی۔

"میری بات تحمل سے سننا، میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے کانٹریکٹ کر کے مجھے اپنا بچہ دو اور اس کام کیلیے تمہیں منہ مانگا معاوضہ دیا جائے گا مگر میری خواہش۔۔" بات جبکہ کھل ہی چکی تھی تو اس نے بات شروع کی۔

"بکواس بند کرو اپنی، کیسا بچہ؟ کون سا بچہ؟ تم میرے بچے پہ نظر رکھے ہوئے ہو گھٹیا انسان؟" ایک پل لگا تھا اسے اپنے اصل روپ میں آتے، وہ ٹیبل سے پیپر ویٹ اٹھا کر اسکی جانب پھینکتی غرائی۔ ایک دم اپنا چہرہ سائیڈ پہ کرتا ہوا وہ خود کو بمشکل بچا پایا۔ وہ کسی بھوکی شیرنی کی مانند غرائی تھی۔

"دیکھیں مس!" اس نے خود پہ قابو پاتے ہوئے کچھ کہنا چاہا، وہ اسے ہر صورت منانا چاہتا تھا کیونکہ وہ گھر میں رضا مندی دے چکا تھا۔

"تمہیں تو میں ایک نظر بھی نہ دیکھوں، ذلیل انسان بچوں کا اتنا شوق چڑھا ہے تو کرو شادی اور پیدا کرو بچے مگر خبردار میرے بچوں پہ بری نگاہ ڈالی۔" وہ گلا پھاڑ کے جو منہ میں آیا بول پڑی۔ اسکا چہرہ تضحیک کے مارے سرخ پڑنے لگا۔

"اور تم کمینے انسان! یہ کام کرتے ہو؟ لڑکیوں کو بہلا پھسلا کے یہاں بلا کر ان کے بچے لیتے ہو اور لالچ پیسوں کا دے رہے ہو، تمہاری تو میں۔۔۔" وہ ٹیبل پہ پڑی تمام چیزوں کو ہتھیار سمجھتی دھڑا دھڑ ہونق کھڑے ہارون پہ پھینکنے لگی۔ وہ اپنا بچاؤ بھی نہیں کر پا رہا تھا۔

"اتنا تماشا کس خوشی میں کری ایٹ کر رہی ہو؟ نہیں دینا بچہ تو مت دو، مہربانی کر کے شکل گم کرو اپنی۔" اس کاری ایکشن دیکھ کر وہ بھی تمام مروت بالائے طاق رکھتا ہوا بولا۔

"تم میرے بچے۔۔" وہ درشتگی سے بولنے لگی جب وہ الجھتا ہوا پوچھ بیٹھا۔

"میرڈ ہو کیا تم؟" وہ جس طرح استحقاق سے میرا بچہ، میرا بچہ کی گردان لگا رہی تھی وہ کنفیوزڈ سا پوچھنے پہ مجبور ہو گیا۔

For more visit (exponovels.com)

"نہیں، ہوتا بھی تو تمہیں ایک نظر نہ دیکھنے دیتی، تم دیکھنا میں کرتی کیا ہوں تمہارے ساتھ؟ میں یہی دیکھنے آئی تھی کہ تمہارا کام کیا ہے جو تم مجھے اس طرح آفر کر رہے تھے، اب مجھے سمجھ آیا کہ تم یہاں لوگوں کے بچے مانگتے ہو۔" آفس کی حالت سمیت ان دونوں کی حالت جتنا ہو سکتا تھا بگاڑنے کے بعد وہ بولتی ہوئی انہیں ہونق کر گئی۔

"دیکھیں آپ!" خاموش کھڑے ہارون نے لب کشائی کی جرات کی، جب وہ بلی کی طرح اس پہ جھپٹی۔

"تم تو منہ بند ہی رکھو اپنا۔" وہ اسکے چہرے پہ اپنے ناخنوں سے وار کرتی ہوئی اسے بلبلانے پہ مجبور کر گئی۔

"سٹاپ اٹ! اینڈ ڈونٹ کراس یور لمٹس۔" اسے آپے سے باہر دیکھ کر وہ دھاڑا مگر پرواکسے تھی۔

"چلاؤ مت میرے سامنے، ایک تو چوری اوپر سے سینہ زوری بھی، تمہاری یہ کمپنی تو میں بند کرواکے رہوں گی اور دیکھنا جب میرا بچہ ہوا نا اسے انسپیکٹر بنا کے سب سے پہلے تمہیں اندر کرواؤں گی۔" اپنے اعلیٰ عزائم سے اسے آگاہ کرتی وہ کرسی کو ٹھوکر مارتی ہوئی باہر نکلنے لگی۔

"تم ایک بار پھر سوچ لو، بس ایک بچہ۔" اس نے جاتے جاتے اسے روکنا چاہا کیونکہ مجبوری اسی کی تھی۔

"ہاہ! ایک بچہ تو کیا میں تمہیں اپنے بچے کے بال بھی نہ دوں، تم بس دیکھتے جاؤ میں کرتی کیا ہوں تمہارے ساتھ بچہ چور، تمہیں تو کوئی دیکھنا بھی گوارا نہ کرے بچہ دینا تو دور کی بات۔" بدلحاظی سے کہتے ہوئے وہ بہت سی نزاکتوں اور باریکیوں سے بے خبر بس اسی بات پہ غور کر رہی تھی کہ وہ لوگ بچے مانگ رہے ہیں، اسکا ذہن اس مقام تک نہ گیا جہاں وہ سوچتی کہ وہ اسکی غربت کا سودا کرتے ہوئے اسکی نسوانیت کا مذاق اڑا رہے تھے۔

بعض اوقات بے خبری بھی نعمت ہوا کرتی تھی۔

"اوہ مائی گاڈ!" کچھ دیر بعد اسکے جانے کی یقین دہانی کرتے ہوئے ہارون تشکر بھرا سانس لیتے ہوئے صوفے پہ ڈھیر ہو گیا جبکہ وہ غیض و غضب سے بھرا بیٹھا تھا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ محترمہ اتنی مردمار قسم کی ہوں گی۔" آفس کی ابتر حالت اور آکورڈ خاموشی کو توڑنے کے لیے اس نے پھر سے کوشش کی۔

For more visit (exponovels.com)

"اس کی ہمت کیسے ہوئی میرے بارے میں ایسی بکواس کرنے کی؟" اس نے ہمیشہ عورت ذات کو اپنے پیچھے پاگل ہوتا دیکھا تھا مگر اس چھٹانک بھر کی لڑکی نے منٹوں میں اسکی مٹی پلید کر دی تھی، بنا اسکی حیثیت، پوزیشن کو اہمیت دیے وہ اسکے آفس اور حلیے کو منٹوں میں بدحال کر گئی تھی۔

"چھوڑو یار اسے، تم کسی اور سے۔۔" ہارون جانتا تھا وہ کس قدر انا پرست تھا اسی لیے اسے رام کرنے کی خاطر بولا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، میری شکل دیکھنا اسے پسند نہیں مگر یہی شکل اب اسے کچھ عرصہ صبح وشام دیکھنی پڑے گی۔" اسکی بات کاٹ کے وہ اپنے کڑوے لہجے کو شیریں انداز میں تبدیل کرتا ہوا اسکے اندر خطرے کی گھنٹیاں بجا گیا۔

"مطلب تو کیا کرنے والا ہے؟ کڈنیپ یا زبردستی شادی؟" اس نے گھبرا کر پوچھا تو حمیر نے ناپسندیدہ نگاہوں سے اسے گھورا۔

"مجھے سمجھ نہیں آتی تجھ جیسے کند ذہن کو بیرسٹری کی ڈگری کس جاہل نے دے دی ہے؟" اس کے طنزیہ انداز نے اسے تپا کے رکھ دیا۔

"جیسے تجھے اس آفس میں آنے کی اجازت ہمدردی میں دے دی جاتی ہے، اس لیے زیادہ بک بک مت کر اور جو پوچھا ہے اسکا جواب دے۔" اس نے بھی جوابی کارروائی کرتے ہوئے حساب برابر کیا۔

"وہ اتنی بھی اہم نہیں ہے کہ میں اسکے لیے کڈنیپنگ جیسے اوچھے ہتھکنڈوں پہ اتروں۔" اسکی گہری آنکھیں پراسرار طریقے سے مسکرا رہی تھیں۔

"تو پھر کیا ارادہ ہے تمہارا؟ یہ بھی بک دو۔" اسکے فضول کے سسپنس سے وہ اکتاتے ہوئے بولا تو جوابا ٹیبل پہ پڑا واحد سلامت وائرلیس سیٹ سے اسکا نشانہ لیا گیا۔

"کچھ زیادہ نہیں، بس چھوٹی سی تین الفاظ کی قانونی کارروائی ہو گی اور وہ میری شکل دیکھنے پہ مجبور ہو جائے گی۔" اسکی آنکھیں جو کچھ دیر پہلے غصے سے دہک رہی تھیں، اب مسکرا رہی تھیں۔

"مطلب تم شادی۔۔" وہ اسکی بات پہ اچھلتا ہوا شاکڈ ہو کے بولا۔

"ہمم، بس سوچا دادو کو خوش ہی کر دوں۔" اس نے چڑانے والے انداز میں اسکا حیرت زدہ چہرہ دیکھا۔

For more visit (exponovels.com)

"ہیری!میری بات غور سے سن اگر تو ان محترمہ سے شادی کرے گا تو تمہیں مجھے چھوڑنا ہو گا۔" وہ اپنے چہرے کو چھوتا ہوا حتمی انداز میں بولا۔ اس نے بے نیازی سے شانے اچکائے۔

"چل تیری مرضی حالانکہ میرا دل نہیں تھا سال ڈیڑھ کے لیے بھی تیری دوستی چھوڑنے کا۔" اس نے گویا سارا الزام ہی اسکے سر پہ ڈال دیا تھا۔

"کیا مطلب ہے سال ڈیڑھ؟" اسکا دماغ چکرا رہا تھا اسکی سر پھری باتیں سن کے۔

"اتنی جلدی کیا ہے بیرسٹر صاحب، حوصلہ رکھو ساری قانونی کارروائی آپ کے ہی نیک ہاتھوں سے انجام پائے گی۔" وہ تپانے والی مسکان اسکی طرف اچھالتا ہوا آفس میں بکھری چیزوں سے بے نیاز اب سکون سے سگریٹ سلگا رہا تھا جبکہ وہ اپنے چہرے کی خراشوں سے اٹھتی ٹیسوں کو دباتے ہوئے اسے صلواتیں سنا رہا تھا جو جان بوجھ کے تجسس بڑھا رہا تھا اور وہ مجبوراً برداشت کرتے ہوئے اسکے کھل کے بکنے کا انتظار کرنے لگا۔

"کمینہ، ذلیل، لوفر، لفنگا، گھٹیا، بدتمیز ترین انسان۔" سڑک کنارے تیز تیز چلتی ہوئی وہ باآواز بلند بڑبڑاتی ہوئی تیز دھوپ سے بے نیاز تھی۔

"میرا بچہ مانگنے آیا تھا، تُو بس صبر کر پہلے تمہاری کمپنی بند کرواؤں گی، تمہارے سارے کالے کرتوت بتا کے اور پھر اپنے بچے کو انسپیکٹر بنا کر تمہاری چھترول کرواؤں گی۔" وہ یوں بولتی جا رہی تھی گویا سننے والا سامنے موجود ہو، بقول قدسیہ بیگم کے اسکی عقل بس لڑکوں کو مارنے کی حد تک تھی ورنہ اسے کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی اور وہ ایسی ہی تھی۔ غلط بات برداشت نہیں کرتی تھی، بات مکمل پتہ نہ بھی ہو اگر وہ اسے غلط لگتی تھی تو اسے کوئی مائی کالال اس بات میں کودنے سے نہیں روک سکتا تھا۔

"شکل دیکھے اپنی اور کام دیکھے، اسکی گندی نگاہوں کے سامنے تو میرا بچ۔۔۔" وہ غصے میں بھری بڑبڑاتی ہوئی سڑک کنارے بنے گڑھے کو دیکھ نہ سکی اور یوں وہ شیخ چلی کی جانشین اس گڑھے میں جا گری۔

"اف اللہ۔" وہ تکلیف کے مارے بلبلا اٹھی، اس سے پہلے کہ وہ اٹھتی، اسکی حساس سماعت نے کسی کی دبی دبی ہنسی سنی۔ سر جونہی اٹھا کر دیکھا تو فیقے کا بیٹا اسلم، دانت نکوستے ہوئے اس منظر کو انجوائے کر رہا تھا۔ وہ جو پہلے ہی تپی ہوئی تھی اور اپنا غصہ کسی پہ نکالنا چاہتی تھی، اسے یوں دیکھ کہ وہ درد کو بھلاتی ہوئی اٹھی پھر اسکے سوچنے سمجھنے یا

For more visit (exponovels.com)

کوئی احتیاطی تدبیر کرنے سے قبل اس تک پہنچی اور پھر اچھی طرح سے اسکے دانتوں کی سیوا کر کے ہاتھ جھاڑتی ہوئی گھر کے راستے پر لڑکھڑاتی ہوئی چل دی۔

جاری ہے---

For more visit (exponovels.com)

ہم ساز میرے

حوریہ ملک

قسط2

"آپا! مجھے لگتا ہے تجھ پہ نااس پچھواڑی کی بیری کا کالا سایہ ہو گیا ہے۔" اسے پھر سے زخموں سے چور دیکھ کر اسکے بھائی تیارداری کے نام پہ اپنی اپنی چھوڑنے لگے۔

"جتنی بڑی یہ بلا ہے، اس پہ سایہ کرنے والی چیزیں حملہ کرنے سے پہلے سو بار سوچیں گی۔" دودھ کا پیالہ اسے تھماتی ہوئی اماں جل کے بولیں۔ واجد صاحب نے انہیں اشارے سے چپ کروایا۔

"کیا ہوا میرے بچے کو؟ آج کیسے گر گئی اور تم گئی کدھر تھی؟" وہ بہت پیار سے اس سے بولے تو اس نے دودھ کا پیالہ منہ سے ہٹاتے ہوئے انہیں دیکھا۔

"نوکری کرنے کا دل کر رہا تھا لیکن پھر دل مر گیا تو واپس آتے ہوئے میں گر گئی۔" وہ آدھا ادھورا سچ بتاتی ہوئی بولی۔ اسے کسی قسم کا ڈر نہیں تھا مگر وہ اماں کو ساری بات بتا کر ان کے غصے کو ہوا نہیں دینا چاہتی تھی کیونکہ ایسے تو اسکی غنڈہ گردی بھی سامنے آجاتی، جو وہ دن دہاڑے اسلم پہ دکھا کر آئی تھی اور اب کی بار سختی سے شکایت نہ لانے کی تنبیہہ بھی کی تھی۔

"نوکری کا خناس نکال دے بی بی دماغ سے، جب بھی نوکری کیلیے نکلتی ہو ہڈیاں تڑوا کے آجاتی ہو۔" اماں نے پھر سے گولہ پھینکا تو اس نے بیزاری سے ابا کی طرف دیکھا۔

"آپ نے اماں سے شادی اپنی مرضی سے کی تھی کیا؟" لہجے میں بے پناہ سنجیدگی تھی۔

"نہیں تیری دادی نے کروائی تھی۔" اسکی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے ابا دھیما سا مسکراتے ہوئے بولے تو اس نے جیسے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔

"دادی نے کافی زیادتی کر دی آپ کے ساتھ۔" وہ تاسف سے بولی تو اماں نے بے اختیار اسے تھپڑ مارا۔

"شرم تو نہیں آتی، مرحوم دادی اور میرے بارے میں ایسی بات کرتے ہوئے؟" وہ آنکھیں نکالتی ہوئی بولیں۔

"تو آپ کو خیال نہیں آتا، اکلوتی بیٹی سے سوتیلوں جیسا سلوک کرتے ہوئے؟" اس نے بھی جواباً شکوہ کیا۔

For more visit (exponovels.com)

"آپا!اکثر مجھے بھی لگتا ہے کہ تو ہماری سوتیلی بہن ہے مطلب۔۔"عذیر اسکی بات کو ٹکڑا لگاتا ہوا اپنا خیال ظاہر کرنے لگا جب وہ پھرتی سے اپنی چپل اٹھاتی اسے بھاگنے پہ مجبور کر گئی۔قدسیہ بیگم اور واجد صاحب اپنے گھرانے کی ان ننھی منی خوشیوں کو دیکھتے ہوئے ان خوشیوں کے برقرار رہنے کی دعائیں مانگنے لگے۔

"مجھے آپ سب سے ایک بات کرنی ہے۔"ڈنر کرتے ہوئے اس نے ایک نظر سب کے اپنی پلیٹوں پہ جھکے سروں پہ ڈالتے ہوئے اپنی بات کا آغاز کیا۔

"کیا بات کرنی ہے آپ کو؟"سربراہی کرسی پہ بیٹھیں مرزا بیگم نے پروقار آواز میں پوچھا تو سب ہی اسے استفہامیہ انداز میں دیکھنے لگے۔

"آپ سے میں نے بات کی تھی نا،میں چاہتا ہوں کہ کل آپ میرا رشتہ لے کہ جائیے۔"اس کے لیے یہ سب کرنا بہت عجیب تھا۔اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ بات کیسے شروع کرے۔

"کون ہیں وہ اور کیا کرتے ہیں اسکے والد؟"مرزا بیگم نے سب کے ذہن میں کلبلاتے سوالوں کو زبان دی۔

"خوش بخت نام ہے،چونکہ آپکو میرے سرکل کی لڑکیاں کم ہی پسند آتی ہیں،اس لیے مجھے لگا کہ شاید آپکو یہ پسند آ جائے۔"اس نے تمہید باندھی کیونکہ جیسا بیک گراونڈ خوش بخت کا تھا آبجیکشن کے چانسز زیادہ ہو جاتے تھے۔

"آپ جانتے ہیں انہیں؟"مرزا بیگم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں،اتنا زیادہ نہیں جانتا بس ایک دفعہ ہاسپٹل میں دیکھا تھا۔اسکے فادر شاید کوئی کریانہ سٹور چلاتے ہیں،تین چھوٹے بھائی پڑھتے ہیں۔"اس نے حاصل ہوئی معلومات ٹھہر ٹھہر کے ان کے گوش گزار کی تو سب کے منہ حیرت سے کھل گئے،کیا واقعی وہ کسی مڈل کلاس لڑکی سے شادی کی ہی بات کر رہا۔

"آپ اس لڑکی کو صرف ہمارے لیے چن رہے ہیں یا آپ کی کوئی اور انٹینشن بھی ہیں؟"مرزا بیگم سارے پہلووں پہ غور کرتی ہوئی بولیں۔

"آپ ہی ہمیشہ کہتی ہیں کہ عورت وہی چنو جس کو دیکھ کر لگے کہ یہ گھر گرہستی سنبھال سکتی ہیں،اس لیے اسے دیکھ کر مجھے یہی لگا تو میں نے آپ سے ذکر کر دیا باقی آپ کی مرضی۔"اگر اس وقت آسکر نامزد کرنیوالے یہاں

For more visit (exponovels.com)

موجود ہوتے تو ایسے ڈائیلاگز بولنے اور فرمانبردار دکھائی دینے والے حمیر مرزا کو بنا سوچ سمجھے آسکر سے نواز دیتے۔

"ہمیں خوشی ہوئی ہے کہ آپ نے اچھی بات کو ذہن میں رکھا، ہم کل چلیں گے بچی کو دیکھنے کے لیے اگر بچی اچھی ہوئی تو باقی چیزیں میٹر نہیں کرتیں کیونکہ اس نے ادھر آکے رہنا نا کہ ہم سب نے ادھر جا کہ رہنا اور ویسے بھی میرے خیال میں ہم نے اپنے بچوں کی تربیت اس پہلو پہ نہیں کی کہ انہیں کسی کی غربت پہ اعتراض ہو۔" مرزا بیگم تدبر اور رعب دار آواز میں بولیں تو سب نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

"بیشک اماں بیگم! آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں، آپ بچی کو دیکھ لیں اگر وہ آپ کو پسند ہے تو آپ بسم اللہ کیجئے گا۔" سعود صاحب نے ہتھیلی پہ سرسوں جماتے ہوئے اماں کی بات کی تائید کی۔ ان سب کو اس کے مڈل کلاس ہونے یا غریب ہونے سے فرق نہ پڑتا ہو لیکن اپنی خوشی میں وہ سامنے بیٹھے حمیر مرزا کو بھول گئے جو اپنی بے جا ضد میں ایک ناپسندیدہ ہستی کو جلانے کے لیے اپنی زندگی کا دائرہ کار بدلنے والا تھا۔

"ناقابلِ یقین بھائی! آپ واقعی شادی کر رہے ہیں؟" بڑوں کے اٹھتے ہی غانیہ پرجوش سی بولی۔

"اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے؟ سب ہی شادی کرتے ہیں۔" وہ کندھے اچکاتے ہوئے جینز کی پاکٹ سے سیل نکالنے لگا جہاں اسکی نئی نویلی گرل فرینڈ "سوہا زبیر" کا نمبر اسکی دلکش تصویر کے ساتھ جگمگا رہا تھا۔

"کیا بات ہے بھائی؟ بھابھی کی کال ہے کیا؟" اسکی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے وانیہ نے اسکی مسکراہٹ دیکھتے ہوئے ذومعنی انداز میں پوچھا تو "بھابھی محترمہ" کا سوچتے ہی اس نے منہ یوں بگاڑا جیسے کڑوا بادام چبا لیا ہو۔

"اب ہر کال یا کام اس کا نہیں ہو سکتا، میرے ہزاروں کانٹیکٹس اور بھی ہیں۔" اس نے بے مروتی سے جواب دیتے کال یس کی اور کرسی گھسیٹتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"کتنے روڈ ہیں بھائی؟ اللہ کرے بھابھی ایسی ہو جو تگنی کا ناچ نچا دے انہیں۔" اسے یوں جاتے دیکھ کر وانیہ جل کر بولی۔ یہ جانے بغیر کہ اسکی دعا کتنی جلدی قبولیت کا شرف حاصل کرنے والی تھی۔

"باہر بھی دیکھ لو کم بختو! دروازہ کب سے بج رہا ہے۔" آج دو تین دن بعد اسکی حالت بہتر ہوئی تو وہ ڈھلتی دوپہر میں بھائیوں کو ساتھ لیے کمروں کے سامنے بنے چھوٹے سے صحن میں کرکٹ کھیلنے لگی تھی بلکہ کھیل کم رہی تھی،

For more visit (exponovels.com)

ان کی دوڑیں زیادہ لگوا رہی تھی۔ وہ چاروں اپنے کھیلنے اور مزے میں اتنے مگن تھے کہ دروازے کی دستک اور اماں کی دہائیاں تک نہ سن سکے اور جب ان کی طرف سے کوئی رد عمل نہ آیا تو کچن سے اماں جلتی بھنتیں باہر آ نکلیں، مگر وہ پھر بھی جواب دیے بغیر لگے رہے تو مجبوراً قدسیہ بیگم بڑبڑاتی ہوئی دروازہ کھولنے چل دیں۔

"السلام علیکم!" دروازہ کھولتے ہی سامنے کھڑی پروقار سی خاتون جو ساتھ کھڑی معمر سی خاتون کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھیں، شائستگی سے بولیں تو وہ جوان کی لمبی سی گاڑی اور ان کے ساتھ کھڑے ملازم کے ہاتھ میں پکڑے لوازمات ہونق ہو کے دیکھ رہی تھیں، ان کی آواز پہ ہڑبڑاتی ہوئی ہوش میں آئیں۔

"وعلیکم السلام، آیئے اندر تشریف لایئے۔" وہ اگرچہ انہیں جانتی نہیں تھیں مگر پہلے ہی انتظار سے پریشان حال کھڑے افراد کو دروازے کے باہر کھڑے کر کے تفتیش کرنا انہیں مناسب نہ لگا تو وہ انہیں اندر آنے کا راستہ دینے لگیں۔

"یہ واجد صاحب کا ہی گھر ہے نا؟" عائلہ بیگم نے قدم بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"جی ان کا ہی گھر ہے، آپ آیئے۔" انہیں جواب دیتیں وہ بیٹھک کی طرف چل دیں جبکہ ان تینوں خواتین سمیت ان کے ساتھ آئے حنظلہ کا بھی دھیان سیاہ پٹیالہ شلوار کے ساتھ رنگ برنگے پھولوں سے سجی گول گھیرے والی قمیض پہنے، سیاہ دوپٹے کو گلے سے گزار کے بائیں پہلو کی طرف گرہ لگا کر بالوں کی چوٹی بنائے کرکٹ کھیلتی لڑکی کی طرف تھا جو اچانک گھر میں موجود مہمان دیکھ کہ بلے کے ساتھ ساتھ خود بھی ساکت ہو گئی تھی۔

"یہ آپ کی بیٹی ہے؟" مرزا بیگم نے پہلی بار لب کشائی کی تو قدسیہ بیگم نے ٹھٹھک کے ان کی نگاہوں کے تعاقب میں دوپٹے کی گرہ کھولتی خوشی کو دیکھا اور پھر اثبات میں سر ہلانے لگیں۔

"جی یہ میری بیٹی ہے خوش بخت۔" وہ پیار سے بولتی ہوئی اسے دیکھنے لگیں جو بلا رکھتی ہوئی ان کے نزدیک آ رہی تھی۔

"السلام علیکم!" وہ ان کے قریب آتی ہوئی بولی تو سب خوش اخلاقی سے اس سے ملنے لگیں۔

"جیتی رہیے، آباد رہیے۔" مرزا بیگم مخصوص انداز میں اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتی ہوئی دعا دینے لگیں اور پھر قدسیہ بیگم مہمانوں کے ساتھ بیٹھک کی طرف چل دیں جبکہ وہ اماں کے اشارے پہ کچن کی طرف چل دی۔

For more visit (exponovels.com)

"آپ شاید ہمیں پہچان نہیں پا رہیں۔" نشست سنبھالتے ہوئے ریشہ بیگم نے بات شروع کی تو قدسیہ بیگم ہلکا سا مسکرا دیں۔

"اصل میں ملے ہی ہم پہلی دفعہ ہیں، ہم لوگ مرزا بیگم حویلی سے آئے ہیں۔" چونکہ گاؤں کا یہ حصہ سب سے الگ تھلگ تھا جہاں ابھی ترقی کے اثرات کم ہی دکھائی دیتے تھے۔ اس حصے پہ بنی پکی سڑک سے ملحقہ وہ بڑی سی حویلی سب کی نگاہوں کا باعث یوں بنتی کہ اس حویلی کو کسی نے دیکھا بیشک نہ ہو مگر نام سے سب واقف ضرور تھے۔ اس لیے انہوں نے بھی تعارف حویلی کے نام سے ہی کروایا۔

"اچھا اچھا، آپ کا اپنا گھر ہے سو مرتبہ آیئے آپ۔" دل میں اٹھتے سوالوں پہ بندھ باندھتی وہ مروتاً خوش اخلاقی سے بول رہی تھیں حالانکہ دل میں پتنگے لگے ہوئے تھے کہ آخر وہ ان کے گھر خیریت سے ہی آئی ہیں نا۔

"ارے بیٹا! اس تکلف کی کیا ضرورت تھی؟" سب کے تعارف کے بعد ہلکی پھلکی گفتگو میں مگن افراد کی باتوں میں خلل، لوازمات سے سجی ٹرے تھام کے آتی خوش بخت نے ڈالا تو ریشہ بیگم بولیں۔

"کوئی بات نہیں آنٹی، زیادہ تو کچھ ہے ہی نہیں۔" وہ سادگی سے بولتی ہوئی سب کو چائے کے ساتھ سموسے اور بسکٹ سرو کرنے لگی۔ اتنے وہ لینڈ لارڈ تھے ہی نہیں کہ ان کے سٹینڈرڈ کا سواگت کرتے، ابھی شہیر کو بھیج کر انکی خاطر تواضع کے لیے سموسے، نمکو اور بسکٹ منگوائے تھے۔

"کیا کرتی ہیں آپ بچے؟" مرزا بیگم نے اسے مخاطب کیا تو وہ ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

"میں کچھ بھی نہیں، جب اماں زیادہ ڈانٹیں یا دل کرے تو گھر کا کام کر لیتی ہوں۔" وہ صاف گوئی سے بولی تو قدسیہ بیگم غائبانہ اپنا ماتھا پیٹنے لگیں۔

"اچھا! پڑھائی نہیں کرتی کیا آپ؟" ان کے چھوٹے چھوٹے سوال بڑھنے لگے۔

"گریجوایشن کر لیا ہے۔ ابھی آگے کے لیے موڈ سیٹ نہیں ہو رہا۔" بغیر ان کی امارت یا لباس سے مرعوب ہوئے وہ مطمئن انداز میں جواب دے رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ سوالات کا سلسلہ مزید آگے بڑھتا، واجد صاحب کی آمد پہ سب ان کی طرف متوجہ ہو گئے جنہیں شہیر نے سٹور پہ جا کر گھر بھیجا تھا کہ لمبی سی گاڑی میں مہمان آئے ہیں۔

"السلام علیکم!" ان کی مردانہ آواز پہ ٹھٹھک کے مرزا بیگم نے انہیں دیکھا تو وہ بھی چونکے۔

For more visit (exponovels.com)

"خالہ بیگم آپ؟" وہ حیران سے بولے۔

"اگر ہم غلطی پہ نہیں ہیں تو آپ واجد میاں ہو، نصرت کے بیٹے؟" مرزا بیگم نے چشمہ ٹھیک کرتے ہوئے پوچھا تو وہ ان کے سامنے سر جھکاتے ہوئے ان کی بات کی تائید کرنے لگے۔

"آپ تو نصرت کی وفات کے بعد غائب ہی ہو گئے تھے۔" انہوں نے واجد صاحب کی مرحومہ ماں کا ذکر کیا جو مرزا بیگم کی دوست رہ چکی تھیں۔

"بس خالہ بیگم! دنیا کے بکھیڑے ہی ایسے ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولے کیونکہ اماں کی وفات کے بعد اچانک آن پڑی تنگدستی کے باعث وہ بس اپنے خاندان تک ہی ہو کے رہ گئے تھے اور کبھی دل میں خیال آتا بھی تھا کہ پکی سڑک پہ بنی اس بڑی حویلی میں اپنی ماں جیسی ہستی سے مل آئیں تو یہ خیال قدم روک لیتا تھا، نجانے ان کی اس حویلی میں آمد منظور ہو گی بھی یا نہیں؟

"یہ بھی صحیح کہا، دنیا کی بھیڑ میں گم، ہم رشتوں کے فقدان کا شکار ہو رہے ہیں۔" مرزا بیگم یاسیت سے بولیں تو اس جذباتی سی صورتحال سے بور ہوتی وہ ابا کیلئے پانی لینے کچن کی طرف چل دی۔

"ہم یہاں آج بہت خاص مقصد کیلئے آئے ہیں واجد میاں۔" خوش بخت کے کمرے سے نکلتے ہی چند ایک باتوں کے بعد مرزا بیگم نے تمہید باندھی۔ عائلہ اور ریشہ بیگم کے چہرے خوشی سے چمکنے لگے۔

"جی فرمائیے خالہ بیگم۔" وہ دونوں میاں بیوی ہمہ تن گوش ہوئے۔

"ہم یہاں آپکی بیٹی خوش بخت کا رشتہ اپنے اکلوتے پوتے حمیر مرزا کیلئے مانگنے آئے ہیں۔" انہوں نے پروقار انداز میں کہتے ہوئے ان کے سروں پہ بم پھوڑا۔

"یہ آپ، میرا مطلب کہ ایسا کیسے؟؟" حملہ اس قدر اچانک تھا کہ واجد صاحب کو سمجھ نہ آئی کہ وہ کیا کہیں۔

"ایسا کیوں نہیں ہو سکتا اور واجد میاں لہجے میں اتنا تغیر کیوں آیا اچانک؟ آپ سے اچھی تو آپکی بیٹی رہی جس کی شکل یا رویے نے بالکل بھی ظاہر نہیں ہونے دیا کہ اسے کسی کی امارت سے فرق پڑتا ہے۔ میاں آپ سے مانگنے آئے ہیں، آپ سر اٹھا کے بات کیجئے۔ اس وقت ہم حالتِ فقیری میں ہیں، نظریں اور لہجہ ہمارا دبا ہوا ہونا چاہیے۔" مرزا بیگم نے اتنے خوبصورت انداز میں بات کی کہ ان کی بات سے واجد صاحب کا ڈھلتا حوصلہ پھر سے بلند ہوا۔

For more visit (exponovels.com)

"آپ نے یہ شرف ہمیں بخشا، ہمیں خوشی ہوئی لیکن خالہ بیگم مخمل میں ٹاٹ کا پیوند لگ بھی جائے تو اسے تاعمر لے کے چلنا مشکل ہوتا ہے۔ میری بیٹی کی طبیعت بہت من موجی ہے۔ وہ آپ کے خاندان کیلئے مناسب نہیں رہے گی۔" انہوں نے بہت واضح فرق کی طرف ان کا دھیان کروایا کہ معاشرے والے جینے بھی نہیں دیتے۔

"خدانخواستہ، مخمل میں ٹاٹ کا پیوند کیوں؟ اپنے پوتے کی بیوی بنا کے لے کہ جاؤں گی۔ ہمیشہ سینے سے لگا کہ رکھوں گی اور بیٹی کی طبیعت کی بات نہ کیجئے واجد میاں، ہماری بہو ابھی تک ایسی طبیعت کی ہیں مگر اپنی ذمہ داریاں بھی سنبھال رہی ہیں۔ اس لیے اس بات کیلئے پریشان مت ہوں کیونکہ جب سر پہ پڑتی ہے تو سنبھالنا آجاتا ہے۔" مرزا بیگم کے ان کی بات پہ برا مناتے ہوئے ان کے دلائل کا جواب دیا جبکہ باقی سب خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے۔

اس سے پہلے کے مزید گفتگو ہوتی خوشی ابا کیلئے پانی اور چائے لے کر اندر چلی آئی تو سب نے موضوع کو بدلنے کی کوشش کی مگر مرزا بیگم نے بے نیازی سے اپنی بات جاری رکھی۔

"پرسوں خود آکے ذاتی طور پہ مل لیجئے گا آپ ہمارے پوتے سے تاکہ فیصلہ کرنے میں آسانی ہو، وگرنہ جو بہانے آپ بنا رہے ہیں وہ ہمارے لیے قابل قبول نہیں ہیں۔" وہ واجد صاحب کو سناتی ہوئی بولیں۔ وہ بے بسی سے سر اثبات میں ہلا گئے، تب انہوں نے خوشی کو اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا اور پھر رمیشہ بیگم کی طرف دیکھا۔ وہ ان کی بات سمجھتی ہوئی اپنا بیگ کھولنے لگیں۔

"ارے آنٹی! یہ کیا کر رہی ہیں آپ؟" انہیں اپنی کلائی میں کنگن چڑھاتے دیکھ کر وہ ہڑبڑائی تو وہ مسکرانے لگیں۔

"میری طرف سے تحفہ سمجھ کے رکھ لیجئے بیٹا۔" انہوں نے مشفق انداز میں کہا تو وہ جز بز ہونے لگی۔

"میں یہ سب نہیں پہنتی آنٹی۔ اس طرح اچھا نہیں لگے گا کہ میں تحفہ لے کر اسے استعمال نہ کروں۔" وہ ایک نظر تذبذب کا شکار اماں اور ابا کو دیکھتی صاف لہجے میں بولی۔ اس نے تو کبھی عید پہ بھی چوڑیاں نہ پہنی تھیں اور اب یوں اتنا موٹا طلائی کنگن دیکھ کہ اسے خلجان ہو رہا تھا۔

"اسکی ابھی کیا ضرورت تھی خالہ بیگم؟" قدسیہ بیگم دبے دبے لہجے میں بولیں۔

"ہماری بیٹی کیلئے تحفہ ہے۔ یہ مت سمجھیے گا کہ اس کے ذریعے آپ لوگوں کو بہلا رہی ہوں۔ آپ لوگ اپنی دلی تسلی کر کے جواب دیجئے گا مگر یہ بچی کیلئے تحفہ ہے۔ اس سے انکار نہ کرنا۔" انہوں نے شفقت سے اسکے سر پہ پیار

For more visit (exponovels.com)

پھیرتے ہوئے کہا جو بیزاری سے اپنی کلائی کو دیکھ رہی تھی جس پہ آج اپنے ہوش سنبھالنے کے بعد شاید پہلی دفعہ اس نے کوئی ایسی چیز سجائی تھی۔

پھر کچھ دیر مزید بیٹھنے کے بعد وہ انہیں اپنے گھر آنے کی دعوت دیتی ہوئیں اچھی امیدیں لیے رخصت ہو گئیں۔

ان کے جاتے ہیں خوشی نے پہلی فرصت میں کنگن اتار کے اماں کی گود میں رکھا اور اپنا دوپٹہ لپیٹتی ہوئی وہ برتن سمیٹنے لگی۔

"کیسی لگی آپ کو پھر بچی؟" رات کو کھانا کھاتے ہوئے سعود مرزا نے اپنی اماں سے پوچھا جو آج بہت پر سکون نظر آرہی تھیں۔

"ماشاء اللہ بہت پیاری اور صاف دل کی بچی ہے، ہمیں تو بہت پسند آئی اور سب سے بڑی بات لوگ بھی جان پہچان والے نکلے۔" ان کی بات پہ حمیر نے جھکا ہوا سر اٹھا کر انہیں دیکھا جو اس کے باپ کی طرف متوجہ تھیں۔

"نصرت بیگم یاد ہیں آپ کو، ہماری دوست؟" انہوں نے استفسار کیا تو دونوں بھائی ذہن پہ زور ڈالنے لگے۔

"جی ہاں یاد ہیں اماں بیگم۔" اسد صاحب نے جواب دیا۔

"نصرت مرحومہ کی پوتی ہے، بہت پیاری بچی ہے۔" وہ اسکی تعریفوں میں رطب اللسان ہو چکی تھیں جبکہ وہ بمشکل خود پہ قابو پاتا ہوا وہاں ٹکا رہا۔

"پرسوں آرہے ہیں وہ لوگ آپ کو دیکھنے کیلئے، گھر میں ہی رہیے گا اور ہمیں خوشی ہو گی اگر آپ خاندانی روایات کی پاسداری کا خیال رکھتے ہوئے ان سے اچھے طریقے سے ملیں گے۔" وہ چونکہ پوتے کی طبیعت سے واقف تھیں اسی لیے اسے تنبیہ کرتے ہوئے ہدایت دینے لگیں۔ اس نے فرمانبرداری سے سر ہلا دیا اور جلدی سے کھانا ختم کرنے لگا کیونکہ اب اسے رات گئے تک لمبی کالز کرنا تھیں۔ اس لیے وہ اپنی نام نہاد شادی کیلئے کی گئی پلاننگ کو سرے سے نظر انداز کرتا ہوا کھانا کھا کر اٹھ کھڑا ہوا جبکہ باقی سب پر جوش سے اپنی باتوں میں مشغول تھے۔

For more visit (exponovels.com)

"خدا کیلیے اماں بس کر دیں میری شادی کے خواب دیکھنا۔ میں نے نہیں کرنی شادی وادی اور نہ بلانا ہے کسی کو گھر۔ ایویں بعد میں کہتی ہو کہ میں نے بے عزتی کروادی۔" رات کو قدسیہ بیگم نے جونہی اس سے شادی کے موضوع پہ بات شروع کی تو وہ بیزاری سے جو بولنا شروع ہوئی، ایک دھوکہ کھانے کے بعد ہی چپ ہوئی۔

"پوری بات تو سن لیا کر کبھی میری۔ میں یہ بتا رہی ہوں کہ دن کو جو مہمان آئے تھے، وہ تیرا رشتہ لے کر ہی آئے تھے۔" انہوں نے اسے اب کے جلدی سے پوری بات بتائی پیشتر اسکے کہ وہ مزید کچھ بولے۔ ان کی بات سن کر وہ اچھل پڑی۔

"اچھا، میں بھی کہوں مجھے کس خوشی میں اتنا مہنگا کنگن پہنایا جا رہا۔" قدسیہ بیگم کی اطلاع پہ وہ تنقیدی نگاہوں سے اپنے سنگل بیڈ جو اس قدر نازک تھا کہ جب وہ دھڑام سے بیڈ پہ گرتی تو بیڈ ہچکولے کھانے لگتا، کے قریب پڑی تپائی پہ رکھے کنگن کو گھورنے لگی۔

"ہاں اسی لیے وہ کنگن دے کے گئی ہیں تجھے، انہیں اپنے پوتے کیلئے تمہارا رشتہ چاہیے اور پھر جیسا تو چاہتی ہے لڑکا ویسا ہی ہے۔ لڑکا خود بالکل نہیں آیا رشتہ دیکھنے، نا اسکے گھر والوں نے گھور گھور کے تم سے سوال پوچھے۔ اس لیے اب کی بار سوچ سمجھ کے جواب دینا۔" اماں نے اسکے اعتراضات کو پہلے ہی رفع کرنا چاہا۔

"اماں! مجھے نہیں کرنی شادی اور ادھر تو بالکل بھی نہیں۔ جس طرح ہم، ہم کر کے وہ لوگ بولتے ہیں پورا دن تو ایک آدھ بات بولنے میں ہی نکل جائے گا۔" وہ برا سا منہ بناتی ہوئی بولی۔

"ہاں شادی نہیں کرنی، مونگ دلنی ہے کیا ہمارے سینوں پہ پڑے رہ کے اور یہ ان کی خاندانی روایت ہے۔ وہ ایسے ہی بولتے ہیں تو بھی عادی ہو جائے گی۔" وہ اسکی نقل اتارتی ہوئی اسکی بات کو سنجیدہ نہ لیتی ہوئی بولیں۔

"مونگ دلنی نہیں آتی مجھے، کوئی اور کام کروالینا۔" اگر وہاں اسکی بات کو ویلیو نہ دی گئی تو یہی بے نیازی ادھر بھی تھی۔ وہ ضرور ایک تھپڑ کی مستحق ہوتی اگر ان دونوں کی جنگی کارروائی میں واجد صاحب مخل نہ ہوتے۔

"بیٹا کوئی زبردستی نہیں ہے۔ پہلے جو رشتے آئے ان کو رد کرنے کا جواز مضبوط تھا تو میں تمہارا ساتھ دیا کرتا تھا۔ اب کی بار آئے رشتے کو رد کرنے کا ایک ہی جواز تھا جو اُدھر سے ٹھکرا دیا گیا ہے مگر میں پھر بھی تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہاری کیا مرضی ہے؟" واجد صاحب نے بہت سلیقے سے اس سے بات کی کیونکہ وہ ان سے زیادہ قریب تھی۔

For more visit (exponovels.com)

"ابا مجھے شادی نہیں کرنی ہے۔" وہ منہ بسورتی ہوئی بولی کیونکہ اسے اس ٹاپک سے کوفت ہوتی تھی اور ابا کے سامنے تو خواہ مخواہ شرم آنے لگتی تھی۔

"اس بات کے علاوہ کوئی ٹھوس وجہ بتاؤ بخت بچے۔" واجد صاحب نے مسکراتے ہوئے اسے پوچھا تو وہ ایک نظر ماں باپ کے چہروں سے چھلکتے سکون کو دیکھتی ہوئی گہری سانس بھر کے سر جھکا گئی۔

"اگر آپ کا دل مطمئن ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ جو آپ دونوں سوچیں گے، وہ میرے لیے بہتر ہی ہوگا۔" اس نے بنا ہچکچاہٹ کے جواب دیا تو واجد صاحب کا سینہ فخر سے چوڑا ہونے لگا۔ وہ پیار سے اسکا سر تھپتھپاتے ہوئے اسے دعائیں دیتے باہر نکل گئے۔

شادی سے انکاری ہونے کے باوجود وہ اس اٹل حقیقت کو مانتی تھی کہ اسکی شادی ضرور ہوگی کیونکہ یہی معاشرے کا دستور رہا ہے مگر لڑکے کیلئے اسکی ترجیحات عجیب سی تھیں۔ اسے رشتے کیلئے آئے لڑکے زہر لگتے تھے اور لڑکے کے گھر والوں کے رویے کا وہ بہت خیال رکھتی تھی جب کوئی بات اسکی عزتِ نفس یا ان کے گھر کی عزت کو کراس کرتی نظر آتی وہ انہیں نو دو گیارہ کروا دیتی تھی شاید اسی وجہ سے قدسیہ بیگم کی ہزار کوشش کے باوجود اسکی شادی ابھی تک نہ ہو سکی تھی لیکن اب کی بار اسکے تمام اعتراضات کی وجوہات سرے سے ہی غائب تھیں تو اس نے بھی سب ماں باپ پہ ڈال دیا۔

"اچھا بھلا اس بچہ چور کو پکڑوانے کا ارادہ بنا رہی ہوں لیکن یہ اماں شادی کا کھڑاگ لے کے آگئی ہیں۔ اب تو گھر سے نکلنا بھی مشکل کر دیں گی۔" سونے کیلیے لیٹتی وہ کوفت سے بڑبڑائی کیونکہ اسکے اندر جنون سوار ہو چکا تھا اس بچہ چور کی کمپنی بند کروانے کا۔

"چلو کوئی بات نہیں۔ کافی بااثر لگتے ہیں مجھے یہ لوگ اگر رشتہ ہو گیا تو اپنے شوہر سے چھترول کرواؤں گی اور اگر نہ ہوا تو پھر میں خود ہی اسکو دیکھ لوں گی۔" اسکے خطرناک عزائم عروج پر تھے وہ اس "بچہ چور" کو جھٹکے دینے کا سوچ رہی تھی جبکہ زندگی کا سب سے بڑا جھٹکا اسے کچھ دنوں بعد ہی لگنے والا تھا۔

"ارے آپا! کیا بتاؤں، کتنا بڑا اور شاندار گھر ہے اور اس سے بھی زیادہ شاندار تو ہیری بھائی ہیں۔" اماں اور ابا کے ہمراہ گیا عمیر جب سے آیا تھا یہی سب بولے جا رہا تھا۔ اسکی ایک ہی رٹ سے وہ اکتا گئی تھی۔

For more visit (exponovels.com)

"کتنی دفعہ بتائے گا یہ سب مجھے اور یہ ہیری کون ہے اب؟" آج چونکہ قدسیہ بیگم کی غیر موجودگی کے باعث وہ ہانڈی بنارہی تھی اس لیے کچن کی طرح اسکا مزاج بھی تپا ہوا تھا۔

"جس سے تمہاری شادی ہونی ہے وہ، پورا نام تو بہت مشکل ہے انہوں نے ہی کہا کے ہیری بلالیا کرو۔" اس نے پوری تفصیل سے جواب دیا تو اس نے برا سا منہ بنایا۔

"جب نام ہی اتنا کوجا اور بچوں والا ہو تو بندہ کوئی پیارا سا بندہ تصور بھی کیسے کر سکتا ہے؟" وہ سر جھٹکتی ہوئی برے برے منہ بناتی ہوئی ہانڈی میں چمچ ہلانے لگی۔

"ہیری بھائی اپنی تصویر دینے لگے تو میں نے کہا ہمارے پاس ویسا فون نہیں ہے۔ آپا ایک بار ہی آپ کو دیکھ لیں گی۔" وہ مزید بولا جب وہ چمچ اٹھاتی اسکی طرف لپکی۔

"نکل یہاں سے ہیری بھائی کے چمچے، میں جیسے بے تاب ہو رہی اس ہیری میری کو دیکھنے کیلئے۔" اسے تو تپ ہی چڑھ گئی تھی اسکی بات سن کر اس لیے وہ ضبط کھوتی چلائی۔

"اب یہ لوٹھوں کی طرح چلانا کم کر دے اور دھیما دھیما پیارا پیارا بولا کر۔" وہاں آتی قدسیہ بیگم نے جب اسکا یہ انداز دیکھا تو ٹوکنے لگیں۔

"بڑی عمر پڑی ہے آپ، آپ اور ہم، ہم کرنے کیلئے۔" وہ سر جھٹکتی ہوئی بے نیازی سے بولی تو آج اماں خلافِ توقع مزید اسے لتاڑے بغیر بس ایک گھوری پہ اکتفا کرتیں ہوئی آٹا چھاننے لگیں۔

"کیسے فائنل ہوا تیرا رشتہ، وہ مان کیسے گئی تمہیں دیکھنے کے باوجود بھی؟" جب سے اسے پتہ چلا تھا اس "جھانسی کی رانی" سے اسکا رشتہ فائنل ہو گیا ہے، وہ متجسس سا اس سے پوچھ رہا تھا۔

"میں اسکے سامنے گیا ہی نہیں اور چونکہ ان کے گھر اینڈرائیڈ فون نہیں ہے اس لیے دیکھنے کے چانسز بھی نہیں۔" وہ اطمینان سے کرسی جھلاتا ہوا بولا۔

"تمہارا کارڈ ہے اس کے پاس، نام سے بھی نہیں پہچانا کیا؟" وہ متعجب اور متجسس تھا۔

"شاید بھول گئی ہو یا دھیان نہ دیا ہو۔ خیر میں نے اسکے گھر والوں کو کہا کہ مجھے ہیری کہا کریں۔" وہ بائیں آنکھ دباتا ہوا کمینگی سے بولا۔

For more visit (exponovels.com)

"بہت بڑا خبیث ہے تو۔ "وہ اسے لتاڑنے لگا مگر وہ مطمئن تھا۔

"اب آگے کی کاروائی تیرے ہاتھ میں ہے، جو کچھ کرنا ہوا میں ٹیکسٹ کر دوں گا۔ "وہ اسے یاد کرواتا ہوا بولا۔

"مجھے کیوں پھنسا رہا ہے ساتھ میں اگر دادو بیگم کو بھنک بھی پڑ گئی نا تو میری جوتوں سے تواضع کریں گی۔ "وہ اسے باز رکھنے کو بولا حالانکہ جانتا تھا فائدہ کوئی نہیں ہے۔

"ساری غلطی ہی تیری تھی۔ تیری وجہ سے وہ میری انسلٹ کر کے گئی ہے۔ "وہ سارا ملبہ اس پہ ڈال کے بولا تو وہ آنکھیں پھاڑے اس صدی کے ڈھیٹ ترین انسان کو دیکھنے لگا۔

"حمیر ادھر آیئے۔ "وہ جو مگن سا موبائل کی سکرین پہ انگلی پھیرتا ہوا سیڑھیاں اتر رہا تھا، رمیشہ بیگم کی پکار پہ ہال کی طرف چل دیا جہاں وہ عائلہ بیگم اور لڑکیوں کے ہمراہ نجانے کیا کیا الابلا بکھیر کے بیٹھی تھیں۔

"جی۔ "اسکا دھیان ابھی بھی موبائل کی طرف ہی تھا۔

"ادھر دھیان کیجیے اور بتایئے خوش بخت بیٹی کیلئے یہ برائیڈل ڈریس کیسا رہے گا؟ "ان کی پرجوش آواز پہ اس نے ٹھٹھک کے سامنے پھیلایا گیا زرتار لباس دیکھا۔

اس نے نظریں اٹھا کہ سرمئی رنگ کی لانگ فراک کو دیکھا جس پہ سلور گرے اور میرون موتیوں کا خوبصورت کام بنا ہوا تھا۔ ساتھ میرون لہنگا، سرمئی رنگ کے نیٹ کا دوپٹے پر نفاست سے بنا کام آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا۔ اس نے ایک پل کو اسکا خیال ذہن میں لاتے ہوئے اس ڈریس کو دیکھا تو اسکا منہ کڑواہٹ سے بھر گیا۔

"کیسا ہے؟ آپ نے بتایا نہیں؟ "اسکی خاموشی پہ دوبارہ استفسار ہوا تو وہ چونکتا ہوا بمشکل اپنی ناگواری دبا پایا۔ وہ انہیں یہ نہ کہہ سکا کہ اس کچھ وقت کی شادی کیلئے اس پہ اتنا خرچہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

"پیارا ہے۔ "جواب دیتے ہی وہ جلدی سے وہاں سے نکل گیا، آیا کہ مزید اداکاری نہ کرنی پڑ جائے۔

For more visit (exponovels.com)

"بھابھی اپنے حمیر کی شادی کتنی عجیب سی ہو رہی ہے نہ ایک دوسرے کو دیکھا، نہ بات کرتے ہیں اور سب سے بڑی بات کہ حنیر جیسا بندہ جو اتنا چوزی ہے۔ وہ بھی اپنی شادی کی شاپنگ میں دلچسپی نہیں لے رہا۔" منزہ بیگم تفکرات میں گھری بولیں۔

"منزہ! آپ جانتی ہیں نا کہ اماں بیگم کو کیسی بہو پسند ہے۔ اسی لیے اس نے سب کام اماں بیگم کی مرضی اور پسند سے کیے ہیں۔" وہ اسکی اتنی فرمانبرداری پہ سرشار سی بول رہی تھیں۔

"ہاں! یہ بھی اللہ کا شکر ہے کہ یہ اونٹ کسی کروٹ بیٹھا تو صحیح ورنہ دونوں دادی پوتے نے گھر میں جنگ کا سماں بنایا ہوا تھا۔" منزہ بیگم بھی ان کی بات متفق ہوتی ہوئی خوشگواری سے بولیں تو وہ مسکرا دیں۔

"مہندی کا فنکشن کمبائن کرنا ہے؟" رمیشہ بیگم کی کسی کزن نے استفسار کیا۔

"نہیں، کیونکہ ان کی طرف ایسا رواج نہیں ہے۔ ہاں بچیاں جا کے اپنی مرضی سے رسم ضرور کریں گی۔" انہوں نے نہیں بتایا کہ اس سب کیلئے اگر خوش بخت کے گھر والے راضی نہیں تھے تو ان کا موڈی بیٹا بھی اس چیز کے حق میں نہیں تھا کیونکہ پھر سے سوالات شروع ہو جاتے تھے جو اس بات پہ آرکتے کہ حمیر شادی سے خوش نہیں ہے۔

"ہمم! صحیح ہے۔" انہوں نے سر ہلایا اور ان کے ہاتھ سے سوٹ لے کہ تہہ کرنے لگیں۔

..------------------

"ایک تو تمہیں شاپنگ کرنے کا بھوت نجانے کیوں ہر چوتھے روز چٹ جاتا؟" وہ جھنجھلاتی ہوئی اپنی اکلوتی دوست پہ اپنی جھلاہٹ اتار رہی تھی، جسے شاپنگ کرنے کے ساتھ بارگیننگ جیسی گندی بیماری کے علاوہ ناقابل برداشت بیماری یہ تھی کہ اسے ساتھ لے کر بازار جانا جو اسے سخت زہر لگتا تھا۔

"اور مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ تمہیں وہ بھوت کیوں نہیں چمٹتا۔" دکانوں کے آگے سے گزرتے ہوئے وہ ایک دوسرے پہ طنز کر رہی تھیں۔

"اچھا ہے نا ہی چمٹے مجھے اور پلیز یہ بھوتوں کی باتیں بند کرو۔" وہ جھرجھری لیتی ہوئی بولی۔

"شروع کس نے کی تھی؟" وہ آنکھیں نچا کر بولتی کپڑوں کی دکان میں اسے ساتھ لیے گھسی۔

"یار شادی ہے تمہاری اور تم نے ایک بھی سوٹ اپنی مرضی سے نہیں لیا۔ خدا کیلئے خوشی لڑکیوں والی فیلنگز پیدا کر اپنے اندر۔" اسے بے پرواہی سے شاپ میں نگاہیں گھماتے دیکھ کر اس نے اسکا دھیان اپنی طرف مرکوز کروایا۔

For more visit (exponovels.com)

"اگر یوں بازاروں میں پھرنے سے لڑکیوں والی فیلنگز آتی ہیں تو میں فیلنگ لیس ہی ٹھیک ہوں۔" وہ ہاتھ جھاڑتی اطمینان سے بولی تو وہ تپ کے رہ گئی۔

"خالہ پہ ترس آتا ہے مجھے جو تجھ جیسی ماہی منڈا ٹائپ کی شادی کی تیاری کیلئے شاپنگ کر رہی ہیں۔" رومانہ نے طنزیہ کہا۔

"میں نے تو اماں کو منع کیا تھا کہ اتنا کچھ نہ لو مگر انہیں درد سر لینے کا شوق ہے" وہ اطمینان سے بولتی پوری جان سے سامنے دیکھتی ٹھٹکی۔ اس نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے اس دکان کے شیشے کے دروازے سے باہر جھانکنے کی کوشش کی اور پھر مطلوبہ ہدف کی یقینی ملتے ہی وہ رومانہ کو وہیں رکنے کا کہہ کے سرپٹ دوڑی جبکہ وہ ہونق سی اسکی پھرتی چیک کرتی وہاں کھڑی رہ گئی۔

"اوہیلو مسٹر!" اس نے دکان کے سامنے بنے آئس کریم پارلر سے نکلتے کپل کو گاڑی کی جانب بڑھتے دیکھ کر زور سے ہانک لگائی مگر ان تک آواز نہ جا سکی وہ پھر سے زور سے بولی۔

"اوہیلو مسٹر بچہ چور!" اس نے بچہ چور پہ زور دیتے ہوئے پکارا تو سونیا زبیر کو آئس کریم کھلا کے گاڑی کا دروازہ کھولتا ہوا احمیت مرزا بھرپور انداز سے چونکتے ہوئے مڑا جہاں "وہ" خاصے خونخوار انداز میں اسے گھور رہی تھی۔ وہ کراہ اٹھا بلکہ گڑبڑا اٹھا کیونکہ اس سے کچھ بعید نہ تھا جبکہ سونیا اس صورتحال پہ حیران اس لڑکی کو تک رہی تھی، جو انہیں روکے ہوئے تھی۔

"بڑے خوش باش لگ رہے ہو؟ کہیں اپنا گھٹیا مشن تو پورا نہیں کر لیا؟" وہ آنکھیں اسکے خوبرو چہرے پہ گاڑھتے ہوئے سی آئی ڈی کا فضول ترین سیکوئل لگ رہی تھی۔

"آپ کون ہیں اور ان فضول سوالات کا مقصد؟" وہ کم از کم سونیا کے سامنے بدمزگی نہیں چاہتا تھا اس لیے انجان بنا۔

"ہاہ! مجھے بھول گئے، مطلب مجھے؟ مجھ سے تو تمہارا بہت گہرا کنکشن جڑنے والا ہے۔" اسکے بڑے انداز سے آنکھیں مٹکا مٹکا کر کہنے پہ جہاں سونیا کی آنکھیں حیرت سے پھٹی تھیں، وہیں وہ گڑبڑا اٹھا۔

"گہرا کنکشن، اسے خبر تو نہیں ہوگئی؟" اس نے غور سے اسے دیکھا جو آج بھی سیاہ چادر میں ملفوف تھی۔

For more visit (exponovels.com)

"کیسی بکواس کر رہی ہو تم؟ کیسا کنکشن اور تم کیسے جانتی ہو اسے؟" سونیا بھڑکتی ہوئی بولی تو اس نے گردن گھما کے اسے دیکھا۔

"او نیا شکار، کر لو مزے لیکن کوئی بات نہیں کچھ دن کی ہی بات ہے۔" وہ ذسے دھمکی دیتی سونیا کے سوالات نظر انداز کر گئی۔

"ان فضول باتوں کو چھوڑو محترمہ اور راستے سے ہٹو۔ نجانے پاگل کہاں کہاں سے اٹھ کے چلے آتے۔" وہ سونیا کی نگاہوں کے سوالات کو نظر انداز کرتا ہوا اسے ہٹنے کا کہتے ہوئے مڑنے لگا کیونکہ ایک بات کنفرم ہو چکی تھی کہ وہ ایک پاگل لڑکی تھی جو ایک انجان مرد کو ایک ختم ہوئے قصے کے لیے بیچ راستے میں روکے کھڑی تھی۔

"فضول باتیں نہیں ہیں یہ یہ مت سمجھنا میں سب بھول چکی ہوں، بس کچھ دن انتظار کرو اپنے شوہر سے کہہ کے سب سے پہلے تمہاری کمپنی کا دیوالیہ نکلوا کر تمہیں سزا دلواؤں گی۔" اسکے خطرناک و منتقم عزائم سن کے ضمیر مرزا کے دل میں ٹھنڈک سی اترنے لگی کیونکہ اسکی بات سن کے جو وہ سوچ رہا تھا وہ خوش بخت کے ہوش اڑانے والا تھا۔

"اچھا تو تم اپنے شوہر سے کہہ کے مجھے سزا دلواؤ گی؟" اس نے شوہر پہ زور دیتے ہوئے دلچسپی سے پوچھا جبکہ دل اسکا کر رہا تھا وہ زور زور سے قہقہے لگائے۔

"بالکل۔" وہ گردن اکڑا کے بولی۔

"او کے میں ویٹ کروں گا، چلو ڈیئر چلتے ہیں۔ اس سے پہلے کے یہ پاگل محترمہ شوہر سے بچوں پہ آ جائیں۔" اسے اطمینان سے کہتا ہوا وہ سونیا کو اشارہ کرتا گاڑی زن سے بھگا لے گیا جبکہ وہ وہیں کھڑی اسے کوسنے دیتے ہوئے شاپ میں کھڑی رومانہ کو بھولی ہوئی تھی۔

"میری بچی! میری بات ذرا غور سے سنو، کچھ دیر بعد حویلی سے رسم کیلئے لوگ آنے والے ہیں۔ لڑکیاں بھی ہوں گی اور لڑکے بھی۔" پیلے رنگ کی شارٹ کرتی کے ساتھ ملٹی رنگوں کا خوبصورت شرارہ پہنے، ساتھ گرین اور

For more visit (exponovels.com)

اورنج امتزاج کا دوپٹہ اوڑھے ہلکے پھلکے پھولوں کے زیورات سے سجی خوش بخت سے قدسیہ بیگم بہت احتیاط سے مخاطب ہوئیں جسے اسکی دوست ابھی تیار کر کے گئی تھی۔

"ایسے موقعوں پہ ہنسی مذاق ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے اگر وہاں سے کوئی لڑکا ہنسی مذاق کرے تو مکانہ جڑ دینا اسے، ہر رشتے کا الگ مقام ہوتا ہے۔" وہ اسکی فطرت سے واقف تھیں اس لیے اسے سمجھا رہی تھیں۔

"اتنی عقل ہے مجھے۔" وہ نروٹھے انداز میں بولی تو انہوں نے بے ساختہ اسکی دمکتی بے داغ پیشانی چومی۔ وہ جو ہمیشہ سادہ رہی تھی اس وقت بہت حسین لگ رہی تھی۔

"اللہ نظر بد سے بچائے۔ ہم نے ہمیشہ تمہیں اپنی ذات کی حفاظت کیلئے آگے کیا ہے میری بچی مگر یہ بھی ذہن میں رکھنا کہ سب ایک جیسے نہیں ہوتے اور جب رشتوں میں بندھ جائیں تو ہر رشتے کی الگ حیثیت ہوتی ہے۔ اس لیے سب کو ایک ساتھ جوڑ کے ان سے مل جل کے ہنسی خوشی رہنا۔ تم حویلی کی بڑی اور اکلوتی بہو ہو میری بچی، اس مرتبے کا خیال رکھنا اور ہمیں اور ہماری تربیت کو شرمندہ نہ ہونے دینا۔" وہ اسکے ہلکی ہلکی خشک ہوتی مہندی سے سجے ہاتھوں کو تھامے اسے سمجھا رہی تھیں۔

"ایک اور بات میری بچی۔" وہ گلا کھنکھارتے ہوئے بولیں تو اس نے سوالیہ انداز میں انہیں دیکھا۔

"بیٹا شوہر کے مقام سے واقف تو ہو گی نا تم۔ پڑھی لکھی ہو، جانتی ہو گی کہ اللہ تعالیٰ نے شوہر کو بہت بلند مقام عطا کیا ہے۔ میں تمہیں یہ نہیں کہوں گی کہ کسی غلط بات میں اسکا ساتھ دو مگر یہ بھی نہیں کہوں گی کہ مرد کے ساتھ مقابلہ کرو۔ میری بچی جھکنا پڑتا ہے لیکن وہاں جھکو جہاں فائدہ نظر آئے۔ جہاں مزید جھکایا جائے وہاں اپنے لیے اٹھ کھڑی ہونا۔ آج آخری بار یہ باتیں سمجھا رہی ہوں۔ مجھے آکے بار بار سسرال کی باتیں نہ بتانا کیونکہ جو لڑکی میکے سے اپنی مرضی تعلیم لے کر سسرال میں رہنے کے طریقے سیکھتی ہیں، انہیں ڈگری میں کچھ اور ہی ملتا ہے۔ اس لیے میری بچی ساری باتوں کا دھیان رکھتے ہوئے اپنی نئی زندگی شروع کرنا اور ہاں۔۔" وہ جو غور سے اماں کی باتیں سختی پلو سے باندھ رہی تھی اماں کے رکنے پہ چونکی۔

"شوہر ہاتھ بھی لگاتا ہے، پیار بھی کرتا ہے اور مسکرا کے بھی دیکھتا ہے۔ اس لیے کوئی بیوقوفی کر کے کسی کو خود پہ ہنسنے کا موقع نہ دینا۔" انہیں بروقت یاد آیا تو وہ شرم و حیا کو بیچ میں لائے بغیر اسے ٹوکنے لگیں۔ وہ جھنجھلائی۔

For more visit (exponovels.com)

"پتہ ہے مجھے ،دے گئی مجھے آپ کی سگی تعلیم۔" وہ ان باتوں سے دل میں ابھرتے جذبات کی یورش سے گھبراتی ان سے الجھ پڑی۔ وہ اس کی کیفیت سمجھتی ہوئی مسکرا کر اسے ساتھ لگا گئیں۔ ایک دم بیٹی سے جدائی کے احساس نے انہیں بہت بری سے اپنی گرفت میں لیا تھا۔ ان کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

"اومائی گڈنیس بھابھی! یو آر لکنگ سو ایلیگینٹ اینڈ سویٹ۔" ماہم نے اسے دیکھتے ہی اپنے مخصوص پرجوش انداز میں بولی تو باقی سب نے مسکراتے ہوئے اسکی تائید کی۔

"بالکل، ہمیں اب اندازہ ہوا کہ بھائی کو ساتھ نہ لا کر ہم نے ان کے ساتھ کتنی زیادتی کی ہے۔" وانیہ شرارت سے بولتی سر جھکا کے بیٹھی خوشی کا دل انوکھی طرز میں دھڑکا گئی۔

"چلیں ہم ان کی غیر موجودگی کا احساس کرتے ہوئے کچھ نعم البدل لے چلتے ہیں ساتھ۔" حنظلہ نے شوخ انداز سے کہتے ہوئے کیمرہ آن کیا تو سب اسکی بات سمجھتے ہوئے مسکرا دیے۔

"بالکل، چلیں بھابھی پیاری سی سمائل دیتے ہوئے کیمرے کی طرف دیکھیں۔" عانیہ حنظلہ کے ساتھ کھڑی ہوتی اسے ہدایات دینے لگی۔ وہ ٹھس سی بیٹھی اپنی حیا سے مغلوب ہوتی کیفیت سے چڑ رہی تھی۔ اسکے ساتھ ایسا پہلی بار ہو رہا تھا کہ کسی کا تذکرہ اسکا دل دھڑکا رہا تھا اور اسے خواہ مخواہ شرم محسوس ہو رہی تھی جس کے باعث وہ چڑچڑی ہو رہی تھی کیونکہ اپنی مغلوبیت اسے کبھی بھی پسند نہ تھی۔

"بھابھی تھوڑا سمائل کریں نا ایسے پریشان کیوں بیٹھی ہیں؟" ماہم نے اسکے ہلکی سی گھبراہٹ کی جھلک لیے فطری حیا سے سرخ چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو عمیر جھٹ بول اٹھا۔

"مجھے لگتا ہے آپا کہ منہ میں مکڑی نے جالے بنا لیے ہیں کیونکہ آپا ایسے آدھے گھنٹے سے زیادہ تو دانتوں میں درد ہونے پہ بھی چپ نہیں کر تیں تب بھی ہائے وائے ضرور ہی کرتی ہیں۔" اس نے بڑی مدبر انداز میں پیشین گوئی کی تو سب کا مشترکہ قہقہ گونج اٹھا۔

For more visit (exponovels.com)

"سب سے پہلے اٹھ کے تیرے ان گوریلے جیسے دانتوں کو توڑوں گی۔" حیا کو پرے پھینکتی وہ زبردست گھوری سے اسے نوازتے ہوئے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے دھمکی دیتے ہوئے بولی تو وہ جھرجھری لیتا نظر پھیر گیا، شیرنی کا فی الحال چپ رہنا ہی بہتر تھا۔

"چلیں بھابھی رسن شروع کرتے ہیں۔ وقت کافی ہو چکا ہے۔" مزید کچھ دیر گپ شپ لگانے کے بعد منزہ بیگم عائلہ بیگم اور ریشہ بیگم سے بولیں جو قدسیہ بیگم اور ان کی جاننے والیوں سے محو گفتگو بچوں کی باتیں بھی انجوائے کر رہی تھیں۔

"ہاں چلیے شروع کرتے ہیں۔" ریشہ بیگم ان کی تقلید میں اسٹیج کی جانب بڑھ گئیں جہاں ان کی اکلوتی بہو پھولوں سے سجی مہک رہی تھی۔

....

"ہاں تو بھئی نوشے میاں! آخر آج لینے جا ہی رہے ہو اپنی دلہن؟" شیروانی کے بٹن لگاتے ہوئے اسکے کانوں نے اسکی منحوس آواز سنی تو منہ کا زاویہ بگڑ گیا۔

"کیوں تجھے کوئی شک ہے؟" اس نے تیکھے چتونوں سے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"نہ نہ مجھے شک کوئی نہیں میں تو بار بار تسلی کر کے دل کو سکون پہنچاتا ہوں۔" وہ آنکھیں گھما گھما کے کہتا اسکا دماغ گھما گیا۔

"کیوں تجھے کیوں سکون ملتا؟" اس نے دانت پیستے ہوئے پوچھا حالانکہ دل اسکی گردن مروڑنے کا کر رہا تھا مگر نہیں اس سے آج ابھی بہت ضروری کام تھا اس لیے برداشت کرنا ناگزیر تھا۔

"جس سے تو شادی کرنے والا ہے نا، وہ سب کچھ جاننے کے بعد جو تیرے ساتھ سلوک کرنے والی ہے وہ سوچ کے دل کو سکون آتا ہے۔" وہ بلیک پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتا مزہ لینے والے انداز میں بولا تو اسکا پارہ ایک دم سے ہائی ہوا لیکن اسکی مسکان دیکھ کر وہ ٹھٹھکا اور اس نے غور سے مسکراتے ہوئے ہارون کو دیکھا۔

"فکر مت کر، میری حالت تیری حالت سے کم ہی بگڑے گی کیونکہ قانونی کاروائی تیرے ہاتھوں سے طے پائی جانی ہے۔" اسکی تپے ہوئے انداز میں کہی گئی بات پہ ہارون کے چہرے سے مسکان پل میں غائب ہوئی۔

For more visit (exponovels.com)

"کس قدر خبیث انسان ہے تو، میں تیرا سر پھاڑ دوں گا اگر تو نے اس جھانسی کی رانی کو بتایا کہ میں نے یہ سب کیا ہے۔" وہ اسکو چھیڑنا بھول بھال کے وارن کرنے لگا۔ حمیر کی اسکی ہنسی چھوٹ گئی۔ اسکے یوں بلاموقع ہنسنے پہ ہارون کو غصہ آگیا مگر دروازے پہ ہوتی دستک کے ساتھ نیچے آنے کا بلاوا اُن کے وہ صبر کے گھونٹ بھرتا اس نوشے میاں کو لے کر نیچے جانے لگا جو فتح مندی اور خود پرستی کے احساس سے کھلا جا رہا تھا۔

"خوش بخت ولد واجد علی آپکا نکاح حمیر مرزا ولد سعود مرزا کے ساتھ بعوض پچاس لاکھ روپے حق مہر کیا جاتا ہے، کیا آپکو یہ نکاح قبول ہے؟"

جاری ہے۔۔۔

For more visit (exponovels.com)

ہمساز میرے

از حوریہ ملک

قسط3

نکاح کا مرحلہ ایسا کڑا وقت ہوتا ہے جب مضبوط سے مضبوط لڑکی بھی ایک بار تھرا جاتی ہے۔ اسکا دل بھی کانپنے سا لگ جاتا ہے، گھر کو چھوڑنے کا احساس ہر خوشی، ہر احساس پہ حاوی ہو جاتا ہے۔ یہی اس وقت خوش بخت کے ساتھ ہو رہا تھا۔ نکاح کے لیے ساتھ آئے واجد صاحب کا ہاتھ جب نکاح کے وقت اس نے اپنے سر پہ محسوس کیا تو اسکا دل چاہا وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دے، وہ اپنے غم میں اتنی منہمک تھی کہ وہ نکاح کیلیے دہرائے گئے نام پہ بھی غور نہ کر سکی اور سر پہ رکھے ہاتھ کے دباؤ پہ خاموشی اور دلی رضامندی سے ایک قطعی انجان مرد کو اللہ اور اسکے رسول کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے اپنے آپ سے جوڑ لیا۔

"ماشاءاللہ مبارک ہو۔" مولوی صاحب سے نکاح کے پیپر زلے کر دستخط کروانے کے بعد بیرسٹر ہارون جنید نے دھڑکتے دل کے ساتھ سب کو مبارکباد پیش کی تو ماحول ایک دم سے بہت سی آوازوں سے گونجنے لگا۔

نکاح کی کارروائی کے بعد جب سجی سنوری خوش بخت کو حمیر مرزا کے ساتھ بٹھایا گیا تو تب بھی اس اکڑو شہزادے کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہ آئی بلکہ وہ یونہی بازو پھیلا کر شان سے بیٹھا رہا، گویا سلطنت جیت کے آیا ہو اور یہ اس کے لیے سلطنت کی فتح جتنا ہی اہم موقع تھا۔ وہ اسے شکست دینے جا رہا تھا جس نے دونوں بار سامنا ہونے کی صورت میں اسے ناکوں چنے چبوا دیے تھے مگر اب باری اسکی تھی۔ مختلف رسموں اور کھانے کے بعد رخصتی کا غلغلہ سا اٹھنے لگا تو حمیر مرزا کے ہمراہ خوشبوؤں میں مہکتی، تھوڑی گھبرائی ہوئی خاموش سی خوشی کا دل لرزنے لگا، والدین سے بچھڑنے کا احساس پورے وجود کو گھیرنے لگا۔ آنکھیں جھلملانے لگیں اور پھر سب نے دیکھا کہ وہ من موجی سی لڑکی اپنی رخصتی پہ اس قدر ٹوٹ کے روئی کہ سب کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں پھر مرزا بیگم کے چپ کروانے پہ وہ سر جھکا کر والدین کی دعاؤں اور قرآن مجید کے سائے تلے وہاں سے رخصت ہو گئی۔

For more visit (exponovels.com)

مرزا بیگم حویلی میں اسکا استقبال اتنے ہی والہانہ انداز سے ہوا جس طرح اس حویلی کے اکلوتے پوتے کی بیوی کا ہونا چاہیے تھا۔ سرخ پھولوں کی روش پہ چلتے ہوئے وہ سر جھکائے اپنے شوہر کی ہمراہی میں اندرونی حصے کی طرف آئی جہاں مختلف رسموں، شور شرابے اور گپ شپ کے بعد اسے اسکے کمرے میں پہنچانے کی باتیں ہونے لگیں۔

"بھائی کو بلائیں، وہ لے چلیں بھابھی کو کمرے میں۔" ماہم نے شرارت سے کہا تو خوشی کا دل سٹپٹا اٹھا۔

"بھائی نجانے کدھر غائب ہو گئے ہیں۔" غانیہ منہ پھلاتی ہوئی بولی تو اس نے بے ساختہ شکر کا سانس لیا۔

"چلیے عائلہ بیگم بچی کو کمرے میں پہنچادیں، صبح سے بیٹھی تھکاوٹ سے چور ہو چکی ہو گی۔" مرزا بیگم کی بات پہ اسکا دل خوش ہونے لگا کیونکہ وہ تو ایک گھنٹہ بھی ٹک کے بیٹھنے والی نہیں تھی اور آج یوں مسلسل ایک ہی پوزیشن میں بیٹھے رہنے سے اسکی کمر تختہ بن چکی تھی۔ عائلہ بیگم، ماہم اور وانیہ کے ہمراہ وہ اپنے لیے سجائے گئے کمرے کی اور چل دی۔

"ریلیکس ہو کے بیٹھو بچے آپ۔" اسے ریلیکسڈ انداز میں بٹھاتے ہوئے وہ ملازمہ کو انٹر کام کے زریعے اسکے لیے دودھ اور فروٹس منگوانے لگیں جبکہ ماہم اور وانیہ اس سے ہلکی پھلکی باتیں کرتی ہوئی اسکی جھجھک دور کرنے کی کوشش کرنے لگیں۔

"چلیں بیٹا چلیں اور بھائی کو بھیجیں۔" عائلہ بیگم کچھ دیر بعد اشارے سے انہیں اٹھاتی خوش بخت کی پیشانی چوم کے دعائیں دیتی ہوئیں کمرے سے چل دیں۔

ان سب کے جانے کے بعد اس نے کچھ دیر انتظار کے بعد جھکا سر اٹھایا اور سیدھی ہو کے گہری سانسیں لینے لگی۔ وائٹ اور ڈارک گرے امتزاج سے سجا وہ ماسٹر بیڈ روم پہلی نظر میں ہی اس کی دلچسپی کھینچنے لگا۔ وہ آنکھیں پوری طرح کھولے کمرے کو دیکھنے لگی جو آج خوش قسمتی سے صاف اور مہذب دکھ رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ گردن پیچھے کی طرف گھماتی اور بیڈ کراؤن کے اوپر لگے خوبصورت پورٹریٹ میں اپنے مجازی خدا کا دیدار کرتی، ڈورناب گھومنے کی آواز پہ اسکی حسیات فوراً جاگیں مگر اس سے پہلے کہ وہ گھونگٹ نیچے کرتی، دروازے سے نمودار ہوتی شخصیت کو دیکھ کر اس پہ حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اسکے اوپر کو اٹھے ہاتھ جب نیچے گرے تو بازوؤں میں پڑی چوڑیوں نے بڑے دلنواز انداز میں گنگناتے ہوئے آنے والے کا استقبال کیا، جو دروازے کے پاس دم سادھے

منجمد نگاہوں سے اسے تک رہا تھا۔ جب ریشہ بیگم نے اس سے ڈریس کا پوچھا، جب سب اسکا نام لے کہ چھیڑتے، حتیٰ کہ آج اسکے پہلو میں بیٹھنے پر بھی ایک لمحے کے لیے بھی اس کے دل میں یہ خیال نہ آیا کہ وہ اسے دیکھے یا محسوس کرے، ڈریس کو دیکھ کر اسکے خیال نے اسکے اندر کڑواہٹ بھر دی تھی مگر وہ کڑواہٹ اس وقت سرمئی اور میرون امتزاج کے لہنگے جس پہ سلور گرے اور میرون موتیوں کا خوبصورت کام ہوا تھا پہنے، سولہ سنگھار کیے، مہندی اور خوشبوؤں سے خود کو مہکائے بیٹھی، وہ اسکی توقعات سے برعکس دکھائی دیتی خوبصورت سی لڑکی کو دیکھ کر ہوا میں اڑنے لگی۔ اسکے احساسات بڑی سبک روی سے منہ زور ہونے لگے تھے۔ ملکیت کا دلکش احساس سر چڑھ کر بولنے لگا تھا۔ اسکا نوخیز کلیوں جیسا دلکش سراپا ایک لمحے کو اسے سب کچھ بھلانے لگا۔ وہ بھولنے لگا کہ اس نے شادی کیوں کی تھی، وہ بھول گیا تھا کہ یہ شادی ایک سال کے کانٹریکٹ کے لیے کی گئی تھی۔ وہ اپنے قدم اس پل ہونق بنی خوش بخت کی طرف بڑھاتے ہوئے یہ فراموش کر بیٹھا تھا کہ یہ شادی بدلے کے لیے کی گئی تھی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" اسکے عالم مدہوشی میں اٹھتے قدموں کو اسکی بلند و متحیر آواز نے روکا۔ وہ ایک جھٹکے سے ہوش میں آیا، اس نے سر جھٹکتے ہوئے اسکا ہوشربا سراپا دیکھا جو اس پل بیڈ سے کھڑی ہوتی اسے شرربار نگاہوں سے اسے گھور رہی تھی۔ ایک پل لگا تھا اسے واپس اپنے خول میں مقید ہونے میں۔

"کیوں میں اپنے کمرے میں کیوں نہیں آسکتا؟" اس نے بھنویں سکیڑتے ہوئے اس سے استفسار کیا جو اسکی بات پہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے اسے دیکھنے لگی۔

"تمہارا کمرہ؟" وہ بے یقینی سے اسے دیکھتی ہوئی بولنے لگی۔

"ہاں میرا کمرہ، کیوں نکاح کے وقت میرا نام نہیں سنا تھا کیا؟" اس نے بڑی معصومیت جتاتے ہوئے کہا تو اسکے دماغ میں جھکڑ سے چلنے لگے۔ اتنا بڑا دھوکا، وہ بھی اس بچہ چور سے۔ اسکا دل کیا وہ سب کچھ تہس نہس کر دے۔

"کیوں کیا تم نے ایسا؟" وہ دبی دبی آواز میں چلا اٹھی۔

"تم نے ہی کہا تھا کہ میری شکل کوئی دیکھنا گوارا نہیں کرتا، اس لیے میں نے سوچا یہ کام تم ہی کر دو۔" وہ اطمینان سے صوفے پہ بیٹھتا ہوا اسکا روپ سروپ آنکھوں کے راستے دل میں اتارتا ہوا اسکا تن من جھلسا گیا۔

"بکواس بند کرو اپنی، تم نے بس بچے کے لیے یہ کیا ہے نا؟" وہ مٹھیاں بھینچتی ہوئی وہ تنفر سے اسے دیکھتی گویا ہوئی جسے وہ اپنے شوہر سے پٹوانے کا ارادہ کر چکی تھی، اس وقت اسکے عزائم اس پہ ہنس رہے تھے۔

For more visit (exponovels.com)

"کتنی سمجھدار ہو نا تم، ویسے اس دن میری بات مان لیتی تو آج یہ دن تو نہ دیکھنا پڑتا۔" وہ سکون سے کہتا ہوا اسے بے سکون کر گیا۔

"یہ خواب بس تم دیکھتے ہی رہنا کیونکہ میں اسکی تعبیر نہیں ہونے دوں گی۔ ابھی بتاتی ہوں سب کو تمہاری اصلیت۔" وہ لہنگا سمیٹتی ہوئی مضبوط لہجے میں کہتی ہوئی آگے بڑھنے لگی جب وہ جیب سے کوئی کاغذ نکالتا ہوا اونچی آواز سے بولا۔

"بیوی صاحبہ! پوری بات سن لیں پھر عمل کیجئے گا، ایسا ہے کہ نکاح کے ساتھ تم اس کانٹریکٹ پیپر پہ بھی سائن کر چکی ہو جس میں صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ تم نے یہ شادی بس مجھ سے کانٹریکٹ کے طور پہ اس حویلی کو وارث دینے کے لیے کی ہے اور اس سب کے بعد تم اپنی مرضی سے یہاں سے چلی جاؤ گی مگر اس عرصے کے دوران تم نے کسی سے اس کانٹریکٹ کا ذکر کیا تو تمہارے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔" وہ پر سکون آواز میں کہتا ہوا اسکے دماغ کی چولیں تک ہلا گیا، وہ جو ایک نارمل لڑکی کی طرح اپنی شادی شدہ زندگی سے وابستہ خواب سجائے نئے گھر میں آئی تھی، اس غیر متوقع صورتحال نے اسے گھما کے رکھ دیا تھا۔

"کیا ہوا؟ خوشی سے سکتہ تو نہیں ہو گیا؟" ساکت کھڑی خوش بخت کے قریب جاتا وہ قدرے اسکے ملیح چہرے کی جانب جھکتا کمینگی سے بولا تو وہ ایک دم سے ہوش میں آئی۔

"دور رہو مجھ سے گھٹیا انسان، ایک بات کی وجہ سے تم نے اتنا گھٹیا ترین پلان بناتے ہوئے کسی کے بارے میں نہیں سوچا۔ میرے والدین، میرے سپنے، تمہاری دادو کی خوشی، تمہارے والدین کسی ایک کے بارے میں بھی نہیں سوچا تم نے؟" وہ زوردار انداز میں اسے دھکا دیتی ہوئی حلق کے بل چلائی۔

"نہیں سوچا میں نے کسی کے بارے میں اور نہ سوچنا ہے، زیادہ شور مچانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے کہا تھا تمہیں کہ سب خاموشی سے کر لیتے ہیں مگر تم!" وہ ڈھٹائی سے کہتا ہوا متاسف انداز میں چپ ہوا تو اسے اس شخص سے گھن آنے لگی۔

"تف ہے تم پہ حمیر مرزا لیکن ایک بات یاد رکھنا تم نے غلط لڑکی کو چنا ہے۔" وہ زہر خند لہجے میں بولی۔

"وہ کیا ہے نا کہ اب تو لڑکی کو چن لیا ہے تو اب یہ فضول کی اوور ایکٹنگ بند کرو کیونکہ اب اگلی باضابطہ کاروائی کا وقت ہے۔" وہ سر تا پا اسے بھرپور نگاہوں سے گھورتا ہوا بولا تو اسکے رگ و پے میں سنسنی سی دوڑ گئی۔

For more visit (exponovels.com)

"کیامطلب ہے اس فضول بکواس کا؟" وہ تیکھے انداز میں بولی جب وہ تمسخرانہ انداز میں ہنسا۔

"اتنی نا سمجھ تو ہو نہیں کہ میری اس بات کو یا اپنی یہاں موجودگی کی اصل وجہ کو سمجھ نہ سکو۔" وہ طنزیہ انداز میں بولا۔ اسکا چہرہ غیض وغضب سے بھر گیا۔

"حسرت ہی رہے گی تمہاری مجھ سے اپنی یہ خواہش پوری کرنے کی، میں خوش بخت ہوں اور مجھے تم جیسوں کو ہینڈل کرنا آتا ہے۔" وہ دل میں اٹھتے نامحسوس سے خوف کو چھپاتی اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی ہوئی پہلو سے نکلنے لگی جب اس نے جھٹکے سے اسے گھماتے ہوئے اسکی پشت اپنے سینے سے لگاتے ہوئے سرگوشیانہ انداز میں کہا۔

"نہ نہ، خوش بخت نہیں اب کچھ دن خوش بخت مرزا کہنے کی عادت ڈال لو اور یہ بات ذرا دماغ میں بٹھا لو کہ حمیر مرزا جو چاہتا ہے وہ ضرور حاصل کرتا ہے، اب تو ویسے بھی شرعی و قانونی ہر لحاظ سے اپنا سکہ یوں جمایا ہے کہ تم مزاحمت یا شور مچاؤ گی تو تماشا اپنا ہی بنواؤ گی، شوہر کے حقوق سے تو واقف ہو گی تم۔" وہ بہت واضح انداز میں کہتا ہوا اپنے ارادے اس پہ ظاہر کر گیا۔ مسلسل اس کے بازو پہ ناخن چبھوتی خوشی نے اچانک ہی اپنی بائیں کہنی اسکے سینے میں بری طرح سے ماری تو اسکی گرفت بے ساختہ ہی اس پہ ڈھیلی پڑی اور وہ موقع کا فائدہ اٹھاتی فوراً اس سے دور ہوئی۔

"تمہارے گھٹیا پن سے مجھے کسی اچھے پن کی امید نہیں ہے، اب دیکھتے ہیں کہ کون جیتتا ہے؟ تم کرنا اپنے نام نہاد شوہرانہ حقوق کا پرچار اور میں تمہارا جینا حرام کروں گی۔" وہ اسکے سینے پہ مخصوص انداز میں پنچ مارتی ہوئی اسکی کہی باتوں سے اٹھتا غصہ نکالتی ہوئی بولی۔ اسکی حرکت پہ اسکی رنگت غصے سے دہکنے لگی۔

"آج کے بعد اپنے ہاتھوں کا استعمال میرے سامنے مت کرنا کیونکہ تم من چاہی بیوی نہیں ہو میری جو تمہاری یہ غنڈہ گردی میں برداشت کروں گا۔ ہاں یہ بات تم نے ٹھیک کہی کہ مجھے شوہرانہ حقوق کا پرچار ہی نہیں بلکہ استعمال بھی کرنا چاہیے تاکہ تمہیں تمہاری حدود کا اندازہ ہو سکے۔" بے مروتی و بدلحاظی سے کہتا ہوا وہ جھٹکے سے اسے قریب کرتا، دہکتے لمس سے دوچار کرتا ہوا اسکے وجود کو زلزلوں کی زد میں چھوڑ گیا۔

For more visit (exponovels.com)

"اب تم یہ سوچو کہ تم نے کس طریقے سے میرا براحال کرنا ہے، اپنا ٹریلر میں دکھا چکا۔" بے باکی سے کہتا ہوا وہ نائٹ ڈریس لے کر اسے ساکت چھوڑ کے واشروم میں گھس گیا جبکہ رکتی سانسوں کے ساتھ بے حال وہ بیڈ پہ گر سی گئی۔

ناپسندیدہ ترین انسان کے ہاتھوں ملی غیر متوقع صورتحال کے ساتھ غیر متوقع رشتے نے اسکے مضبوط دل کو ہلا کے رکھ دیا تھا جبکہ اسکی حرکتیں اور باتیں اسکا دل ناچاہتے ہوئے بھی لرزا رہی تھیں۔ وہ ناسمجھ نہیں تھی اور نہ ہی میاں بیوی کے پاکیزہ رشتے کے تقاضوں سے ناواقف تھی لیکن اس شخص کی ذہنیت اور گھٹیا پلاننگ نے اسے بدظن سا کر دیا تھا۔ وہ پریشانی سے کوئی طریقہ کار سوچنے لگی کہ اس صورتحال سے کیسے نبٹا جائے، ہار ماننا تو اس نے بھی نہیں سیکھا تھا اور نہ ہی وہ قدم پیچھے ہٹا کر دو خاندانوں کی اس سے جڑی امیدوں کو توڑنا چاہتی تھی۔ وہ پریشانی سے کوئی سدِباب سوچنا چاہتی تھی جب ہمیشہ کی طرح پریشانی میں نیند کا زبردست غلبہ اس پہ چھانے لگا اور ساری پریشانیوں سمیت حمیت مرزا کے احساس پہ بھی لعنت بھیجتی وہ اسی ڈریس اور جیولری میں وہیں ڈھیر ہو گئی۔

"اسکو کیا ہوا، مر مرا تو نہیں گئی صدمے سے کہیں؟" آدھے گھنٹے کے بھرپور شاور کے بعد وہ گنگناتا ہوا تاول سے بال رگڑتا ہوا باہر نکلا جب ڈریسنگ مرر کے سامنے جاتے اسکے قدم، بے سدھ پڑے وجود کو دیکھ کر ٹھٹھکے اور وہ بڑبڑاتا ہوا اسکی طرف بڑھا۔

"او ہیلو بات سنو، اے!" وہ مختلف اندازِ تخاطب استعمال کرتا ہوا اسکی طرف چٹکی بجاتا ہوا بولا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی، اس نے اب کے ذرا غور سے اسکے وجود کو دیکھا تو نگاہ پھر سے بہکنے لگی۔ زرتار لباس، مہندی، جیولری، میک اپ، احساسِ ملکیت، پرفسوں پھولوں اور کینڈلز سے سجا ماحول سب بہکاوے کا سامان بن رہے تھے مگر اس نے سرعت سے نگاہ کو قابو کیا اگر واقعی مر مرا گئی تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔

"خوش بخت!" اس نے اسے پکارا تو اسے خود ہی اپنے لبوں سے نکلا ہوا یہ لفظ عجیب لگا۔ اس نے بے اختیار وہ لمحہ سوچا جب اس نے فقط اسے ستانے کے لیے اسکے نام کے ساتھ اپنا نام جوڑا تھا۔

For more visit (exponovels.com)

جب وہ اسکے زور سے پکارنے اور ہلکا سا کندھا ہلانے پہ بھی نہ ہلی تو اس نے تشویش کے مارے اسکے قریب بیٹھتے ہوئے اسکی ناک کے قریب انگلی کرتے ہوئے اسکا تنفس چیک کیا۔ نارمل گہرا سانس محسوس کرتے ہوئے اسکا بے ہنگم دھڑکتا دل تھوڑا نارمل ہوا۔

"مگر یہ اس طرح مری کیوں پڑی ہے؟" اس نے الجھتے ہوئے اسکے بے خبر وجود کو دیکھا اور برے طریقے سے اسے جھنجھوڑ کے رکھ دیا، وہ ہلکا سا کسمسائی۔

"کیا ہے اماں سونے دے۔" اسکی خمار میں ڈوبی آواز نے اس پہ کھولتا ہوا پانی سا انڈیل دیا۔ اس نے غیض وغضب سے دانت کچکچاتے ہوئے اس آفت کی پرکالہ کو دیکھا جو اب کروٹ بدل چکی تھی۔

"بدتمیز، ایڈیٹ، نان سینس یہ کوئی موقع محل ہے اتنی گہری نیند میں سونے کا۔" وہ بری طرح کھولتا ہوا بڑبڑاتا اسے شعلہ بار نگاہوں سے گھور رہا تھا جو ایسی غیر متوقع صورتحال میں بھی نیند میں ڈوبی اسکے سارے جذبات اور ارادے پانی میں بہا گئی تھی۔ ایک پل کو اسکا دل چاہا وہ سائیڈ ٹیبل پہ پڑا ٹھنڈے پانی سے بھرا جگ اس پہ انڈیل دے مگر اگلے ہی پل اس خیال سمیت ہر شے پہ لعنت بھیجتا وہ جلتا بھنتا کمبل لیتا ہوا اس کے برابر میں لیٹ کر سونے کی کوشش کرتا ہوا، اپنی زندگی میں لائی گئی دانستہ تبدیلی کو ہضم کرنے کی کوشش میں تھا جو اسکے پہلو میں دراز بڑا گہرا احساس چھوڑ رہی تھی۔

ایک لمبی اور بھرپور نیند لینے کے بعد وہ تقریباً صبح کے نو بجے ایک توبہ شکن انگڑائی لیتی ہوئی بیدار ہوئی۔ آج پہلی بار بنا کسی کے جگائے بلکہ پوری رات کے جاگے سوئے حمیر نے تندی سے اسے دیکھا، اس نے انگڑائی لینے کے بعد ہاتھ جونہی نیچے کیا تو چوڑیوں کی جلترنگ نے اسے ماحول سے آشنا کروایا۔ اس نے ایک نظر اپنے حلیے پہ ڈالی اور پھر دوسری نگاہ کمرے پر ڈالی جو گھومتی ہوئی اس پہ جا ٹکی۔

"تم!" اسکے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"کیوں اتنی جلدی یاداشت چلی گئی تمہاری یا پھر نشہ کرتی ہو جو ہر بار دیکھ کر اتنا فضول ری ایکشن دیتی ہو؟" وہ جو رات کا جلا ہوا تھا بنا دیر کیے شروع ہو گیا۔

For more visit (exponovels.com)

"حسرت ہی ہے کہ یاداشت ہی چلی جاتی تو تمہاری منحوس موجودگی سے تو جان چھوٹتی۔" اس نے بھی بنا کسی مروت کے جواب دیا۔

"میری موجودگی سے اتنی جلدی خائف ہو گئی، ابھی تو عشق کے امتحان اور بھی ہیں۔" اسکی بات سے لگی آگ کو اس نے اپنے لفظوں کے چھینٹوں سے بجھانے کی کوشش کی جو کسی حد تک کامیاب بھی ہوئی۔

"یہ حسرت لے کر دنیا سے رخصت ہو جاؤ گے۔" تنک کے کہتی وہ بیڈ پہ پاؤں لٹکاتی بیٹھ گئی اور جیولری سے بیزار وہ اس بوجھ سے خود کو آزاد کرنے لگی۔

"وہ اور ہوتے ہوں گے جو حسرتوں کو ساتھ لیے رخصت ہوتے ہیں ہم حمیر مرزا ہیں، ہمیں حسرتوں کو وصول کرنا آتا ہے۔" اس نے مغرور لہجے میں کہتے ہوئے گردن اکڑائی۔

"ہاں حمیر مرزا جس نے ٹریپ کر کے ایک لڑکی کی لفاظی کا جواب دینے کے لیے اتنی لمبی پلاننگ کی۔ چچ چچ دیکھ لو حمیر مرزا اپنی شکست کہ تم میرے کہے لفظوں کی وجہ سے وقتی ہی صحیح اپنی آزادی کا سودا کر بیٹھے۔" وہ بظاہر افسوس کرتی تمسخرانہ انداز میں بولی۔ اسکا چہرہ ہتک زدہ ہوا۔

"اتنا مت اُڑو کہ نیچے گرنے پہ زمین بھی نہ ملے خوش بخت مرزا۔" اس نے اسے اس دھوکے سے نکالنے کی کوشش کی جو وہ اس رشتے کی وجہ سے کھانے کو تھی۔

"تمہارے کہے الفاظ ہی تمہارے الفاظ کی منافی ہیں۔" وہ عائلہ بیگم کے رات کو ہی اپنے لیے نکال کے رکھے گئے سوٹ کو کاؤچ سے اٹھاتی بے نیازی سے خوش بخت مرزا کہنے پہ طنز کر گئی۔

"لیکن میرے کیے گئے فعل یقیناً میرے الفاظ کے منافی نہیں ہوں گے، اس بات کا اندازہ تمہیں رات کو ہی ہو جانا تھا مگر تم شاید ڈر گئی تھی۔" جوابی کارروائی بھی بھرپور تھی۔ وہ دونوں بھولے ہوئے تھے کہ یہ ان کی شادی کی اگلی صبح تھی جو بہت پر فسوں ہوتی تھی۔

"تم سے تو میری جوتی بھی نہ ڈرے، تمہاری شکل ہی ایسی تھی کہ مجھے نیند کا آپشن بہتر لگا۔" اینٹ کا جواب پتھر سے دیتی ہوئی وہ واشروم میں جا گھسی جبکہ وہ پیچھے پیچ و تاب کھاتا رہ گیا۔

For more visit (exponovels.com)

"تم ایسے جاؤگی نیچے؟" آف وائٹ سمپل سی شرٹ جس پہ گولڈن رنگ کا نفیس سا کام ہوا تھا، آف وائٹ ٹراوزر کے ساتھ نیوی بلیو اور سنہرے رنگوں کے پھولوں سے سجا دوپٹہ اوڑھے جب وہ جانے کے لیے تیار ہوئی تو وہ بے ساختہ بول اٹھا۔

"کیا مطلب ہے، نیچے جانے کے لیے سر کے بل چلنا پڑتا ہے؟" وہ چڑتی ہوئی بولی تو اسکے ماتھے کے بل گہرے ہونے لگے۔

"یہ کام تمہیں شاید کرنا پڑے لیکن ابھی مہربانی کر کے کچھ ادھر سے منہ پہ استعمال کرو تاکہ قابل برداشت لگ سکو۔" اس نے ڈریسنگ ٹیبل پہ پڑی پراڈکٹس کی طرف اشارہ کیا کیونکہ وہ اس وقت مکمل سادگی کا روپ دھارے ہوئے کسی میک اپ کے بغیر نیم خشک بالوں کو پونی میں کسے ہوئے کھڑی کہیں سے بھی ایک رات کی دلہن نہیں لگ رہی تھی اور وہ اس کے لیے دادو بیگم کے حضور حاضری نہیں لگوا سکتا تھا۔

"میری صورت برداشت کرنا تمہاری مجبوری ہے۔ اس لیے چلو نیچے کیونکہ مجھے یہ سب استعمال کرنا نہیں آتا۔" اس نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمہیں واقعی یہ سب استعمال کرنا نہیں آتا؟" اس نے بڑے سے دوپٹے سے الجھتی خوش بخت کو حیرانگی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے نہیں آتی کرنی یہ لیپا پوتی اب کیا لکھ کر دوں؟" وہ ہنوز چڑی ہوئی تھی کیونکہ وہ چادر لے کر گھر سے نکلتی تھی اور گھر میں چھوٹے سے سٹالر لیتی تھی، ایسے دوپٹے اسے اوڑھنے ہی نہ آتے لیکن اب یہ مصیبت، اوپر سے اسکے حکم پہ اسے تپ ہی چڑھ گئی تھی بھلا سرمہ کریم بھی نہ لگانے والی لڑکی ان پراڈکٹس کو کیسے استعمال کرتی؟

اس سے پہلے کہ حمیر کوئی جواب دیتا دروازے پہ ہوتی دستک نے دونوں کو چونکا دیا۔

"کم ان۔" سنجیدگی سے کہتا ہوا وہ دروازے کی طرف متوجہ ہوا جہاں سے کھلکھلاتی ہوئی ماہم، عانیہ اور نگارش کمرے میں داخل ہوئیں۔

"السلام علیکم بھابھی بیگم!" حمیر کو وش کرنے کے بعد وہ شرارت سے اسکی طرف متوجہ ہوئیں جو انہیں دیکھ کر خود کو نارمل کر رہی تھی۔

"وعلیکم السلام!" اس نے لہجے میں قدرے نرمی کے رنگ سموتے ہوئے جواب دیا۔

For more visit (exponovels.com)

"اچھاہوا اہم وقت پہ آ گئیں کیونکہ اگر آپ اس قدر سادگی میں شادی کی پہلی صبح نیچے جاتیں تو دادو بیگم سے پھٹکار پکی تھی۔" حال احوال کے بعد جب انہیں علم ہوا کہ وہ نیچے جانے کے لیے تیار کھڑی ہے تو عانیہ جھر جھری لیتی ہوئی بولی جبکہ حمیر موبائل نکالتا ہوا ٹیرس پہ جا چکا تھا۔

"مجھے دراصل یہ سب استعمال کرنا نہیں آتا تو اس لیے۔" اسے تیار کرتے ہوئے بار بار یہی کہنے پر اس نے بالآخر آدھا سچ بول دیا جبکہ وہ یہ چاہ کر بھی نہ بولی کہ اسے یہ سب پسند بھی نہیں تھا۔ اسے لگتا تھا کہ لپ اسٹک استعمال کرنے کے بعد وہ ٹھیک سے کچھ کھا نہیں سکے گی۔

"اٹس سٹرینج۔" وہ متعجب تھیں لیکن اس نے کچھ نہ کہا اور خود کو ان کے رحم و کرم پہ چھوڑ دیا جو اسکے چہرے پہ ہلکا سا میک اپ کا ٹچ دیتی ہوئیں اسے ہلکی پھلکی جیولری سے آراستہ کرنے لگیں جو طلائی کنگن، چین اور چھوٹے چھوٹے گولڈ کے ٹاپس پہ مشتمل تھی۔

"ویسے بھابھی آپ کو ہمارے بھائی کیسے لگے؟" حمیر کو واپس کمرے کی طرف آتے ہوئے دیکھ کے نگارش شرارت سے بولی تو اس نے بمشکل چہرے پہ چھایا نرم تاثر برقرار رکھتے ہوئے کہا۔

"اپنی توقعات سے بھی بڑھ کر کمینہ۔" اس نے بظاہر خوشدلی سے کہتے ہوئے آخری لفظ بمشکل دل میں رکھا مگر جس کے بارے میں تھا وہ جان گیا۔

"ہمم واؤ، ویسے آپ کا آنا ہمارے لیے خوشگوار ثابت ہوا جو محترم حمیر مرزا کا کمرہ اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔" ماہم نے شوخی سے کمرے کو دیکھتے ہوئے کہا تو حمیت نے خفگی سے سر جھٹکتے ہوئے اسکی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش نہ کی کہ کمرہ اس لیے اپنی اصلی حالت میں تھا کہ اسکی ضرورت کی تمام چیزیں اسے پہلے سے تیار مل گئیں تھیں اور دوسرا پہلی دفعہ کمرے میں آنے کے بعد وہ یوں کوئی ایکٹیوٹی کیے بغیر سونے کے لیے لیٹا تھا۔

"نیچے چلیں یا مزید شکل بگاڑنے کا ارادہ ہے۔" اسکے منہ بنا کے کہنے پہ اس نے سلگ کر اس دوغلے انسان کی پشت کو دیکھا جو کچھ دیر قبل خود ہی اسے یہ سب استعمال کرنے کو کہہ رہا تھا اور اب خود ہی باتیں بنا رہا۔

"چلیں۔" وہ ان لوگوں کی معیت میں باہر نکل گئی۔

For more visit (exponovels.com)

"السلام علیکم!" اس نے بڑے سے ڈائننگ ہال میں داخل ہوتے ہوئے سلام کیا اور سب بڑوں کے سامنے باری باری سر جھکاتے ہوئے پیار لیا تو حمیر نے کڑی نگاہوں سے اسکی اس حرکت کو دیکھا۔

"گھنی، میسنی۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے اپنی کرسی گھسیٹتا بیٹھ گیا تو وہ بھی اسکے ہمراہ بیٹھ گئی۔ اس سے پہلے کہ کوئی ناشتہ شروع کرتا شہیر، عذیر اور فبیحہ جو خوشی کی کزن تھی، اس کے لیے ناشتہ لے کر آ گئے۔

"آیئے بچے، ہم انتظار کر رہے تھے۔" مرزا بیگم نے انہیں نروس سا دیکھتے ہوئے خوشدلی سے کہا تو وہ اٹھ کر ان سے ملنے لگی۔

"اماں نے آپا کے لیے ناشتہ دے کر بھیجا ہے۔" شہیر نے جھجھکتے ہوئے کہا تو خوشی نے اسکے ہاتھ سے بیگ تھامتے ہوئے ٹیبل پہ رکھا۔

"آپ بھی آیئے ہمارے ساتھ ناشتہ کیجئے۔" اسد مرزا نے انہیں دعوت دی لیکن وہ انکاری تھے۔

"بہو بیگم! بچوں کو کہیے کہ ہمارے ساتھ ناشتہ کریں۔" مرزا بیگم نے خوش بخت سے کہا جو ان کے ساتھ کھڑی تھی۔

"ہم تو کب کا ناشتہ کر چکے ہیں۔ ابھی گھر میں کام بھی بہت ہیں، بس آپا کو ناشتہ دینا تھا۔" شہیر نے بہت سبھاؤ سے جواب دیا اور پھر سب کے اصرار کے باوجود وہ بنا ناشتہ کیے چلے گئے تو سب ناشتے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

ادھر سے آئے ٹفن سے بر آمد ہوتے قیمے کے پراٹھے دیکھ کر خوشی کا دل بڑی سرعت سے بھیگنے لگا، اسے پتہ تھا کہ اسکی ماں نے پورے مہینے کا بجٹ خراب کر کے اس کیلئے لیے ناشتہ بھیجا تھا اور وہ جو سمجھ رہی تھی کہ ناشتے والی رسم نہیں ہو گی اماں کے اس فعل نے اسکا دل گداز سا کر دیا۔

"بھابھی کیا ہم یہ اسپیشل ناشتہ نہیں کریں گے؟" للچائی نظروں سے گرم گرم پراٹھوں کو دیکھتے ہوئے حنظلہ نے کہا تو وہ چونکی۔

"نہیں آپ بھی ضرور لیں۔" وہ شرمندہ ہوتی ہوئی بولی کیونکہ اسے لگا کہ اس بھری پری میز پہ شاید ہی کوئی اسکے پراٹھوں کو اتنی اہمیت دے مگر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب سب نے بہت مزے کے ساتھ جلدی جلدی سب پراٹھے چٹ کر دیے۔

For more visit (exponovels.com)

"بھابھی! بھائی نے کوئی پریزنٹ نہیں دیا کیا؟" اچانک وانیہ اونچی آواز میں بولی تو دونوں ایک ساتھ چونکے جبکہ اسکے دماغ کی بتی جل اٹھی۔

"نہیں آپ کے بھائی نے کہا کہ مجھے یاد نہیں رہا۔" وہ بڑی معصومیت سے منہ بناتی ہوئی بولی تو سب نے جس طرح حمیر کو دیکھا اسکا دل بلیوں اچھلنے لگا۔

"اب آیا مزہ۔" وہ اسکو پڑنے والی متوقع پھٹکار کا سوچ کے ہی خوش ہونے لگی۔

"ایکچوئلی وانیہ تمہاری بھابھی کل اتنی خوبصورت لگ رہی تھیں کہ مجھے اپنے ہوش ہی بھول گئے، گفٹ کا کیا یاد رکھتا۔" اسکی خوشی کا مزہ اسکی بے باک بات نے اس بری طرح سے کرکرا کیا کہ اسکا چہرہ شرم اور غصے کی شدت سے سرخ پڑنے لگا۔ وہ جو اسکے بلنٹ اور بے باک رویے کے عادی تھے اسکی بات پہ لاپرواہی کا تاثر دیتے ہوئے ادھر ادھر دیکھنے لگے جبکہ وہ اسکی بدتمیزی پہ سلگ رہی تھی۔

"حمیر! خوش بخت کو اسکا گفٹ مل جانا چاہیے کیونکہ یہ اسکا حق ہے۔" رمیشہ بیگم نے تنبیہہ کی۔

"جی ضرور ماں اگر ہوش بر قرار رہے تو۔" اس نے بے شرمی کی حدیں توڑ دیں جب شرم اور غصے کے عالم میں خوشی نے ضبط کھو کے نامحسوس انداز میں فورک ہاتھ میں لیا اور اسکی بائیں ٹانگ پہ زور سے چبھویا۔ اس اچانک حملے سے وہ بلبلا اٹھا۔

"کیا ہوا؟" وہ سب جو ناشتے کے بعد اٹھنے کی تیاری میں تھے، اسکی چیخ پہ چونک گئے۔

"کچھ نہیں۔" کڑی نگاہ بغل میں معصومیت کا پیکر بن کے بیٹھی بیوی پہ ڈالتے ہوئے اس نے کہا اور پھر سر جھٹکتے ہوئے اٹھ گیا۔

"حمیر ہمارے کمرے میں آکے ہماری بات سنیے۔" اس سے پہلے کہ وہ ہال سے باہر جاتا مرزا بیگم نے حکمیہ لہجے میں پکارا تو وہ گہری سانس بھرتا ان کے ساتھ چل دیا۔

"آپ جانتے ہیں نا آج آپ کے ولیمے کی تقریب ہے اور پھر آپ کو رسم کے مطابق خوش بخت کے گھر آج رات رکنا ہے؟" مرزا بیگم نے بلا تمہید کے بات کا آغاز کیا تو ان کی بات کا مفہوم سمجھتے ہوئے اسکے ماتھے کے بل گہرے ہونے لگے۔

For more visit (exponovels.com)

"آپ جانتی ہیں مجھے کہیں اور نیند نہیں آتی۔" اس نے بیزاری چھپاتے ہوئے کہا۔

"جس رشتے میں آپ بندھ چکے ہیں اسکی بہت سی ڈیمانڈز ہیں، جو کام پہلے نہیں کیے وہ ابھی کرنے پڑیں گے اور میرے خیال میں خوش بخت کا ذکر کرنے سے پہلے آپ ان کے حالات سے واقف بھی تھے، اس لیے آپ کا اب کنی کترانا ہمیں سمجھ نہیں آرہا۔" انہوں نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

"ایسی بات نہیں ہے بس مجھے کہیں اور نیند نہیں آتی۔" وہ یہ نہ کہہ سکا کہ مجھے ان آسائشات کے بغیر نیند نہیں آتی کیونکہ وہ اتنی جلدی بگاڑ نہیں چاہتا تھا۔

"ایک رات کی بات ہے بس اور ہمیں امید ہے کہ آپ ہمیں مایوس نہیں کریں گے۔" انہوں نے دوٹوک لہجہ اختیار کیا۔

"جیسے آپ کی مرضی۔" وہ سر جھکاتا ہوا ناگواری سے بولتا نکل گیا۔

جاری ہے

For more visit (exponovels.com)

ہم ساز میرے

از حوریہ ملک

قسط 4

ولیمے کی شاندار تقریب جاری وساری تھی، جو مشہور و معروف بینکوئٹ میں منعقد کی گئی تھی۔ اس خوش رنگ و خوش حال تقریب میں سب ہی سرشار نظر آرہے تھے ماسوائے ان دونوں کے جن کے اعزاز میں یہ تقریب منعقد کی گئی تھی۔ سفید رنگ کی لانگ ٹیل میکسی کے ساتھ نازک سی ڈائمنڈ جیولری پہنے شہزادیوں کی سی آن بان رکھنے والی خوش بخت کے مقابل بیٹھا وہ سیاہ ٹیکسیڈو میں ملبوس مغرور شہزادہ چاہ کے بھی چہرے کے تاثرات ٹھیک نہیں کر پا رہا تھا کیونکہ اسکی واضح وجہ تھی سونیا زبیر کی اسکی شادی کی خبر سن کے قطع تعلقی کا اعلان کی خبر وہ سمجھتا تھا کہ وہ اس کچھ عرصے کی شادی کو ایکسپلائٹ نہیں کرے گا تو اسکے شغل پہ کوئی فرق نہیں پڑے گا مگر وہ یہ بھول گیا کہ مرزا حویلی کے اکلوتے پوتے کی شادی ہو اور دھوم دھام نا ہو ایسا کیسے ہو سکتا تھا۔ آج بھی یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے پورا شہر امڈ آیا ہو ساتھ رہی سہی کسر میڈیا پوری کر رہا تھا اور یہی سب اسکے موڈ کو مزید خراب کر رہا تھا۔

"کیا ہے؟ یوں بندروں کی طرح اچھل کیوں رہے ہو؟ انسانوں کی طرح اپنی حد میں بیٹھو۔" وہ جو بے چینی سے بار بار پہلو بدل رہا تھا۔ اب کی بار اسکے دوپٹے میں کھنچاو کا باعث بنا تو وہ دبی آواز میں بد تمیزی سے بڑبڑائی، اسکی تیوری چڑھ گئی۔

"اپنی سات فٹ لمبی زبان کو قابو میں رکھو، یہ نہ ہو کہ اس سے ہاتھ دھونے پڑ جائیں۔" وہ بنا کسی لحاظ کے غرایا تو اسکے نتھنے پھولنے لگے۔

"تم مجھے ہاتھ لگا کے تو دیکھو۔ میں کاٹ کے رکھ دوں گی۔" وہ ایک چور نگاہ ادھر ادھر مشغول اپنوں پہ ڈالتی بولی تو اس نے گردن گھما کے اسے دیکھا اور پھر بڑے آرام سے اپنا دایاں بازو بڑھاتے ہوئے اسکی نازک کمر کے گرد حمائل کر دیا۔

"توڑ کے دکھاؤ اب۔" اسکے بدکنے پہ گرفت مضبوط کرتا ہوا وہ چڑانے والے انداز میں بولا تو وہ گڑبڑاتی ہوئی سامنے دیکھنے لگی کہ کوئی اور یہ بیہودگی دیکھ تو نہیں رہا [illegible] کو ڈبو ڈبو

For more visit (exponovels.com)

کے مار دے جب اس نے دیکھا کہ آفاق انکل، حنظلہ آفاق اور ہارون جنید دانت نکوستے ہوئے انہیں دیکھ رہے تھے۔اس نے فوراً پلکیں جھکائیں۔

"میں کہہ رہی ہوں کہ اپنا یہ بازو جلدی سے پیچھے کر لو ورنہ میں۔" وہ دبی آواز میں غرائی لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

"ورنہ کیا؟" اسکے کب سے سلگتے دل کو اب جا کے سکون ملا تھا ورنہ اسے سب کے ساتھ گپوں میں مگن دیکھ کر وہ جلا ہوا کباب بن چکا تھا مگر یہ پوائنٹ ایسا تھا جہاں اسکی جیت پکی ہوتی تھی۔

"ورنہ یہ۔" اسکے ورنہ کے جواب میں اس نے پنسل ہیل پہنے اپنا بایاں پاؤں زور سے اسکے ٹخنے پہ مارا تو وہ کراہ اٹھا۔

"جنگلی بلی۔" وہ جلدی سے بازو ہٹاتا ہوا اسے کینہ توز نگاہوں سے گھورنے لگا جو کمال بے نیازی سے سٹیج پہ آتی عائلہ بیگم کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

"بیٹا! آپ شاید آرام محسوس نہیں کر رہے؟" پلاسٹک کی کرسی پہ بیٹھے بار بار پہلو بدلتے اپنے امیر داماد کو دیکھتے ہوئے قدسیہ بیگم نے تھوڑا شرمندگی سے پوچھا۔

"نو آنٹی! اٹس اوکے آئم جسٹ فیلنگ گڈ۔" مروت بھی کوئی چیز ہوتی تھی۔

"اور سناؤ آپ سب کس کلاس میں پڑھتے ہو؟" ولیمے سے واپسی کے بعد سے اپنے گھر آنے کے بعد خوش بخت نے جھوٹے منہ بھی ایک دفعہ اس سے کسی چیز کا نہیں پوچھا تھا بلکہ نجانے کون کون سی لڑکیوں اور بچیوں کو لے کر وہ کمرے میں گھسی ہوئی تھی۔باقی اہل خانہ اور آس پڑوس والے حمیر کی آؤ بھگت میں لگے ہوئے تھے۔رات ڈھلنے پہ سب اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے تب بھی وہ اسکے لاشعوری انتظار کے باوجود سامنے نہ آئی جس کی وجہ سے اسے غصہ آ رہا تھا مگر قدسیہ اور واجد صاحب کے بار بار استفسار کرنے پہ اسے مرزا بیگم کی تنبیہہ یاد آئی تو وہ سر جھٹکتا ہوا اسکے بھائیوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"میں نے میٹرک کے پیپر دینے ہیں۔اس نے ساتویں اور اس نے پانچویں کے۔" شہیر نے اشارے سے اسے بتایا۔

For more visit (exponovels.com)

"میٹرک کے بعد کیا کرنا ہے؟" اس نے بات سے بات بڑھانے کی غرض سے پوچھا حالانکہ اسکا دل کر رہا تھا، وہ کسی پر سکون جگہ پر لیٹ جائے مگر وہ ایسے منہ پھاڑ کے نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ بہت منہ پھٹ تھا مگر نجانے کیوں ادھر وہ لحاظ کر گیا۔

"میرا دل تو پڑھائی کا نہیں مگر آپا کہتی ہیں آگے پڑھو ورنہ ٹانگیں توڑ دوں گی۔" خوش بخت جیسی صاف گوئی کا مظاہرہ کرتا وہ منہ پھلا کے بولا۔

"تم اپنی آپا سے ڈرتے ہو؟" اس نے ایک چور نگاہ اپنے ساس سسر پہ ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"لیں آپا سے کون نہیں ڈرتا، اس محلے کا ایک ایک بچہ، جوان، بوڑھا، ہر کوئی آپا سے ڈرتا ہے۔" وہ جھر جھری لیتا ہوا بولا تو عذیر اور عمیر نے بھی زور و شور سے سر ہلا کے اسکی تائید کی۔

"کیوں، کیا تمہاری آپا کسی گینگ سے تعلق رکھتی ہیں؟" اسے بالکل پسند نہ آیا سب کا اسے ہوا بنانا۔

"بھائی! آپا کسی غنڈی سے کم نہیں ہیں۔ بہت ظالم پنچ مارتی ہیں، اسے لڑکی سمجھ کر چھوٹ دینا بہت غلط ہو گا۔" وہ بہن کے بارے میں وارن کرتا ہوا اس سے بھی ہمدردی جتا گیا تو حمیر کے سر پہ جا لگی۔ مطلب اب کل کے بچے اسے بتا رہے تھے کہ آپا سے بچ کے رہنا۔ اس آپا سے جس سے شادی ہی اس نے اسے مزہ چکھانے کے لیے کی تھی۔

"تمہاری آپا سے سب ڈرتے ہیں، تمہاری آپا کسی سے نہیں ڈرتیں؟" اس نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے پوچھا۔ اسے باتوں میں مگن دیکھ کر قدسیہ بیگم مطمئن ہوتی ہوئی کچن کی طرف چل دی تھیں جبکہ واجد صاحب کال سن رہے تھے۔

"آپا ڈرتی ہیں لیکن ہم آپ کو نہیں بتائیں گے۔" عمیر نے بہن والی بے مروتی سے کہا تو وہ دانت کچکچا کر رہ گیا۔

"کیوں مجھے کیوں نہیں بتا سکتے؟ میں بھی تو اب تمہارا بھائی ہی ہوں۔" اس نے خوشامدی انداز میں کہا حالانکہ وہ جان گیا تھا اثر کوئی نہیں ہونا ایسی خوشامد کا۔

"ہمیں آپ کو بتانے کا فائدہ کیا ملے گا؟ ہمیں کوئی ہماری مرضی کا فائدہ ملے تو بتائیں گے۔" عمیر نے بنا کسی جھجھک کے کہا تو وہ سمجھ گیا کہ بچے ہیں۔ کیا ڈیمانڈ کریں گے، زیادہ سے زیادہ پیسے یا ایسی ہی کسی چیز کی۔

For more visit (exponovels.com)

"اوکے تم اپنی ڈیمانڈ بتاؤ اور ساتھ اپنی آپا کے ڈر کی وجہ بھی۔" اس نے لاپرواہی سے کہا کیونکہ اسے پیسوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ وہ کتنی ڈیمانڈ کر سکتے ہیں۔

"آپا کو ڈر۔۔۔" تینوں بھائی اسکے قریب آتے کھسر پھسر کرتے ہوئے اسے ساری بات بتا کر اپنی ڈیمانڈ بتاتے ہوئے اسکی مادہ پرست سوچ کو شرمندہ کر گئے۔

"اوکے ڈن۔" شرمندگی کو زائل کرنے کیلیے اس نے مسکراتے ہوئے ان سے بات ڈن کی۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید بات کرتے ایک دم سے قدسیہ بیگم کی اونچی آواز پہ وہ سب ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"عذیر! آپا کو جگالا۔ ایسے مردوں کی طرح سوئی پڑی ہے جیسے پورا دن ہل چلاتے ہوئے گزرا ہو۔" انہوں نے مقدور بھر کوشش کی کہ مہذب الفاظ کا چناؤ کریں۔

"اچھا اماں!" وہ مستعدی سے کہتا ہوا اسکے کمرے کی طرف بھاگا۔

"میرے سونے سے جیسے ملک کا نظام رک جائے گا حالانکہ جاگ رہی ہوں تب بھی طعنے مارتی ہیں، کسی کام کی نہیں ہوں تو پھر سونے تو سکون سے دیا کرو۔" نیلی شلوار، عجب مٹیالے سے رنگ کی شارٹ قمیض کے ساتھ سیاہ اسٹالر لیے وہ قدرتی ہلکے ہلکے کرل بالوں کو پونی میں کستی ہوئی کچن کے سامنے پڑی کرسی پہ بیٹھ کر جمائیاں روکتی ہوئی بولی تو قدسیہ بیگم کا دل کیا وہ اسے لگائیں پچاس اور گنیں ایک۔

"اگر تم بھول نہ گئی ہو تو یاد کر لو کہ کل غلطی سے تمہاری شادی ہوئی تھی اور آج تم اپنے میاں کے ساتھ ادھر آئی ہو۔" حمیر کا خیال کرتے ہوئے انہوں نے دبے دبے لہجے میں کہنا چاہا مگر اس چھوٹے سے گھر میں ایسی پرائیویسی کی وقعت نہیں تھی سو حمیر بھی ان کے الفاظ سے مستفید ہو ہی گیا۔

"ایسی ناگہانی آفت کو کون بھول سکتا؟" اس نے سر جھٹکتے ہوئے جب گولہ اگلا تو حمیر کی چڑھتی تیوری نے قدسیہ بیگم کا بی پی بھی چڑھا دیا۔

"بکواس بند کر اور جلدی سے کھانا باہر لے کر جا۔ بچہ کب سے بھوکا بیٹھا ہے۔" انہوں نے ذرا سختی سے کہا تو وہ لب کھولتی شاید مزید کچھ کہتی اگر ان کی آنکھوں کی وارننگ نہ پڑھ لیتی۔ وہ بڑبڑاتی ہوئی اٹھی اور ہاتھ دھونے لگی تو کچھ فاصلے پہ بیٹھے مجازی خدا کو دیکھ کر پل بھر کو چونکی پھر اپنے کام میں لگ گئی۔

For more visit (exponovels.com)

"آپ نے ایسے ہی اتنا تکلف کیا آنٹی، کچھ دیر پہلے ہی تو کھانا کھایا تھا۔" اسے واقعی یہ برا لگا کہ انہوں نے اسکے لیے تردد کیا کیونکہ وہ کہیں جاکر کچھ کھاتا نہیں تھا۔

"کوئی بات نہیں، پہلی دفعہ گھر آئے ہو ایسے اچھا تھوڑی لگتا ہے۔" انہوں نے نثار ہو جانے والے انداز میں کہا۔

"اماں! آخری بار تھوڑی آیا ہے۔" اسکی زبان پھسلی جسے اماں کا دھوکا سبق سکھا گیا۔

"یہ آیا کیا ہو تا؟ ساری تمیز گھول کے پی گئی ہے کیا؟" انہوں نے بنا کسی لحاظ کے ڈپٹا تو اس نے مدد طلب نگاہوں سے باپ کو دیکھا مگر وہ بھی تادیبی نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے جبکہ حمیر کے مزہ لینے والے تاثرات اسکا صبر آزما رہے تھے۔

"آنٹی! کھانا بہت زبردست بنا ہے۔" ایک تو کھانا واقعی اس قدر لذیذ تھا کہ نا نا کرتے ہوئے بھی اس نے بہت تسلی سے کھانا کھالیا اور پھر جب ساتھ دشمن اول کو ڈانٹ کا تڑکا بھی لگ جائے تب کھانے کا مزہ دوبالا ہو جاتا ہے۔ یہی اس کے ساتھ ہوا تھا۔ اسکی تعریف پہ جہاں باقی سب خوش ہوئے وہیں خوش بخت نے کھاجانے والی نگاہوں سے اسے دیکھا جو اسکی سلطنت میں راجہ اندر بنا بیٹھا تھا۔

"تم کہاں سوؤ گی؟" تقریباً پونے ایک بجے کمرے میں آنے کے بعد وہ اپنے سنگل بیڈ پہ اپنا تکیہ سیٹ کر رہی تھی جب عقب سے اسکی الجھی ہوئی آواز سن کے وہ متعجب سی اسکی طرف پلٹی جو ناقدانہ نگاہوں سے اس تنگ اور گھٹن زدہ کمرے کو دیکھ رہا تھا۔ جہاں ایک سنگل بیڈ، چھوٹی سی الماری، میز اور دو کرسیوں کے بعد بمشکل چلنے پھرنے کی جگہ بچتی تھی۔ ڈریسنگ ٹیبل کے نام پہ دیوار کے ساتھ ایک شیشہ لگایا ہوا تھا جس کے سامنے کنگار کھا ہوا تھا۔

"کیا مطلب کہ کہاں سوؤں گی، نظر کم آتا ہے یا دیکھنا پسند نہیں کرتے جو یہ بیڈ دکھائی نہیں دے رہا؟" اس نے طنزیہ انداز میں کہتے ہوئے آنکھوں سے بیڈ کی طرف اشارہ کیا۔

"ڈونٹ ٹیل می کہ تم میرے ساتھ ایسا بیڈ شیئر کرنا چاہتی ہو بلکہ کہیں تمہارا مشن یہ تو نہیں کہ جو پینڈنگ کام ہم کل سرانجام نہ دے پائے وہ آج یہاں تمہارے گھر پہ؟؟" اسکے طنز کا بھرپور جواب دیتے ہوئے اس نے اپنی ازلی بے شرمی اور بے باکی کا ثبوت دیتے ہوئے اسے دیکھا جبکہ اسکا دماغ بھک سے اڑا تھا۔

For more visit (exponovels.com)

وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسکو تک رہی تھی جو چہرے پہ کمینگی سجائے ڈھیٹوں کی طرح مسکرا رہا تھا۔

"تم گھٹیا انسان، جیسے گھٹیا تم خود ویسی گھٹیا تمہاری باتیں ہیں، دفعہ ہو جاؤ میرے کمرے سے۔" وہ شرم و غصے سے کانپتی ہوئی غرائی لیکن وہ پر سکون انداز میں مسکراتے ہوئے مڑا۔

"اوکے آل رائٹ! میں آنٹی سے کہتا ہوں کہ میرے سونے کا ارینج کر دیں۔" اسکے پر سکون لہجے میں چھپی دھمکی پہ وہ کراہی۔

"افف کس قدر فسادی انسان ہو تم۔" وہ دانت پیستی غرائی کیونکہ وہ جانتی تھی اماں کو اگر پتہ چلا کہ اس نے اسے کمرے سے نکالا ہے تو اماں چپل مارنے سے بھی دریغ نہیں کریں گی۔

"اب میں نے کیا کر دیا۔ تمہاری بات ہی تو مانی ہے۔" اس نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا تو وہ ضبط کے کڑوے گھونٹ بھرتی اٹھی۔

"اپنی فضول گرل فرینڈز سے بولے گئے بیہودہ ڈائیلاگز میرے ساتھ بولنے سے گریز کرو اور مرو یہاں۔" اس نے بد تمیزی سے کہا تو اسکے ماتھے پہ بل پڑنے لگے۔

"بی ہیو یور لینگوئج۔" اسکا لہجہ کافی کڑا تھا مگر اس نے رتی برابر اثر نہ لیا۔

"اگر تم حد میں رہو گے تو میری زبان بھی حد میں ہی رہے گی۔" اس نے بے نیازی سے کہا تو اس نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورتے ہوئے اپنی شرٹ کے بٹن کھولنے شروع کیے۔ وہ سٹپٹائی۔

"یہ کیا کر رہے ہو تم؟" اس نے شاکی انداز میں اس سے پوچھا۔

"اب کیا برقعہ پہن کے سوؤں؟ مجھ سے اتنی گرمی میں شرٹ پہن کے نہیں سویا جا سکتا۔ اس لیے اگر تمہیں یہ لگ رہا کہ مجھے بنا شرٹ کے دیکھ کر تم سے کنٹرول نہیں ہو گا تو تم شوق سے باہر جا سکتی ہو۔" وہ جو صرف گھٹن کے احساس سے اوپری تین چار بٹن کھولنا چاہتا تھا اسکے بیچ میں بولنے کی وجہ سے بھنا کے بولا۔

"اتنی کمزور نہیں ہوں میں کہ ایسی باتوں پہ کنٹرول کھو دوں۔" وہ ضبط کرتی ہوئی بولی کہ بات بڑھنے پہ بات بگڑنے کا خدشہ تھا۔ وہ خاموشی سے آگے بڑھا اور بیڈ پہ جاکے پھیل کر لیٹ گیا۔

"یہ بیڈ تمہاری جاگیر نہیں ہے۔ اس لیے خود کو سمیٹ کے لیٹو۔" وہ تیکھے چتونوں سے گھورتی ہوئی دھڑکتے دل کو قابو کرتی ہوئی بولی۔ کل رات میں تو وہ سو گئی تھی مگر یوں پہلی دفعہ اکیلے کسی مرد کے ساتھ ایسی حالت اور قربت

For more visit (exponovels.com)

میں سونے کا احساس ہی جسم کو سن کر رہا تھا۔ اسکی بات پہ اس نے ایک نظر اسے دیکھا۔ زبان میں کھجلی ہوئی جو میج بپ نے دبا ڈالی۔ وہ موبائل نکالتا ہوا کروٹ بدل گیا تو وہ بھی چور نگاہ اسکی پشت پہ ڈالتی ہوئی اپنا تکیہ درمیان میں کھڑا کرتی کروٹ کے بل بے آرام سی لیٹتی ہوئی خود پہ اپنی چادر پھیلا گئی۔ وہ جو موبائل پہ بزی ہو گیا تھا کسی دوسرے کی موجودگی کے احساس پہ اس نے گردن گھما کے درمیان میں تکیہ دیکھا تو اسکی تیوری چڑھ گئی۔ وہ اسے اٹھا کر نیچے پٹخنے والا تھا مگر پھر نجانے کیا سوچ کر رک گیا اور سیدھا ہو تا لیٹ گیا۔ ایک دوسرے کے قریب وہ ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہوئے الگ الگ مدار میں گہری سوچوں میں گم نیند میں کھونے لگے۔

دھوپ کی تپش کے احساس نے اسکی نیند میں خلل ڈالا تو اس نے کسمساتے ہوئے اپنی نیند سے بھری آنکھوں کو کھولنے کی کوشش کی لیکن نیند کا غلبہ بہت شدید تھا۔ وہ آنکھیں دوبارہ موندنے لگا جب عجیب سے احساس نے اسے اپنی لپیٹ میں لیا۔ اسکی خمار زدہ آنکھیں پٹ سے کھلیں اور کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ان کے درمیان رکھی حفاظتی دیوار اس وقت ان کے پیروں کے بیچ پڑی تھی اور خوش بخت اسکی جانب کروٹ لیے اس کے انتہائی قریب سوئی ہوئی تھی۔ یوں صبح صبح اسکا صاف شفاف چہرہ نگاہوں سے قریب تر دیکھنا اسے عجیب سے احساسات میں مبتلا کر گیا۔ اس نے میکانکی انداز میں اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے اسکے چہرے پہ بکھرے بال ہٹانا چاہے جب باہر سے آتی اونچی آوازوں پر اس نے فوراً ہاتھ پرے کیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنا بازو اس سے چھڑواتا وہ نیند میں بڑبڑائی۔

"اُفف اماں! تم پھر صبح صبح شروع ہو گئی ہو۔" وہ کوفت سے بڑبڑاتی ہوئی مزید خود کو سمیٹتی اسکے بازوؤں میں چہرہ چھپانے لگی جب عجیب سی تپش کے احساس پہ اس نے مندی مندی آنکھیں کھول کے دیکھا تو ایک دلخراش چیخ اسکے حلق سے بر آمد ہوئی۔

"یہ کیا بد تمیزی ہے؟" وہ جو اسکے تاثرات ملاحظہ کر رہا تھا اسکے یوں چلانے پہ بد مزہ ہوتا ہوا بولا۔

"تم ایسے میرا مطلب یہ۔۔۔" وہ پہلی دفعہ یوں اسکے سامنے بوکھلائی تھی اور اس بوکھلاہٹ میں اضافہ تب ہوا جب اسکے بازو کو اپنے ہاتھوں میں دیکھا تو وہ جلدی سے ہاتھ جھٹکتی ہوئی اٹھی۔

For more visit (exponovels.com)

"سوری مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم بھی کمرے میں ہو۔" وہ شرم وحیا کے احساس سے نظریں چراتی ہوئی اس سے بولی جو پہلی دفعہ اسے یوں دیکھتے ہوئے لطف اندوز ہو رہا تھا کیونکہ وہ یہی تو چاہتا تھا کہ وہ اسکے سامنے نظریں جھکائے۔ اس سے باقی لڑکیوں کی طرح ڈرے جھجھکے۔

"میں اندازہ کر سکتا ہوں کہ مجھے دیکھ کر لڑکیوں کی کیا حالت ہوتی ہے اور تم تو پھر بھی خوش قسمتی سے بیوی ہو میری۔" وہ کمینگی سے بولتا ہوا اسے دیکھنے لگا۔ وہ کمرے کی واحد کھڑکی بند کر رہی تھی جو کمرے میں دھوپ کے ساتھ ساتھ قدسیہ بیگم کی بیٹوں کو ڈانٹتی آواز کو بھی اندر لا رہی تھی۔

"بد قسمتی کہو میری اور مجھے ان لڑکیوں سے ملانے کی کوشش نہ کرو۔" وہ خود پہ قابو پاتی تڑخ کر بولی اور ہینڈ کیری سے اسکے کپڑے نکالنے لگی۔

"ویسے یار میں بہت اصول پرست بندہ ہوں۔ چاہنے کے باوجود سسرال میں ہونے کا لحاظ کرتے ہوئے کنٹرول کر گیا مگر تم بتاؤ رات میں میری عزت محفوظ رہی نا؟" وہ دل جلانے والے انداز میں کہتا ہوا اسکے سونے کے انداز کو پوائنٹ آؤٹ کرتا ہوا اسکا چہرہ سرخ کر گیا۔

"نہیں، لٹ گئی تمہاری عزت بیہودہ انسان۔" وہ تپ کے کہتی ہوئی آخر میں بڑبڑائی۔ وہ کھل کے ہنس دیا۔

"اگر خود کی پرستش ختم ہو گئی ہو تو باہر واشروم میں جا کر فریش ہو جاؤ میں اماں سے تمہارے کپڑے استری کروا کے دیتی ہوں۔" اسکو لب کھولتے دیکھ کر وہ سنجیدگی سے بولی۔

"باہر جا کر کیوں، اٹیچ واشروم نہیں ہے ادھر؟" وہ کمرے میں یوں ادھر ادھر نظریں گھمانے لگا جیسے واشروم اگر نہیں بھی ہے تو اگ آئے گا۔

"نہیں۔" وہ سنجیدگی سے جواب دیتی ہوئی اپنے اور اسکے کپڑے لیتی کمرے سے جانے لگی تو وہ بھی منہ بناتا ہوا اسکی معیت میں باہر نکلا۔

"کیسا رہا ٹائم سسرال میں؟" وہ حسبِ معمول موبائل کے ساتھ لگا ہوا تھا جب ہارون نے اس سے استفسار کیا۔ وہ کچھ دیر قبل ہی آیا تھا۔

"ٹھیک تھا۔" اس نے بے دلی سے جواب دیا۔

For more visit (exponovels.com)

"کب آئے ادھر سے؟"اس نے اسکے ہاتھ سے موبائل کھینچتے ہوئے پوچھا تو وہ اسے گھورنے لگا۔

"کچھ دیر پہلے ہی آئے۔ماما، دادو اور چاچو گئے تھے لینے اور کچھ پوچھنا ہے؟"وہ تپتے ہوئے بولا۔

"ہاں تیری بیگم کدھر ہے؟"وہ شرارت سے بولا۔

"فار گاڈ سیک یار، ایسے تو مت بول۔یہ شادی کن حالات کی وجہ سے ہوئی ہے تُو سب جانتا ہے۔"وہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولا۔اسے لگا تھا شادی ہو گی، بس ٹھیک ہے لیکن وہ تین دن میں ہی گھبرا گیا تھا۔ہر بات میں اب شادی اور بیوی کا تذکرہ اسے بیزار کر رہا تھا۔اپنی زندگی میں یوں اتنی بڑی تبدیلی اس سے ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

"بھابھی کا رویہ کیسا ہے؟مطلب جب انہیں سب پتہ چلا تو؟"اسکی بات پہ ہارون نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کون بھابھی؟"وہ الجھتا ہوا بولا۔

"خوش بخت حمیر مرزا۔"اس نے جتاتے ہوئے لہجے میں کہا تو وہ لحظہ بھر کو چپ سا ہو گیا مگر اگلے ہی لمحے اپنے مخصوص انداز میں بولا۔

"جیسا ردعمل سوچا تھا ویسا ہی سامنے آیا۔"وہ محظوظ انداز میں مسکرایا۔

"السلام علیکم دادو بیگم۔"اسی پل ہارون نے ہال میں داخل ہوتیں دادو بیگم کو سلام کیا جن کے ہمراہ خوش بخت اور رمیشہ بیگم بھی تھیں۔

"وعلیکم السلام!ہارون بچے کیسے ہو؟"وہ شفقت سے اسکے سر پہ ہاتھ پھیرتی ہوئی بولیں۔

"الحمدللہ، آپ کیسی ہیں؟"وہ مؤدب لہجے میں انہیں پوچھتا ہوا اب رمیشہ بیگم سے مل رہا تھا۔

"ہم بھی ٹھیک ہیں، جنید کا سناؤ؟"انہوں نے بیٹھتے ہوئے اسکے والد کے بارے میں پوچھا تو وہ انہیں ان کی بابت بتانے لگا۔

"بہو!یہ حمیر کا بہت پیارا دوست ہے اور ہمیں ہر مزان جتنا ہی پیارا ہے ہارون، شہر کا بہت بڑا اور قابل بیرسٹر ہے۔"وہ خوشی اور محبت سے ہارون کا تعارف خوش بخت سے کروانے لگیں جو اسے ہی گھور رہی تھی۔

"آپ کا سارا قانونی کام یہی کرتے ہیں؟"وہ سنجیدگی سے بولی تو ہارون نے بوکھلا کے حمیر کو دیکھا جو پرسکون سا انہیں دیکھ رہا تھا۔

For more visit (exponovels.com)

"ہاں، اسکے والد بھی اسی شعبے سے منسلک ہیں۔ ہمارے خاندان سے برسوں سے جڑے ہوئے ہیں اور اب ماشاءاللّٰہ سے یہ بھی ہمارے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔" وہ اسکا بھرپور تعارف کروا رہی تھیں۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"بھابھی!" وانیہ کی زوردار آواز پہ سب ایک ساتھ چونکے۔

"ہم نے کہا تھا بھابھی آئیں گی تو ہم مزے کریں گے مگر بڑی ماما آپ بھابھی کو اپنے ساتھ لے کر بیٹھ گئی ہیں۔" وہ نروٹھے انداز میں کہتی ہوئی ان سب کے ہونٹوں پہ مسکان بکھیر گئی۔

"یہ رہیں آپ کی بھابھی، کریں ان کے ساتھ انجوائے، ہم نے کب روکا؟" انہوں نے پنک کلر کے جدید تراش خراش کے سوٹ میں ملبوس خوش بخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شگفتہ لہجے میں کہا۔

"آئیں بھابھی کمرے میں چلتے ہیں۔" وہ ان سب کے سوچنے سمجھنے سے قبل اسکا ہاتھ کھینچتی ہوئی اپنے ساتھ لے گئی۔ جہاں غانیہ، ماہم اور نگارش بھی موجود تھیں۔ ان کا پروگرام آج کھل کے گپیں لگانے کا تھا۔

"استغفراللّٰہ یہ کیا واہیات لباس ہے؟ مطلب کیا سونے کیلیے ایسے لباس کا ہی ہونا ضروری ہے؟ شلوار قمیض چبھتی ہے؟" سونے سے قبل کوئی آرام دہ سوٹ نکالنے کی غرض سے وہ وارڈروب کے سامنے کھڑی ہوئی تو سامنے تنگی رنگ برنگی نائیٹیوں کو دیکھ کر وہ حسبِ عادت اونچی آواز میں بڑبڑانے لگی۔ وہ جو سائیڈ ٹیبل پہ گھڑی رکھ رہا تھا، اسکی بڑبڑاہٹ پہ اسکی آنکھوں میں شیطانی سی چمک لہرائی۔

"سنو!" اس نے مصروف سے انداز میں اسے پکارا تو وہ چونکی۔

"کیا؟" اس نے ابرو اچکاتے ہوئے پوچھا۔

"دودھ لا دو نیچے سے بلکہ ساتھ پیناڈول بھی۔" اس نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے مقدور بھر کوشش کی کہ اسے نا دیکھے۔ وہ جو انکار کرنیوالی تھی پیناڈول کا سن کر ناچاہتے ہوئے بھی وہ دوپٹہ کندھوں پہ برابر کرتی ہوئی کمرے سے نکل گئی جبکہ اسکے نکلتے ہی اس نے شرارت سے وارڈروب کو دیکھا اور لپکتے ہوئے اپنا کام کرنے لگا۔

"بیٹا کچھ چاہیے؟" وہ جو آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی سیڑھیاں اتر رہی تھی عائلہ بیگم کی آواز پہ اچھل پڑی۔

For more visit (exponovels.com)

"جی ہاں وہ اس۔۔ میرا مطلب ہے کہ ان کے لیے دودھ اور پیناڈول لینی تھی۔" وہ جلدی سے بولی۔

"فرسٹ ایڈ باکس حمیر کے کمرے میں ہو گا۔ آپ انٹر کام کر دیتیں لیکن خیر چلیں میں بالو کو کہتی ہوں کہ دودھ کمرے میں پہنچا دے۔" انہیں اچھا نہ لگا نئی نویلی بہو کا کام کے لیے رات کو نیچے آنا۔

"کوئی بات نہیں، اب میں لے جاتی ہوں۔" وہ نرمی سے مسکراتی ہوئی بولی تو وہ سر ہلاتی ہوئی اسکے ساتھ کچن میں چلی آئیں پھر اسے دودھ کے ساتھ ٹیبلٹ دے کے اپنی نگرانی میں کمرے تک پہنچایا اور پھر سونے کے لیے چل دیں۔

"یہ اسکو اچانک کیا ہو گیا؟" اسکی سائیڈ ٹیبل پہ دودھ اور ٹیبلٹ رکھ کر وہ وارڈروب کی طرف گئی۔ اس نے کبھی ایسی ڈریسنگ کی نہیں تھی۔ اس لیے اسکا دم گھٹنے لگتا تھا تب ہی اسکی پہلی ترجیح کوئی آرام دہ لباس ہی ہوتا تھا۔ اس نے وارڈروب کو دو تین جھٹکے دیے اور نہ کھلنے کی صورت میں وہ پریشانی سے بڑبڑاتی ہوئی ادھر ادھر دیکھنے لگی تو وارڈروب کے ساتھ ڈارک براؤن کلر کی نائٹ ٹنگی دکھائی دی۔ وہ مزید الجھی کہ یہ ادھر کیسے آئی؟

اس نے ایک مشکوک نگاہ ایل ای ڈی کی طرف متوجہ شوہر پہ ڈالی لیکن وہ تو بہت سنجیدہ نظر آ رہا تھا، پھر یکایک الماری کو کیا ہو گیا؟

"وارڈروب نہیں کھل رہی؟" جب اس سے رہا نہ گیا تو چار و ناچار اسے مخاطب کر بیٹھی۔

"میں کسی جنم میں بھی بڑھئی نہیں رہا، اس لیے کسی قسم کی مدد نہیں کر سکتا۔" بے مروتی کی انتہا تھی۔

"تم سے مدد مانگی کس نے ہے؟ میں بس ویسے ہی بتا رہی تھی۔" وہ بھناتی ہوئی بات بنا کر بولی تو اس نے ترچھی نگاہوں سے اسے گھورا مگر کہا کچھ نہیں کیونکہ جو کر دیا تھا وہ کافی تھا۔

وہ بے چینی سے ادھر ادھر ٹہلنے لگی۔ نیند سے برا حال تھا اور ایسے ہیمبرائیڈ ڈ فٹنگ والے سوٹ میں وہ کبھی بھی سو نہیں سکتی تھی مگر وہ اس واہیات ڈریس کو بھی پہن نہیں سکتی تھی، وہ بھی اسکی موجودگی میں۔ اس نے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے گھورا۔ نہ وہ اسے دودھ لانے کا کہتا اور نہ وہ اس مصیبت میں پھنستی۔

"کیا ہوا؟ سونے کا ارادہ نہیں ہے کیا؟" جب کافی دیر تک وہ یونہی ٹہلتی رہی تو وہ بول اٹھا۔

"کیوں، تمہیں میرے سونے سے کیا لینا دینا؟" وہ پہلے ہی تپی ہوئی تھی فوراً خشک لہجے میں بولی۔

For more visit (exponovels.com)

"بھولو مت کہ شادی ہوئی ہے ہماری اور مجھے تمہارے ہر عمل سے لینا دینا ہے۔" اسکا لہجہ جتاتا ہوا تھا۔

"شادی ہوئی ہے تو کیا تمہیں اب لوریاں دوں سلانے کے لیے یا تم نے لوری دے کر مجھے سلانا ہے؟" وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی بولی۔

"محترمہ دودھ پیتی بچی نہیں ہو تم اور نہ میں تمہیں بہن بنا کے لایا ہوں۔ اچھی طرح سمجھتی ہو گی کہ بیوی لوری دینے سے زیادہ اچھا کام کرتی ہے۔" وہ واضح الفاظ میں اس پہ اپنے ارادے ظاہر کرتا ہوا بولا تو اسکا دل سکڑنے لگا۔

"تم میرے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے اور اس بات کی اجازت میں تمہیں نہیں دوں گی۔" وہ اسے وارن کرتی ہوئی بولی۔

"مجھے تمہاری اجازت کی ضرورت نہیں اور یہ ادائیں مجھے مت دکھاؤ کیونکہ تم میری محبوبہ نہیں بیوی ہو اور جس بناء پر بیوی بنی ہو وہ بات تم اچھے سے جانتی ہو۔ اس لیے فضول مزاحمت کی کوشش بے کار ہے۔" وہ اسکے ہوائیاں اڑتے چہرے کو دیکھتا ہوا وہ سنجیدگی سے بولا۔

"چینج کرنا پسند کرو گی یا میں لائٹ بند کر دوں؟" اسکی شاکڈ حالت دیکھتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے کہا تو وہ ہوش میں آئی۔

"تم ایسا کچھ بھی نہیں کرو گے میرے ساتھ، تم اپنی ایک خواہش کے لیے میری نسوانیت کی توہین نہیں کر سکتے۔" وہ غصے سے اسے دیکھتی ہوئی بولی۔

"توہین کیسی؟ باقاعدہ ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں نکاح کیا ہے میں نے۔" وہ ڈھٹائی سے کندھے اچکاتا ہوا بولا۔

"اس نکاح کی اصلیت اور مدت کو بھی ذہن میں رکھو۔" وہ دانت پیستے ہوئے غرائی۔

"اتنی آگے کا کیوں سوچ رہی ہو تم؟ ابھی جو لمحہ موجود ہے اس کے بارے میں سوچو۔" اس نے گھما پھرا کے بات پھر ادھر لا کر چھوڑی جہاں وہ فطری حیا کے باعث لاجواب ہو جاتی تھی۔ وہ جانتی تھی وہ اسکے سامنے مزاحمت نہیں کر پائے گی۔ واقعی اس مزاحمت کا کیا جواز پیش کرے گی کہ جیسا بھی صحیح مگر اب وہ اس کا شوہر تھا۔ اسکی اینٹینشنز کیا تھیں یا نکاح کی وجہ جو بھی تھی، مگر اب وہ اسکی بیوی ہے اور پھر اوپر سے اماں نے شوہر کے حقوق کے بارے میں اتنی برین واشنگ کی تھی کہ اسے ڈر لگنے لگا تھا۔ وہ اللہ کو ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی مگر جس طرح یہ

For more visit (exponovels.com)

سب ہو رہا تھا اس پہ بھی اس کا دل آمادہ نہیں تھا۔ وہ سوچوں میں کھوئی ہوئی تھی جب چنگھاڑتی ہوئی رنگ ٹون پہ چونکی۔ وہ اپنا موبائل جیب سے نکال رہا تھا۔

"میرے کال سننے تک وہ نائٹی پہن لو۔ میرا دل چاہ رہا ہے، تمہیں ایسے ڈریس میں دیکھوں۔" اسے چڑانے کے لیے وہ جان بوجھ کے نائٹی کی طرف اشارہ کرتا ہوا خباثت سے آنکھ مارتا ٹیرس کی جانب چل دیا۔ وہ بل کھاتی ہوئی اسکی پشت کو گھور کے رہ گئی۔

وہ کینہ توز نگاہوں سے اس واہیات لباس کو تک رہی تھی، جیسے ساری غلطی ہی اسی کی ہو۔ وہ اسی فینسی ڈریس کو پہن کے سونے کا سوچ ہی رہی تھی جب ایک دم سے اسکے دماغ میں کچھ کلک ہوا۔ وہ پھرتی سے وارڈروب کی جانب بڑھی اور وارڈروب کے مردانہ حصے کو جلدی سے کھولا۔ اسکے ہاتھ تیزی سے کپڑے ادھر ادھر کرتے ہوئے مطلوبہ ہدف کو ڈھونڈ رہے تھے اور پھر تھوڑی سی مشقت کے بعد اسے ایک گرے ٹراؤزر اور بلیک لوز سی ٹی شرٹ پسند آگئی جسے لے کر وہ جلدی سے واشروم کی جانب بھاگ گئی۔

وہ تقریباً بیس پچیس منٹس کی کال لے کر جب واپس کمرے میں داخل ہوا تو اسکے اعصاب کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔

"یہ میرا ڈریس کیوں پہنا تم نے؟" وہ صدمے سے اسکو دیکھتا ہوا بولا۔ اسے تنگ کرنے کے لیے اس نے نائٹی نکال کے وارڈروب کو لاک کیا تھا مگر وہ اسی کے داؤ کو اس پہ آزما کر اسے جلا گئی تھی۔

"شوہرانہ حقوق کی ویسے تو بڑی ہڑک جاگ رہی تھی تمہارے اندر مگر اپنے کپڑوں کو دیکھ کر تمہاری شیخی نے تمہیں یہ بھولنے پہ مجبور کر دیا کہ میں تمہاری بیوی ہوں۔ تمہاری ہر چیز پہ حق ہے میرا۔" وہ اپنے دماغ میں کچھ ٹھان چکی تھی اسی لیے بہت پر سکون ہو کے بولی۔ نہایت اطمینان سے بال سیدھے کر کے پشت پہ پھیلائے۔

"رائٹ! اپنے حق کا استعمال تم کر چکی ہو۔ اس لیے اب میری باری ہے۔" اسکے حرف حرف کو تولتا ہوا وہ چند ثانیے سوچنے کے بعد ڈھیلے انداز میں کھڑی خوش بخت کا ہاتھ جھٹکے سے کھینچ کر اپنے مقابل کیا۔ ہر صورتحال کے لیے خود کو تیار ظاہر کرتی خوش بخت کا دل سہم سا گیا۔

"جب میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا تو یہ اعتراض تم بھی نہیں کر سکتی۔" اسکے کھلتے لبوں پہ سختی سے انگلی رکھتا ہوا وہ درشتگی سے بولا۔ اسکی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے اور وہ جو اسے اس رشتے میں جکڑنے کے لیے ہی یہ سب

For more visit (exponovels.com)

کر رہا تھا کہ اسے روتا، تڑپتا اور جھلتا ہوا دیکھے۔ اسکی نم آنکھوں کو دیکھ کر نجانے اسے کیا ہوا۔ وہ بے خودی میں جھکتا ہوا اسکی آنکھوں پر اپنے لب رکھ گیا۔

"حمیر پلیز!" اسکی گرفت میں بے حال ہوتی وہ مزاحمت کرتی ہوئی بولی مگر وہ سننے کی کیفیت سے کوسوں دور اس وقت تمام باتیں بھلائے اسکے نوخیز وجود کی دلکشی میں کھونے لگا۔ خوشی کا دل سکڑنے لگا۔

"ابھی نہیں۔" حمیر نے اسکے لبوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کروادیا اور وہ چاروناچار شکست تسلیم کرگئی۔

صبح اسکی آنکھ عجیب سی آوازوں سے کھلی۔ اس نے بیزاری سے تکیہ سر کے نیچے سے نکالتے ہوئے منہ پہ رکھا مگر آوازیں بدستور جاری تھیں۔

"کیا مصیبت ہے؟ بند کرو یہ۔" وہ تکیہ ہٹاتا ہوا بدتمیزی سے چلایا، جوابًا وہ اس سے بھی زیادہ تیزی سے غرائی۔

"مصیبت وہی ہے جو تم نے پیدا کی ہے۔ مجھے نیچے اکیلے نہیں جانا، اس لیے اپنی یہ شکل اٹھ کر سنوارو ورنہ میں کچھ کردوں گی۔" وہ بھری ہوئی شیرنی بنی ہوئی تھی۔ اسکی تیز آواز پہ اس نے آنکھیں کھول کے اسے دیکھا جو لائٹ گرین کلر کے ڈریس میں نم بالوں کو کیچر میں مقید کیے سرخ چہرے کے ساتھ کھڑی تھی۔

"انو کھی مصیبت نہیں پڑی تمہارے سر جو تم اتنا اوورری ایکٹ کر رہی ہو۔ اب مجھے کسی قسم کی آواز نہ سنائی دے۔" وہ اسے ڈپٹتا ہوا دوبارہ سونے کے لیے لیٹ گیا جب اسکے کانوں میں ایک زوردار آواز گونجی۔ اس نے جھٹکے سے اٹھ کر دیکھا تو وہ اسکے فیورٹ پرفیومز توڑ رہی تھی۔

"پاگل ہوگئی ہو کیا تم؟ کیا تماشا لگایا ہوا تم نے؟" وہ بیڈ سے اترتا ہوا ترشی سے بولا۔

"تم سے کم ہی تماشا لگایا ہے، اب اگر تم میرے ساتھ نیچے نا گئے تو میں اس سے زیادہ تباہی مچاؤں گی کیونکہ میں اکیلے جاکر سب کی فضول باتیں اکیلے سننے کی متحمل نہیں ہوں۔" اسے ڈرائیر استعمال کرنا نہیں آتا تھا اور اس حلیے میں نیچے جاکر وہ سب کی معنی خیز باتوں کو برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ وہ بھی اس صورت میں جب یہ موضوع اسے اذیت دیتا ہو۔

"اتنی تباہیاں تو تمہارے ساتھ نہیں مچائیں جس قدر تم مچا رہی ہو۔" اسکی تپی تپی رنگت دیکھ کر اسکی رگِ خباثت پھڑکی۔

For more visit (exponovels.com)

"جو تم چاہتے تھے، ہو گیا۔ اب ان فضول باتوں اور حرکتوں سے گریز کرنا ورنہ پچھتاؤ گے۔" وہ انگلی اٹھا کر وارن کرتی ہوئی اسکے اندر گدگدی سی کر گئی۔

"ایویں ہی، بیوی ہو میری۔ میں فضول باتیں ہی نہیں فضول کام بھی کروں گا۔" کمرے کی ابتر حالت نظر انداز کرتے وہ لوفرانہ انداز میں کہتے ہوئے اسکی جانب بڑھا۔ اس نے آؤ دیکھا نا تاؤ اور ایک زوردار پنچ اسکے سینے پہ مارا۔ وہ جھٹکے سے پیچھے ہوا۔

"تم مجھے انڈر اسٹیمیٹ کر رہے ہو حمیر مرزا۔" وہ جتانے والے لہجے میں کہتی ہوئی اس سے فاصلے پہ ہوئی۔ یہ تو وہ رات کو ہی سوچ چکی تھی کہ اسکا حق وہ سلب نہیں کر سکتی تھی مگر اس سارے عرصے میں وہ اسے سبق ضرور سکھانا چاہتی تھی۔

"یہ کیا طریقہ ہے؟" وہ آنکھیں نکالتا ہوا بولا۔

"یہ وہی طریقہ ہے جو میں ہر مرد کے لیے مخصوص رکھتی ہوں۔ اس لیے آئندہ سوچ سمجھ کر کوئی بھی عمل کرنا۔" وہ اسکے گھورنے کا اثر لیے بغیر بولی تو اس نے ستائشی انداز میں ہونٹوں کو گول کیا۔

"اب آئے گا مزہ، لیڈی ڈان تم اپنے داؤ لگاؤ میں اپنے ہنر آزماتا ہوں۔" وہ تپاتی ہوئی مسکان کے ساتھ کہتا ہوا پھرتی سے اسے دوبارہ قریب کھینچتے ہوئے زوردار گستاخی کر چکا تھا۔

"پرے مرو گھٹیا انسان۔" وہ زوردار دھکا دیتی ہوئی اسے پیچھے ہٹاتی بولی تو وہ آرام سے پیچھے ہٹتا ہوا وارڈروب کی جانب بڑھ گیا پھر عادتاً آدھے ڈریسز بکھیرتا ہوا بمشکل ایک جینز اور شرٹ کھینچتا ہوا اسے نظر انداز کرتے ہوئے واشروم کی طرف چلا گیا۔

"ہائے اللہ! یہ انسان ہے کہ جانور، اتنا گند کون پھیلاتا ہے؟" وہ کوفت سے کمرے کو دیکھتی ہوئی بولی لیکن پھر اسکے نکلنے کا انتظار کرتی ہوئی وہ اسکے کپڑے اٹھا کر اندازے سے اندر گھسیڑنے لگی۔

"حمیر! تم نے مجھے بہت بری طرح سے چیٹ کیا ہے۔" ٹشو پیپر سے مکارا لگی آنکھوں کو نزاکت سے پونچھتی سونیا اسے کوفت کا شکار کر گئی۔

For more visit (exponovels.com)

"یار بتایا تو ہے کہ دادو بیگم کی وجہ سے کرنا پڑی شادی۔ تمہیں اس سب سے پرابلم نہیں ہوگی۔" وہ اکتائے لہجے میں بولا۔ کسی کے زیادہ نخرے وہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔

"تمہاری دادو بیگم تو۔۔" وہ بیزاری سے کچھ کہنے لگی جب اس نے دوٹوک انداز میں اسے ٹوکا۔

"سوری بٹ میں پسند نہیں کرتا کہ کوئی دادو بیگم کے بارے میں بات کرے۔" اسکی بات پہ وہ بمشکل مسکراتی ہوئی سر ہلا گئی۔

"تمہاری مسز کیا بہت پیاری ہے حمیر؟" کچھ لمحوں کے بعد اسکی سوئی پھر وہی اٹکی۔ اسکے سوال پہ اسکی نگاہوں میں اسکاروپ آن سمٹا تو دل کی دھڑکنیں اپنی موجودگی کا احساس دلانے لگیں۔

"پتہ نہیں میں نے غور نہیں کیا۔" وہ نگاہیں چراتے ہوئے دل کی دہائیوں کو نظر انداز کرتا ہوا بولا۔

"غور سے دیکھنا بھی نہیں ہے۔" اسکے مضبوط ہاتھ پہ اپنا نازک ہاتھ رکھتی ہوئی وہ ادا سے بولی تو اس نے چونک کے اسے دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے سر ہلا دیا۔

"شاپنگ پہ چلیں۔" کچھ دیر بعد حمیر بولا تو سونیا پرجوش سی ہوتی اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر دونوں ایک دوسرے کی سنگت میں خوش ہوتے شاپنگ انجوائے کرنے لگے۔

"آپ دونوں کا گھومنے پھرنے کا ارادہ نہیں ہے کیا؟" ڈنر کے بعد سب حسبِ معمول ایک ساتھ بیٹھے ہوئے تھے جب اسد صاحب نے اچانک انہیں مخاطب کیا۔ وہ دونوں ایک ساتھ چونک گئے۔

"ابھی ایسا کوئی ارادہ نہیں بنایا۔" حمیر جلدی سے بولا کہ دادو بیگم اسے بہت گہری نگاہوں کی زد میں رکھے ہوئے تھیں۔

"تو بناؤ پروگرام۔" انہوں نے زور دیتے ہوئے کہا تو وہ سر ہلاتے ہوئے جان بوجھ کر انہیں آفس کی باتوں میں الجھانے لگا مگر جب محفل برخاست ہونے لگی تو دادو بیگم نے خصوصی تنبیہ کی۔

"مجھے تمہارے ساتھ کہیں نہیں جانا۔ منع کردو سب کو۔" کمرے میں آتے ہی وہ زور سے بولی.

"میں تو جیسے مر رہا ہوں نا تمہیں ساتھ لیے پھرنے کے لیے۔" وہ منہ بناتا ہوا بولا۔

"تو منع کروا نہیں۔" وہ برجستگی سے بولی۔

For more visit (exponovels.com)

"خوش بخت بی بی! میرے کندھے پہ بندوق رکھ کے چلانے کی ضرورت نہیں، اس لیے خود جا کر منع کرو۔" وہ بے مروتی سے بولا۔

"تم منع نہیں کرو گے؟" وہ دونوں ہاتھ کمر پہ جماتی بولی۔

"نہیں۔" اس نے سنجیدگی سے یک لفظی جواب دیا تو خوش بخت کی آنکھیں غصے سے دہکنے لگیں۔

جاری ہے۔

For more visit (exponovels.com)

ہمساز میرے

از حوریہ ملک

قسط 5

"اوکے تو چلو پھر کرو برداشت مجھے، منع تم نہیں کر سکتے تو کرواؤ مجھے سیریں۔" وہ کندھے اچکاتی ہوئی بولی تو اس نے دانت پہ دانت جما کر خود کو کوئی سخت بات کہنے سے روکا۔

"ہم دونوں ہی اس بات کے لیے راضی نہیں ہیں۔اس لیے میری بات مانو تو مل کے منع کر دیتے ہیں۔" اس نے مصلحتاً کہا۔

"میں کیوں منع کروں؟ پہلی دفعہ گھومنے کا موقع مل رہا ہے۔ میں کیوں ضائع کروں اسے؟" وہ بے نیازی سے بولتی اسکی بے بسی کا مزہ لینے لگی۔

"گھومنے پھرنے کا مزہ لینے کا سوچ رہی ہو تم؟" وہ غصے سے پھٹنے لگا تھا۔

"بالکل۔" اس نے زور و شور سے سر ہلایا۔

"پھر یہ خواب دیکھنا چھوڑ دو کیونکہ میں خود دادو بیگم کو منع کرنے جا رہا ہوں۔" وہ اپنی اونچی آواز پہ قابو پائے بغیر بولا اور پھر لمحے کی دیر کیے بناء کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ وہ اسکے نکلنے پر تشکر بھرا سانس لینے لگی۔ وہ اسکے ساتھ بالکل جانا نہیں چاہتی تھی لیکن وہ کسی کو انکار کر کے خود سے متنفر بھی نہیں کر سکتی تھی۔

"لیکن دادو بیگم! اس میں مسئلہ کیا ہے؟ ہم بعد میں بھی تو جا سکتے ہیں۔" اسکی جھنجھلائی ہوئی آواز کمرے میں گونج رہی تھی۔

"کسی چیز کے کوئی تقاضے بھی ہوا کرتے ہیں میاں۔ کل کو آپکی بیوی گھر بار اور بچوں کو دیکھے گی یا آپکے ساتھ ہنی مون مناتی پھرے گی؟" انہوں نے بناء کسی لگی لپٹی کے کہا تو اسکا پورا وجود کوفت سے بھر گیا۔

"بچے کہاں سے آ گئے اب بیچ میں؟" اس نے نروٹھے انداز میں انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں بچے کیوں نہیں آئیں گے؟" انہوں نے چشمے کے پیچھے [illegible]

For more visit (exponovels.com)

"مجھے نہیں پتہ لیکن میں بتارہاہوں آپ کو، ہمیں نہیں جانا کہیں بھی۔ آپ کی بہو محترمہ بھی راضی نہیں ہے۔" اس نے اب کے اپنا مخصوص انداز اپنایا۔

"خوش بخت نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی۔" ان کی متعجب آواز پہ اسے اس پر جی بھر کے تاؤ آیا۔

"کیونکہ وہ سمجھتی ہے کہ شاید آپ لوگ ناراض ہوں گے۔ اس لیے میں آپ کو کہہ رہاہوں کہ کچھ دن تک ہم چلیں جائیں گے۔ ابھی وہ فیملی میں ٹھیک طرح سے گھلناملنا چاہتی ہے۔" اس نے انہیں دوسرے داؤ سے رام کرنا چاہا۔

"چلیے جیسے آپ دونوں کی خوشی مگر آپ وعدہ کریں کہ آپ اگلے مہینے اسے کہیں گھمانے لے جائینگے۔" انہوں نے حامی بھرتے ہی وعدہ لیا جو اس نے جھٹ قبول کر لیا۔

"جو آپ کا حکم۔" وہ دل ہی دل میں خوش ہوتا ان سے پیار لے کر لبوں پہ شوخ دھن بجاتا چل دیا۔

"گھومنے پھرنے کا خواب تو دماغ سے نکال دو کیونکہ میں تمہارا پلان کینسل کروا آیاہوں۔" کمرے میں آتے ہی اس نے بمباری شروع کر دی۔

"تمہارے ساتھ تو میں ایک گلی سے دوسری گلی بھی گھومنے نہیں جانا چاہتی، سو تھینکس ٹو یو کہ تم نے مجھے ذہنی اذیت سے بچالیا۔" اسکی جوابی کارروائی نے حمیر مرزا کا پور پور جلا ڈالا۔

"تو تم نے مجھے بیوقوف بنا کر اپنا الو سیدھا کیا ہے۔" وہ غصیلے لہجے میں بولا تو اس نے اطمینان سے کندھے اچکائے۔

"مجھے بنانے کی ضرورت نہیں، تم الحمد اللہ پہلے سے ہی بیوقوف ہو۔" پر سکون مگر تپاتا ہوا لہجہ تھا۔

"اپنی حد میں رہو خوش بخت! ورنہ بری طرح سے پچھتاؤ گی۔" اسکا بازو اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں جکڑتا وہ سلگتے لہجے میں بولا۔

"میری حدود کا تعین تم گزشتہ رات کو کر چکے ہو۔ اس لیے اب تم کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کرنے کے مجاز نہیں ہو۔" وہ سرد مہری سے بولتی جھٹکے سے اپنا بازو چھڑوا گئی۔

"جس حد کی بات تم کر رہی ہو اس پہ زیادہ اکڑو مت کہ اسکی مدت چٹکیوں میں نکل جائے گی۔" وہ پھر سے اسکی ذات کا غرور توڑتے ہوئے بولا۔

For more visit (exponovels.com)

"مجھے بار بار مدت یاد مت دلاؤ حمیر مرزا!ورنہ نقصان تمہارا ہی ہو گا کیونکہ اگر میں نقصان سے بالاتر ہو گئی تو کسی قانونی کارروائی کا ڈراوا مجھے روک نہیں سکے گا۔" وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی ہوئی مضبوط لہجے میں گویا ہوئی۔

"اگر تم مجھے ڈرانے کی کوشش کر رہی ہو تو میں بتانا پسند کروں گا کہ اس میں تمیں ناکامی ہوئی ہے کیونکہ جو میں کرنا چاہتا تھا وہ کر چکا ہوں۔" وہ سلگتی آنکھیں اسکے بے پرواہ سراپے پہ ڈالتا ہوا اب نسبتاً پرسکون انداز میں کہتا اپنی شرٹ اتار کر صوفے پہ پھینک چکا تھا۔

"اگر تمہیں اس کمرے میں رہنا ہے تو اپنی بے ہودگی بند کرنا ہو گی۔" اسکی حرکت پہ ٹپٹاتے ہوئے بظاہر اس نے تنکتے ہوئے کہا۔

"مجھے ایسے کیوں لگتا ہے کہ میری اس بے ہودگی پہ تمہارا خود پہ کنٹرول ختم ہو جاتا ہے۔" بے ہودگی پہ زور دیتا ہوا وہ بولا۔

"مجھے کوئی حیرت نہیں ہوتی جب تم اس طرح کی گھٹیا گفتگو کرتے ہو کیونکہ تم جیسے گھٹیا بندے سے اور توقع کیا کی جا سکتی۔" وہ متاسف نگاہوں سے اسے دیکھتی ہوئی بولی۔

"حیرت نہیں ہے تو مزاحمت بھی نہیں ہونی چاہیے کہ مجھ جیسے گھٹیا بندے سے بے ہودہ اور فضول باتوں ہی نہیں، کاموں کی بھی توقع ہونی چاہیے۔" وہ جو عادتاً شرٹ پھینکتے ہوئے اب لیٹ کر موبائل استعمال کرنے لگا تھا، اسکی بات پہ مڑتا ہوا درشتگی سے اسکو اپنی جانب کھینچتا ہوا اسکے حواس سلب کر گیا۔

"چھوڑو مجھے، تم اپنی ضد پوری کر چکے ہو پہلے ہی۔" وہ بھرپور انداز میں مزاحمت کرتی گویا ہوئی۔

"یہ کہاں لکھا ہوا کہ ضد ایک بار ہی پوری کی جائے گی۔" وہ اسکے سرخ پڑتے چہرے پہ جھکتا ہوا لطیف سی شرارت کرتا گویا ہوا۔ یہ واحد ایسا عمل تھا جس کے دوران وہ اسے جی جان سے گھبراتا ہوا محسوس کرتا تھا اور یہ گھبراہٹ اسے گہرے سکون میں مبتلا کرتی تھی۔

"دور رہو مجھ سے، میں تمہارا خون ہی جاؤں گی۔" پے در پے اسکی مسلسل ہوتی گستاخیوں پہ وہ چلا کر بولی مگر وہ گرفت مزید مضبوط کر گیا۔

For more visit (exponovels.com)

"ابھی اپنی خیر منانے کا سوچو کیونکہ خون تمہارا میں پینے لگا ہوں۔" وہ معنی خیزی سے کہتا ہوا اسکی گردن پہ جھکا تو وہ فق سی اسکے حصار میں مقید اسے دیکھتی رہ گئی اور وہ آج بھی فاتح بنا اس کے وجود پہ چھانے لگا۔

"اماں اللہ کا واسطہ ہے بس کر دو اپنے ماں بیٹے کی تفصیلات جاننا، کھانا ٹھیک ہے وہ۔ اب مجھے سکون سے کھانا کھانے دو۔" وہ جو ولیمے کے دن کے بعد سے آج تقریباً تین ہفتوں بعد گھر آئی تھی، اماں کی مسلسل اس دشمن اول کے بارے میں گفتگو اسے زچ کر گئی تھی۔

"کیوں تجھے وہاں کھانے کو نہیں ملتا؟" اسکے ٹوکنے پہ سخت برا مانتی وہ بھنا کے بولیں۔

"نہیں، بھوکا مارتے ہیں سب وہاں۔" اس نے منہ بنا کے اپنی پسندیدہ بھنڈی کا نوالہ منہ میں رکھا۔

"جھوٹے پہ خدا کی لعنت ہوتی ہے۔" وہ جتانے والے انداز میں بولیں۔

"تو جب سچ پتہ ہے تو پوچھ کیوں رہی ہیں؟" اس نے بھنویں سکیڑتے ہوئے پوچھا۔

"قسم سے آپا اکثر دیکھا ہے، بیٹیاں شادی کے بعد آتی ہیں تو ماں کے ساتھ لاڈ اور باتیں ہی ختم نہیں ہوتیں۔ ایک تم ہو اب بھی لڑائی۔" اماں کے بولنے سے پہلے ہی عمیر شرم دلانے والے لہجے میں گویا ہوا۔

"تو میں کیوں کرنے لگی لڑائیاں؟ تمہاری اماں لگی ہوئی ہیں اور ویسے بھی میں کیوں کرنے لگی دوسری لڑکیوں کی طرح سسرالیوں کی غیبت۔" وہ روٹی کی طرف پورا دھیان لگائے بے نیازی سے بولی۔

"ہاں بی بی مجھے بھی کوئی شوق نہیں اپنے گناہوں میں اضافہ کروانے کا۔" قدسیہ بیگم بھی چمک کے بولیں تو عمیر سر پیٹ کے رہ گیا۔ ایک مسئلہ حل نہیں ہوتا، یہ دونوں انوکھی ماں بیٹی نیا ٹاپک لے آتی تھیں لڑائی کے لیے اور اب وہ بے بسی سے ان کی نٹ کھٹ سی نوک جھونک مجبوراً سننے لگا۔

"حمیر! مجھے آپ سے یہ توقع نہیں تھی کہ آپ بھی اپنی ذمہ داریوں سے یوں نظریں چرائیں گے۔" وہ جو نک سک سا تیار ڈیٹ کے لیے نکل رہا تھا، ریشا بیگم کے بلانے پہ ان کی بات سننے لگا۔ وہ حیران ہوا۔

"کیسی ذمہ داری ماما بیگم؟" اس نے ابرو اچکاتے پوچھا اور دل ہی دل میں گویا ہوا کہ پہلے کون سی ذمہ داری پوری کی ہے؟

For more visit (exponovels.com)

"آپ کو یاد ہو تو آپ کی سب سے بڑی ذمہ داری اب آپ کے فیملی میمبرز کے علاوہ اب خوش بیٹا ہے اور یہی ذمہ داری آپ اچھے سے سرانجام نہیں دے پا رہے۔" ریشا بیگم کی بتائی تفصیل میں خوش بخت کے نام پہ اسکا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

"اب کیا ہو گیا آپ کی چہیتی بہو کو؟ کون سی ذمہ داری پوری نہیں کی میں نے؟" وہ چاہ کر بھی لہجے کی کڑواہٹ چھپا نہیں پایا۔

"حمیر اٹس ناٹ آفیئر وے ٹو ٹاک اباؤٹ یور وائف۔" ریشا بیگم شاکی لہجے میں بولیں تو اسکے ماتھے کی رگیں تن گئیں۔

"ماما! پلیز پہیلیاں بجھوانا بند کریں اور بتائیے اب کونسی گستاخی سرزد ہوئی ہے مجھ سے؟" وہ جھلا کے بولا۔

"آپ جانتے ہیں کہ خوش بخت کے پاس سیل فون نہیں ہے اور وہ اتنے اتنے دنوں بعد اپنے گھر بات کرتی ہیں تو کیا یہ آپ کی ذمہ داری نہیں کہ آپ اسے اسکی ضرورت کی ہر چیز دلائیں اور اس کے ساتھ اسکے گھر جائیں۔" انہوں نے سنجیدگی سے مدعا بیان کیا تو وہ گہرا سانس بھر کے رہ گیا۔

"اسکے پاس سیل فون تھا شادی سے پہلے، اب مجھے خواب تھوڑی آتا کہ وہ گھر چھوڑ آئی ہے اسے۔" اسکا انداز خاصا لاپرواہ تھا۔

"وہ سیل میں اس لیے گھر چھوڑ کے آئی تھی تاکہ اماں کو کبھی کبھار مجھ پہ پیار آ جائے اور وہ مجھ سے بات کرنا چاہیں تو کر سکیں۔ وہ نیا موبائل لینے کی پوزیشن میں نہیں تھیں اس لیے میں اپنا موبائل انہیں دے آئی کیونکہ یہاں لینڈ لائن تو موجود ہے ہی۔ مجھے موبائل کی ضرورت نہیں ہے اگر ہوتی تو لے خود کہہ دیتی۔" ان ماں بیٹے کی گفتگو سنتی وہ اپنے نام پہ اسے ناگواری سے بولتے سننے لگی تھی۔ اسکا ضبط جواب دے گیا تو وہ ان کے سامنے آتی سنجیدگی سے بول اٹھی۔

"آپ کی بات درست ہے بیٹا مگر یہ بھی ایک ضرورت ہے۔ اماں کے علاوہ بھی کسی سے بات کرنی پڑ جاتی ہے جو سب کے سامنے لینڈ لائن پہ نہ کی جا سکتی ہو اور آپ فیل نہ کریں حمیر تھوڑے غیر ذمہ دار ہیں۔" وہ تھوڑی شرمساری کے احساس میں ڈوبتی بولیں۔ حمیر انہیں باتیں کرتے دیکھ کر وہاں سے واک آؤٹ کر چکا تھا۔

For more visit (exponovels.com)

"اوہو آنٹی! ایسا کچھ نہیں ہے۔ مجھے موبائل کی واقعی ضرورت نہیں ہے اگر ہوتی تو میں حمیر سے خود کہہ دیتی۔" وہ ان کی تسلی کی خاطر بولی۔

"آپ حمیر کے ساتھ خوش تو ہو بیٹا؟ میرا مطلب کہ اسکا رویہ آپ کے ساتھ ٹھیک تو ہے نا؟" وہ ہلکی سی جھجھک اور خفت سے بولیں تو اس نے بنا چونکے جواب دیا۔

"جی الحمد اللہ بہت خوش ہوں اور وہ بھی ٹھیک ہیں میرے ساتھ۔" وہ کوئی دبو لڑکی نہیں تھی جو گھر بسانے کے لیے جھوٹ گھڑتی مگر وہ اتنی جلدی ہمت نہیں ہارنا چاہتی تھی کہ اسکے ساتھ دو گھروں کی امیدیں جڑیں تھیں۔ وہ کسی اور کے کیے کی سزا کسی دوسرے کو دینے کی روادار نہیں تھی، وہ حمیر کو اسی کے طریقے سے زچ کرنے کی ٹھان چکی تھی۔

"اللہ آپ دونوں کو ایک ساتھ یونہی خوش رکھے، آباد و شاد رکھے آمین۔" وہ پیار سے اسے ساتھ لگاتی ہوئیں پر خلوص انداز میں بولیں تو وہ کھل کے مسکرا دی۔

"چلیں آئیں باہر لان میں چلتے ہیں۔ اماں بیگم کے پاس عورتیں آچکی ہوں گی۔" وہ اسے ساتھ لیے باہر کی طرف چل دیں جبکہ وہ گہری سانس بھر کر رہ گئی۔ اسے بے حد مشکل پیش آرہی تھی ایڈجسٹ ہونے میں، اس حویلی کے اکلوتے چشم و چراغ کی بیوی ہونے کے ناطے جدید سوٹوں کے ساتھ جیولری، ہلکا پھلکا میک اپ اور یہ لمبا چوڑا کندھوں پہ پھیلایا ہوا دوپٹہ اور ملازموں کی فوج، یہ سب اسے عجیب لگ رہا تھا۔ حویلی میں کھانا گھر کی خواتین بناتی تھیں مگر ملازموں کے لیے کھانا الگ سے بنتا تھا جس میں حویلی کی عورتوں کے ساتھ ملازمین بھی ہیلپ کرتے تھے لیکن اسے ابھی تک کچن میں نہیں جانے دیا گیا تھا کہ یہ اماں بیگم کا حکم تھا۔ سب کا رویہ اسکے ساتھ دوستانہ تھا مگر یہاں کا ماحول اس کے لیے یکسر مختلف تھا جس میں ڈھلنے کے لیے اسے وقت چاہیے تھا اور نجانے اتنا وقت اسکے پاس تھا بھی یا نہیں؟؟

"کل دن میں اچھا سا ریڈی ہو جانا، ہارون کی طرف انوائیٹڈ ہیں ہم۔" رات کو چینج کرنے کے بعد جب وہ بیڈ کی طرف بڑھنے لگی تو اسکی حکمیہ آواز اسکے کانوں میں گونجی۔

"سوچنا بھی مت کہ میں اس دھوکے باز شخص کے گھر جاؤں گی۔" اس نے تکڑا توڑ جواب دیا۔

For more visit (exponovels.com)

"وہ میرا سب سے اچھا دوست ہے۔" اس نے جتانے والے انداز میں کہا۔

"وہ تمہارا دوست ہے میرا نہیں اور شاید اسی لیے دھوکے باز ہے۔" وہ تنک کے بولی۔

"بی ہیو یور سیلف اینڈ ڈونٹ کراس یور لمٹس۔" وہ اسکی فضول گوئی سنتا فوراً آتش فشاں بنا۔

"میں اپنی لمٹس میں تب تک رہوں گی جب تک تم انہیں کراس کرنے کی کوشش نہیں کرو گے ورنہ منہ کی کھاؤ گے۔" وہ اسکی دھاڑ کا اثر لیے بغیر بولی۔

"مجھے انڈر ایسٹیمیٹ مت کرو خوش بخت! کل ریڈی رہنا ورنہ جو میں کل کروں گا وہ تمہیں اچھا نہیں لگے گا۔" وہ غصے سے اپنی پیشانی پہ ہاتھ مارتا ہوا بولا۔

"اچھے تو تم بھی مجھے نہیں لگتے لیکن برداشت کر رہی ہوں نا اس لیے جو تمہیں بم پھوڑنا ہو اکل پھوڑ لینا۔" اس نے بنا ڈرے اطمینان سے دونوں پاؤں بیڈ پہ رکھ کر کمفرٹر اوڑھتے ایک تند نگاہ اے سی پہ ڈالی جس کی وہ عادی نہیں ہو پا رہی تھی۔

"یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟" اس نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے پوچھا جیسے اس کے ہاتھ اسکا گلا دبوچنا چاہتے تھے۔

"اسٹامپ پیپر پہ لکھ کے دے دوں۔" اس نے نظریں اٹھا کر سنجیدگی سے کہا تو اسکی آنکھیں سرد ہوئیں۔

"او کے جسٹ ویٹ اینڈ واچ۔ واٹ ول بی ڈو ٹو مارو۔" وہ ٹھہری ہوئی آواز میں کہتا اونچی آواز میں ایل ای ڈی پہ میوزک لگا کر کاؤچ پہ بیٹھ گیا، وجہ بہت واضح تھی کہ وہ اسکی نیند تباہ کرنا چاہتا تھا مگر وہ شاید بھول چکا تھا کہ وہ نیند کی رسیا، کسی بھی حال میں سو جایا کرتی تھی۔ تب ہی وہ فل والیم کو نظر انداز کیے سر تک کمفرٹر لپیٹے کچھ ہی پلوں میں نیند کی گہری وادیوں میں کھو گئی تھی جبکہ وہ کلستا ہوا کاؤچ پہ بے زار بیٹھا ہوا تھا۔

"ماما بیگم! آپ کی بہو کدھر ہے؟" تقریباً پونے تین بجے وہ گھر آیا تو آتے ہی ریشا بیگم سے پوچھا جو کچن سے نکل رہی تھیں۔

"وہ تو سب کے ساتھ اماں بیگم کے روم میں ہے، خیریت؟" انہوں نے بتانے کے ساتھ ساتھ پوچھا کہ اس نے یوں پہلی دفعہ ہی اسکا پوچھا تھا۔

For more visit (exponovels.com)

"جی بالکل خیریت ہی خیریت ہے۔" وہ آنکھوں میں پراسرار سی چمک لیے اماں بیگم کے کمرے کی طرف چل دیا تو متجسس سی ریشا بیگم بھی اسکے پیچھے ہو گئیں۔

"ہیلو ایوری ون۔" کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ بلند آواز میں بولا تو مرزا بیگم نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"خوش بخت تم ریڈی نہیں ہوئی؟" اس نے مرزا بیگم اور عائلہ بیگم کے ساتھ بیٹھی بلیک ایمبرائیڈ ڈسوٹ کے ہمراہ ملٹی کلرز کا دوپٹہ اوڑھے اپنی نک چڑھی بیوی کو مخاطب کیا۔

"کیوں؟ کہیں جانا ہے کیا؟؟" اس نے آنکھیں پٹپٹاتے بظاہر معصومیت سے پوچھا تو وہ ضبط سے دانت کچکچا اٹھا۔

"جی اگر دماغ کام کرنا چھوڑ نہ گیا ہو تو بتایا تھا کہ ہارون کی طرف جانا ہے۔" وہ اسکی طرف دیکھتا چبا چبا کے بولا۔

"اوپس سوری، میں بھول گئی اور تیار بھی نہیں ہوئی اس لیے پھر کبھی چلیں گے۔" وہ مسکراتے ہوئے ایک بار پھر انکار کر گئی تو وہ اسکی اداکاری پہ لعنت بھیجتا ہوا اسکی جانب بڑھا جبکہ باقی سب فی الحال صورتحال سمجھنے کی کوشش میں تھے جبکہ تینوں لڑکیاں کھسر پھسر کرتیں خیالات ایکسچینج کر رہی تھیں۔

"پھر کبھی نہیں آج ہی اور یہ بات میں تمہیں کل بتا چکا تھا۔ اس لیے اب تیار ہونے کا وقت بھی میں نہیں دوں گا۔" وہ اسکے کچھ بھی بولنے سے قبل اسے اپنے مضبوط بازوؤں میں اچانک سے اٹھا گیا کہ اسکی ایک دم سے چیخ نکل گئی جبکہ باقی سب بھی شاکڈ رہ گئے تھے۔

"حمیر!" مرزا بیگم نے اسے فوراً پکارا لیکن وہ ان سنہ کر گیا۔

"دادو بیگم! آپ آنکھوں میں ہاتھ دھر لیجئے اگر اس منظر کو دیکھ نہیں سکتیں کیونکہ مجھے آج کی تاریخ میں ہی اپنی بیوی کو لے کر جانا ہے۔" وہ بے نیازی و بے شرمی کا بھرپور مظاہرہ کرتا ہوا ان کی ارے ارے نظرانداز کرتا ہوا باہر نکل گیا تو وہ تینوں بھی اشتیاق سے باہر نکلیں۔

"چھوڑو مجھے بے ہودہ انسان۔" وہ مسلسل ہاتھوں اور پیروں کو چلاتی ہوئی اسکی گرفت سے نکلنا چاہ رہی تھی مگر وہ اسکا دایاں بازو مروڑتے ہوئے اسکی کمر کے پیچھے کر کے اسے بے بس کر چکا تھا۔

"چھوڑو مجھے۔" سبکی و خفت کا شدید غلبہ اس پہ تب حاوی ہوا جب اس نے عقب میں سب خواتین اور سامنے ہال میں داخل ہوتے حنظلہ کی پرشوق نگاہیں محسوس کیں۔ وہ بری طرح سے اسے اسے بائیں ہاتھ سے نوچنے لگی جو ماں

"جی بالکل خیریت ہی خیریت ہے۔" وہ آنکھوں میں پراسرار سی چمک لیے اماں بیگم کے کمرے کی طرف چل دیا تو متجسس سی ریشا بیگم بھی اسکے پیچھے ہو گئیں۔

"ہیلو ایوری ون۔" کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ بلند آواز میں بولا تو مرزا بیگم نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"خوش بخت تم ریڈی نہیں ہوئی؟" اس نے مرزا بیگم اور عائلہ بیگم کے ساتھ بیٹھی بلیک ایمبرائیڈ ڈسوٹ کے ہمراہ ملٹی کلرز کا دوپٹہ اوڑھے اپنی نک چڑھی بیوی کو مخاطب کیا۔

"کیوں؟ کہیں جانا ہے کیا؟؟" اس نے آنکھیں پٹپٹاتے بظاہر معصومیت سے پوچھا تو وہ ضبط سے دانت کچکچا اٹھا۔

"جی اگر دماغ کام کرنا چھوڑ نہ گیا ہو تو بتایا تھا کہ ہارون کی طرف جانا ہے۔" وہ اسکی طرف دیکھتا چبا چبا کے بولا۔

"اوپس سوری، میں بھول گئی اور تیار بھی نہیں ہوئی اس لیے پھر کبھی چلیں گے۔" وہ مسکراتے ہوئے ایک بار پھر انکار کر گئی تو وہ اسکی اداکاری پہ لعنت بھیجتا ہوا اسکی جانب بڑھا جبکہ باقی سب فی الحال صورتحال سمجھنے کی کوشش میں تھے جبکہ تینوں لڑکیاں کھسر پھسر کرتیں خیالات ایکسچینج کر رہی تھیں۔

"پھر کبھی نہیں آج ہی اور یہ بات میں تمہیں کل بتا چکا تھا۔ اس لیے اب تیار ہونے کا وقت بھی میں نہیں دوں گا۔" وہ اسکے کچھ بھی بولنے سے قبل اسے اپنے مضبوط بازوؤں میں اچانک سے اٹھا گیا کہ اسکی ایک دم سے چیخ نکل گئی جبکہ باقی سب بھی شاکڈ رہ گئے تھے۔

"حمیر!" مرزا بیگم نے اسے فوراً پکارا لیکن وہ ان سنہ کر گیا۔

"دادو بیگم! آپ آنکھوں میں ہاتھ دھر لیجئے اگر اس منظر کو دیکھ نہیں سکتیں کیونکہ مجھے آج کی تاریخ میں ہی اپنی بیوی کو لے کر جانا ہے۔" وہ بے نیازی و بے شرمی کا بھرپور مظاہرہ کرتا ہوا ان کی ارے ارے نظرانداز کرتا ہوا باہر نکل گیا تو وہ تینوں بھی اشتیاق سے باہر نکلیں۔

"چھوڑو مجھے بے ہودہ انسان۔" وہ مسلسل ہاتھوں اور پیروں کو چلاتی ہوئی اسکی گرفت سے نکلنا چاہ رہی تھی مگر وہ اسکا دایاں بازو مروڑتے ہوئے اسکی کمر کے پیچھے کر کے اسے بے بس کر چکا تھا۔

"چھوڑو مجھے۔" سبکی و خفت کا شدید غلبہ اس پہ تب حاوی ہوا جب اس نے عقب میں سب خواتین اور سامنے ہال میں داخل ہوتے حنظلہ کی پرشوق نگاہیں محسوس کیں۔ وہ بری طرح سے اسے بائیں ہاتھ سے نوچنے لگی جو ماں

For more visit (exponovels.com)

اور چچی سمیت دادو کی پکار نظر انداز کیے اسے گاڑی میں بٹھاتا یہ جاوہ جا جبکہ سب متعجب سے اسکی حرکت پہ شاکڈ کھڑے رہ گئے تھے۔

"گھٹیا انسان! یہ کیا حرکت ہے؟ میں اب ان سب کے سامنے کیسے جاؤں گی؟" گاڑی میں بیٹھتے ہی وہ غصے سے اس پہ الٹ پڑی۔

"میں نے تمیں کل رات کو ہی وارن کیا تھا کہ مجھے انڈر ایسٹیمیٹ مت کرنا۔" اسکا متبسم لہجہ اسے جلا کے رکھ گیا۔

"تمہیں انڈر ایسٹیمیٹ واقعی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ جس قدر تم بے ہودہ ہو، تم سے ہر طرح کی توقع رکھنی چاہیے۔" وہ جل کے بولی تو اسکا خوشگوار قہقہہ گاڑی میں گونج اٹھا کہ اس وقت وہ بہت سرشار تھا۔

"ویسے کون کون سی بے ہودگیوں کا تذکرہ کر رہی ہو، تفصیل میں بتانا ذرا۔" وہ معنی خیزی سے بولا تو اس نے افسوس سے اسے دیکھا جو یوں خوش تھا گویا معرکہ سر انجام دے کے آیا ہو۔

"زیادہ خوش مت ہو کیونکہ تم زبردستی مجھے اس کے گھر تو لے کر جا سکتے ہو لیکن اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ ادھر میں تمہارے دوست کی بے عزتی نہیں کروں گی؟" اسے یوں خوش دیکھ کے اس نے بھی جی جان سے اسکی خوشی غارت کرنی چاہی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" اس نے فوراً ماتھے پہ بل ڈالتے اسے دیکھا جو اب پہلے کی نسبت پر سکون ہو چکی تھی۔ چہرے سے شرم اور غصے کی سرخی بھی غائب تھی۔

"اتنے نا سمجھ تو تم ہو نہیں۔" اس نے طنزیہ انداز میں کہا تو وہ غصے سے اسکی جانب گھوما۔

"میری بات کان کھول کے سن لو خوش بخت! اگر تم نے وہاں کوئی بد تمیزی کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔" وہ سختی سے وارن کرتے ہوئے بولا۔

"تم میرے ساتھ زبردستی کر سکتے ہو لیکن تم میری حرکات و سکنات پہ زبردستی نہیں جتا سکتے کہ جذبات پہ زور نہیں ڈالا جا سکتا۔" وہ اسے باور کرواتی ہوئی بے نیازی سے بولی۔

"تم کچھ بھی ایسا نہیں کرو گی۔" وہ انگلی اٹھا کر سختی سے بولا۔

For more visit (exponovels.com)

"تم مجھے نہیں روک سکتے۔" وہ بھی جواباً سنجیدگی کا مظاہرہ کرتی بولی۔

"چاہتی کیا ہو آخر تم؟ گھر سے نکل آئے ہیں تو اب یہ ڈرامہ کیوں کری ایٹ کر رہی؟" وہ سخت جھنجھلایا ہوا تھا۔

"گھر سے نکلے نہیں، زبردستی نکال کے لائے ہو تم اور میں کیا چاہتی ہوں؟ یہ اچھا سوال پوچھا ہے تم نے۔" وہ توصیفی انداز میں بولتی اسے زہر سے بھی زیادہ بری لگی۔

"اب بولنا پسند کرو گی تم؟" وہ ضبط کے گہرے سمندر پار کر رہا تھا اور وجہ صرف اسکا دوست تھا ورنہ وہ اس لڑکی کو ایسے نہ چھوڑتا۔

"ہاں ضرور چونکہ تم نے مجھ سے زبردستی کی ہے بلکہ سب کے سامنے اپنی بے ہودگی کی وجہ سے شرمندہ بھی کر چکے ہو اس لیے اب تم اگر چاہتے ہو کہ میں تمہارے دوست کے گھر جا کے اچھا بی ہیو کروں تو ہاتھ جوڑ کے معافی مانگو مجھ سے۔" وہ گردن اکڑا کے شاہانہ انداز میں بولتی اسے ششدر کر گئی۔

"واٹ دا ہیل، کیوں معافی مانگوں میں تم سے؟" وہ ایک جھٹکے سے گاڑی روکتا اسکی جانب رخ کرتا بلند آواز میں دھاڑا تو ایک پل کے لیے اسکا دل کہیں اندر ہلکا سا سہا مگر اس نے اثر نہ لیا۔

"میں فورس تھوڑی کر رہی ہوں، مت مانگو۔" وہ مصنوعی معصومیت سے آنکھیں گھما کے بولی۔

"تمہارا دماغ ٹھیک ہے نا؟ بیوی ہو تم اگر میں نے تمہیں اٹھایا۔۔۔" وہ بھنا کے بول رہا تھا جب وہ ٹوکتی بولی۔

"زبردستی اٹھایا۔" وہ تصحیح کرتی ہوئی بولی۔

"بیوی ہو تم میری، اس میں کیسی زبردستی؟" وہ اسکی الٹی منطق پہ دانت پیس کے بولا۔

"تم زبردستی کے شوہر بھی ہو، اس لیے معافی مانگو اور یہ وعدہ بھی کرو کہ آئندہ تم مجھے ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔" وہ چہرے پہ بمشکل بے نیازی کا تاثر قائم کرتی دھڑکتے دل کے ساتھ آگے کے لیے راہ ہموار کرنے لگی۔

"پاگل تو نہیں ہو تم؟ جانتی ہو کہ کیا بکواس کر رہی ہو؟" وہ بھنا کر اسکی سمت مڑتا دھاڑ اٹھا۔

"جو بھی ہے، منظور ہے تو ٹھیک ورنہ جو مجھے ٹھیک لگا وہ میں کروں گی۔" وہ بمشکل چہرے پہ چھائے تاثرات برقرار رکھنے کی کوشش کرتی بولی تو اس نے ضبط کے کڑے پلوں سے گزرتے ہوئے اسکا بغور جائزہ لیا جو بلیک سوٹ میں اسکا صبر آزما رہی تھی۔

For more visit (exponovels.com)

"سوری۔ "وہ مدھم آواز میں بولا تو وہ حیرت سے اسکی جانب پلٹی جو سرخ ہوتے چہرے، بھینچے ہوئے لبوں اور پیشانی کی پھولتی رگوں کے ساتھ سامنے دیکھتا ہوا اسٹیئرنگ کو زور سے مٹھیوں میں دبوچ رہا تھا۔

"کیا کہا؟ میں نے سنا نہیں۔ "وہ ہلکا سا اسکی طرف جھکتی ہوئی بولی۔ انداز مزہ لینے والا تھا۔

"میں نے کہا سوری۔ "وہ دونوں ہاتھ جوڑ کے ماتھے سے لگا تا پوری قوت سے دھاڑا تو وہ غیر محسوس انداز میں پیچھے ہوئی۔

"اور دوسرا وعدہ۔ "اس نے دوسری جانب توجہ کروائی۔

"کونسا وعدہ؟ "اس نے اس فتنی کو دیکھا جو اسکی بے بسی کا بھرپور فائدہ اٹھا رہی تھی۔

"یہی کہ تم مجھے آئندہ ہاتھ نہیں لگاؤ گے؟ "وہ کمزور یا بزدل نہیں تھی مگر ابھی نجانے کیوں اسکا ردعمل سوچ کر اسکے ہاتھ ہلکا سا کپکپانے لگے تھے۔

"کیا کہا تم نے پھر سے کہو؟ "اسکا لہجہ اتنا وحشت ناک ہو رہا تھا کہ اسے گاڑی میں وحشت ہونے لگی تھی۔

"یہی کے تم مجھے ہاتھ۔۔۔ "وہ دوبارہ بولنا چاہتی تھی جب اس نے سختی سے اسکا بازو اپنی گرفت میں لیتے ہوئے اسے اپنی طرف کھینچا اور اسکے چہرے پہ جھکا تو خوشی کی آنکھوں کی پتلیاں سائز میں پھیلنے لگیں۔

"میں نے معافی اس لیے مانگی کہ تم سب کے سامنے آکورڈ فیل کر رہی تھی لیکن خوش بخت مرزا مجھے ہلکا لینے کی کوشش مت کرنا۔ مجھے اپنا حق چھین کے بھی لینا آتا ہے۔ تمہیں اس سب سے پرابلم تھی تو اس سب سے بہتر آپشن دیا تھا میں نے تمہیں لیکن تم نے بات کو سمجھا نہیں۔ اب کرو برداشت مجھے۔ "اس سے تھوڑا دور ہو تا وہ اسکے گہری سانسیں بھرتے وجود اور سرخ چہرے کو دیکھتا ہوا ڈھٹائی سے بولا تو اسے اس شخص کی بے باکی اور بے شرمی پہ رونا سا آنے لگا جو بیچ سڑک شروع ہو گیا تھا۔

"تمہیں زرا شرم نہیں کہ ہم سڑک پہ کھڑے ہیں۔ "وہ دبا دبا سا چلائی تو وہ محظوظ کن انداز میں مسکرایا۔

"سڑک سانجھی ہو گی لیکن گاڑی ہماری ذاتی ہے۔ اس میں ہم جو مرضی کریں۔ "وہ بائیں آنکھ کا کونا دباتا ہوا اطمینان سے بولتا گاڑی سٹارٹ کرنے لگا۔

"میں ہرگز نہیں جاؤں گی تمہارے ساتھ۔ "وہ بلند آواز میں بولی۔ وہ ہر بار اپنی بے ہودہ حرکتوں کے باعث اسے زچ کر دیا کرتا تھا۔

For more visit (exponovels.com)

"خوش بخت مرزا! مجھے سختی پہ مجبور مت کرو، اگر تم نے وہاں کوئی ایفیشینسی دکھانے کی کوشش کی تو اگر میں حویلی میں اور سڑک پہ بقول تمہارے بے ہودگی دکھانے سے باز نہیں آیا تو ادھر بھی مجھے روکنے والا کوئی مائی کا لال نہیں ہوگا۔" وہ اپنے مخصوص اکھڑ لہجے میں بولتا اسکا فشار خون بلند کرنے لگا مگر وہ سختی سے ہونٹ دانتوں میں بھینچے سرخ آنکھوں سے اسے گھورنے لگی۔

"حمیر بھائی! آپ کی مسز بہت سویٹ اور پولائیٹ ہیں۔" ہارون جنید کی چھوٹی بہن عزہ اشتیاق سے بولی تو اس نے ایک گہری نظر اس پہ ڈالی جو بہت خاموشی سے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے کسی سے اگر بد اخلاقی نہیں کیا تھا تو کسی سے بہت زیادہ باتیں بھی نہیں کی تھیں مگر وہ ایک مہذب مہمان کی طرح ہونٹوں پہ مسکان سجائے ایک اچھی سامع بننے کی کوشش کر رہی تھی۔

"سویٹ تو یہ واقعی بہت ہیں، اکثر ٹیسٹ کرتا ہوں مگر پولائیٹ یہ ہرگز نہیں ہیں کیونکہ اسکے نتائج بھی روز بھگتتا ہوں۔" اسکی جانب جھکتا ہوا وہ سرگوشی میں بولتا اسے تپا گیا۔ اس نے زور سے اپنا پاؤں اسکی ٹانگ پہ مارا تو وہ جو خود کو شاہ رخ خان سمجھ رہا تھا، بلبلا اٹھا۔

"پوری جنگلی بلی ہو تم۔" وہ ٹانگ سہلاتا ہوا بولا کہ اس نے وار پوری شدت سے کیا تھا۔

"تمہیں گھر میں وقت نہیں ملتا جو ادھر شروع ہو گئے؟" اسکی حرکتیں ملاحظہ کرتا ہوا ہارون طنزیہ بولا۔

"کیوں تمہیں کیوں مروڑ اٹھ رہے ہیں؟" اس نے گھور کے اسے دیکھا جبکہ وہ ان دونوں کی باتیں اگنور کیے فرزانہ جنید کی جانب اٹھ کر چل دی جو کچن میں تھی۔

"زبردستی لائے ہو بھابھی کو؟" اسکے اور عزہ کے اٹھتے ہی ہارون اسے دیکھتے سنجیدگی سے بولا تو اس نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"کس قدر خبیث انسان ہے تو، اگر ان کا دل نہیں تھا تو آج منع کر دیتے۔" اس نے اسکی مشہور زمانہ مسکراہٹ کو دیکھ کر لتاڑا۔

"ساری باتیں چھوڑو، یہ بتاؤ کہ جھانسی کی رانی تمہارے لیے ان اور بھابھی کب سے ہو گئی؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا تو آنکھیں شرارت سے جگمگا رہی تھیں۔

For more visit (exponovels.com)

"تو عزت کے لائق نہیں ہے مگر تیری بیوی کی عزت کرنی پڑے گی مجھے۔" وہ اسکی عزت افزائی کرتا ہوا بولا لیکن وہ مسرور انداز میں پاؤں جھلا تا رہا کہ آج اس ہٹلر کی جانشین کو دوبار شکست دی تھی۔ یہ بات اسکے لیے بے پناہ خوشی کا باعث تھی۔

"کھانا بھی کھلانا ہے یا باتیں ہی کھلاؤ گے؟" ایک نظر وال کلاک پہ ڈالتا وہ بولا تو ہارون ایک پنچ اسکے کندھے پہ رسید کرتا ہوا کچن کی طرف چل دیا جبکہ اس نے جلدی سے اپنا موبائل نکالا اور میسج ٹائپ کرنے لگا۔

"اب تمہیں تمہارے طریقے سے ہی ڈیل کرنا پڑے گا حمیر مرزا! تم نے خوش بخت کو بہت ہلکے میں لے لیا تھا۔ آیا بڑا مجھے خوش بخت مرزا کہنے والا۔" پوری صفائی اور چابک دستی کے ساتھ میٹرس پہ پانی کا چھڑکاؤ کرتی وہ غصے سے بڑبڑاتی جا رہی تھی پھر اس نے پانی کا جگ اسکی جگہ پہ رکھ کر اس نے ایک سفید پڑیا کھولی تو اسکی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اس نے جلدی سے اسے بھی بیڈ پہ پھینکا اور پھر دھیان سے بیڈ شیٹ اس پہ پھیلا دی اور پھر وہ وارڈروب کی جانب گئی۔ وہاں اپنا کام ختم کر کے وہ پھرتی سے کبھی ادھر کبھی ادھر بھاگتی ساری کارروائی مکمل کرتی جا رہی تھی۔

وہ واشروم سے نکل رہی تھی جب دروازہ کھلنے کی آواز پہ وہ ہوشیار ہوئی۔ اس نے خود کو نارمل کرتے ہوئے اسکی طرف دیکھا جو آتے ہی حسبِ عادت چیزیں ادھر ادھر پھینکتا ہوا صوفے پہ ڈھیر ہو گیا۔

"کھانے کا ارادہ ہے کیا؟" اسکے مسلسل دیکھنے پر حمیر نے چوٹ کرتے ہوئے کہا۔

"اتنی بدذائقہ چیزیں میں نہیں کھاتی۔" ناک چڑا کے کہتی وہ رخ بدل گئی اور وقت گزاری کی خاطر اپنے بال کھولتی ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ حمیر نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"یہ اسکو آج کیا ہوا ہے؟ کہیں جاتے ہوئے بھی اس گھونسلے کو سنوارنے کا تکلف نہیں کرتی اور آج رات کو چڑیل بن کے کھڑی ہو گئی ہے۔" وہ اسکی پشت کو دیکھ کے بڑبڑاتا ہوا کھڑا ہوا۔

"یہ تم آدھی رات کو یوں چڑیلوں کی طرح، اپنی زلفیں کس خوشی میں کھول کے ڈرانے کے لیے کھڑی ہو؟" دونوں ہاتھ جیبوں میں گھسیڑے وہ آنکھیں سکیڑتا ہوا سنجیدگی سے بولا تو اسکا پورا وجود جل بھن اٹھا۔

"اپنا منہ بند رکھو تم۔" بہت کچھ کہنے کی چاہ میں پھڑپھڑاتے لبوں کو بھینچ کے وہ فقط اتنا ہی بولی کہ ابھی بات بڑھانا وہ نہیں چاہتی تھی۔

For more visit (exponovels.com)

"اس میں ایسا غلط کیا کہا میں نے؟ بس یہی تو پوچھا کہ یہ حسین زلفیں کیوں کھول کر بدروحوں کی طرح کھڑی ہو؟" اسکی غصے کی شدت سے پھولتی ناک کو دیکھتا وہ مسکراہٹ دباتا ہوا بولا۔

"تمہیں امپریس کرنے کے چکروں میں زلفیں کھولی ہیں، خوش؟" وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی تو وہ سنجیدگی سے بولا۔

"نہیں۔" برجستہ جواب آیا تو اس نے ہاتھ میں پکڑا برش اسے کھینچ مارا۔

"تو مرو پھر ادھر۔" تنک کے کہتی وہ ڈریسنگ روم میں گھس گئی اور انتظار کرنے لگی جبکہ وہ اسکے ردعمل کو سوچتا ہوا کمینگی سے مسکراتا اپنا نائٹ ڈریس لے کے واشروم کی جانب چل دیا۔

فریش ہو کہ جب وہ باہر نکلا تو ہنوز غائب تھی مگر وہ سر جھٹکتا بالوں کو اچھی طرح جما جما کر بنانے کے بعد دل کھول کے خود کو کلون سے مہکاتا ہوا بیڈ کی طرف بڑھا اور دھڑام سے سے اس پہ گرا مگر پھر اگلے ہی لمحے وہ پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"واٹ دا ہیل از دس؟" اونچی جھلائی ہوئی آواز نے اسٹڈی کے دروازے سے کان لگا کے کھڑی خوشی کے دل میں خوشی کی لہر دوڑا دی۔

اس نے ہاتھ لگا کے پیچھے سے کمر چیک کی اور پھر بیڈ کو ہاتھ لگایا تو زیادہ محسوس نہ ہوا مگر نیم گیلی کمر پہ سرخ مرچوں کے ٹکراؤ نے ایک عجب سی جلن پیدا کر دی تو وہ چلاتا ہوا اٹھا اور چادر ہٹا کر دیکھی تو سارا بیڈ پانی، سرخ اور کالی مرچوں سے اٹا ہوا تھا۔ اسکے ماتھے کی رگیں پھولنے لگیں۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا ڈریسنگ روم کی جانب لپکا اور دھاڑ سے دروازہ کھولا لیکن خالی ڈریسنگ روم اسکا منہ چڑا رہا تھا۔ وہ فوراً پلٹا اور اسٹڈی کی جانب گیا اور دروازہ کھولنے پہ لاکڈ ہونے کے باعث وہ زور زور سے پیٹتا شدت سے غرایا۔

"اوپن دا ڈور خوش بخت!" اسکی اونچی آواز پہ اسکا دل کیا وہ زور زور سے قہقہے لگائے۔

"میں نے کہا دروازہ کھولو۔" کمر چیک کرنے کے باعث ہاتھوں میں ہوتی جلن اور دوسری جانب کی خاموشی نے اسکے طیش میں مزید اضافہ کیا۔

"کھول سکتے ہو تو کھول لو۔" وہ مزہ لیتی زور سے بولی تو اسکا دل کیا وہ اسکا گلا گھونٹ دے۔

For more visit (exponovels.com)

"دروازہ کھولو خوش بخت۔" وہ زور سے دھاڑا تو جواباً اسکا کھنکتا قہقہہ اسے آگ لگا گیا۔ وہ تیزی سے پلٹا اور سائیڈ دراز کی جانب گیا۔ وہ ڈپلیکیٹ چابی ڈھونڈنے لگا مگر خالی دراز اسکا منہ چڑا رہی تھی۔

"کیا ہوا، نہیں ملی ڈپلیکیٹ چابی؟" وہ جو خالی دراز کو گھورے جا رہا تھا، اسکی مسکاتی آواز پہ کڑے تیوروں سے بند دروازے کی جانب بڑھا۔

"اوپن دا ڈور ڈیم اٹ۔" وہ پوری شدت کے ساتھ دروازے پہ ٹھوکر رسید کرتا ہوا دھاڑا۔

"میں نے کب منع کیا، کر لو اوپن اگر کر سکتے ہو تو مگر نہیں تم صرف اپنی مردانگی دکھا کر نام نہاد شوہرانہ حقوق ہی جتا سکتے ہو۔ اسکے علاوہ تمہارے اندر اتنے گٹس ہی نہیں ہیں کہ تم کچھ کر سکو۔" اسکی طنزیہ تیر برساتی آواز نے اسکی رگ رگ میں انگارے بھر دیے تھے۔ وہ اتنی سختی سے مٹھیاں بھینچے ہوئے تھا کہ ہاتھوں کی رگیں پھولنے لگی تھیں۔ وہ خاموشی سے دروازے کے سامنے سے ہٹ کر بالکونی میں چلا گیا کیونکہ وہ صوفہ بھی گیلا کر چکی تھی۔

سگریٹ پھونکتے ہوئے وہ مسلسل اپنی پراگندہ سوچوں میں گم تھا۔

"خوش بخت بیگم! اب میں تمہیں بتاؤں گا کہ نام نہاد شوہرانہ حقوق جتانے کے علاوہ میں کیا کچھ کیا کر سکتا ہوں۔ بہت مان ہے نا تمہیں اپنی بہادری پہ، دکھانا وہ بہادری کل مجھے۔" اسکے خطرناک عزائم عروج پہ تھے جبکہ چہرے کے غیض و غضب میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

سورج کی تیز کرنوں کے باعث اسکی نیند میں خلل پڑا تو اس نے بے ساختہ ہی اپنی ہتھیلی آنکھوں پہ رکھتے ہوئے کروٹ بدلنی چاہی تو اسکے وجود کو جھٹکا سا لگا۔ اس نے مندی مندی آنکھیں کھول کے دیکھنا چاہا تو گردن کی اکڑاہٹ نے اسے رات کا منظر یاد دلا دیا۔ رات گئے پراگندہ سوچوں کے باعث وہ وہیں پڑی کرسی پہ سو گیا تھا۔ اب دھوپ اور تھکاوٹ نے اسے بہت جلد ہی آنکھیں کھولنے پہ مجبور کر دیا تھا۔

وہ جلدی سے کرسی سے اٹھا اور اندر کمرے کی طرف بھاگا مگر خالی کمرہ و اسٹڈی روم اسکا دماغ گھما گیا۔ وہ بھناتا ہوا دروازے کی طرف گیا مگر پھر ایک دم سے رک گیا اور کچھ سوچتے ہوئے وارڈروب کی طرف بڑھ گیا۔

حسبِ معمول اپنی مکمل تیاری کے بعد وہ خوشبوؤں میں بسا نکھرا نکھرا سا ڈائننگ ہال میں پہنچا اور اونچی آواز میں مارننگ وش کرتا ہوا دادو بیگم کے سامنے جھکا۔ نگاہ چاروں طرف گھمائی مگر وہ کہیں بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔

For more visit (exponovels.com)

"چچی بیگم !خوش بخت کدھر ہے؟"اس نے چائے لے کر آتی عائلہ بیگم کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا تو انہوں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ارے آپکو نہیں پتہ، خوشی کی امی کی طبیعت خراب تھی جس کی وجہ سے وہ تو صبح صبح ہی ادھر جا چکی ہیں۔"

انہوں نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے بتایا تو مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔ وہ جتنا اس پہ اپنا غیض و غضب نکالنے کیلیے اتاؤلا ہو رہا تھا وہ اتنا ہی اس سے گریزاں تھی۔

"کوئی کام تھا آپ کو خوشی سے؟"مرزا بیگم جو اسکے تاثرات بہت غور سے دیکھ رہی تھیں اچانک بولیں۔

"بیوی ہے میری، بنا کام کے نہیں پوچھ سکتا کیا اسکا۔"اسکے مخصوص انداز پہ تینوں لڑکیاں زو معنی سا کھانسنے لگیں تو عائلہ بیگم نے گھور کے انہیں دیکھا۔

"کہاں جا رہے ہیں حمیر؟ناشتہ تو مکمل کیجئے۔"جب کسی طور بھی اسے سکون نہ آیا تو وہ کرسی کھسکاتا اٹھا۔ مرزا بیگم جلدی سے بولیں۔

"کر لیا دادو بیگم !ابھی مجھے کہیں ایمرجینسی جانا ہے، بائے۔"وہ تیز تیز بولتا ہوا جلدی سے وہاں سے نکل گیا تو وہ اسے دیکھ کے رہ گئیں جبکہ وہ گاڑی میں بیٹھتے ہی موبائل پہ نمبر ملا کر کان سے لگاتا زن سے گاڑی حویلی کی پتھریلی روش پر بھگاتا چلا گیا۔

"بخت !نیچے آ ابھی کے ابھی۔"چھوٹے سے صحن میں لگے جامن کے درخت پہ ٹنگی خوش بخت نے قدسیہ بیگم کی چنگھاڑتی ہوئی آواز سنی تو برا سا منہ بنایا۔

"آتی ہوں اماں۔"اس نے زور سے ہانک لگائی۔

"تجھے کب عقل آئے گی بخت؟کیوں بندروں کی طرح ہر وقت دیواروں اور درختوں پہ ٹنگی رہتی ہے؟؟ کبھی تو لڑکیوں والی حرکتیں کی کر، نیچے آ جلدی۔"وہ اسے کوستی ہوئیں مسلسل نیچے آنے کا بول رہی تھیں لیکن وہ دوسری سائیڈ پہ ٹوکری لے کر کھڑے عذیر کی طرف جامن پھینکتی جا رہی تھی جب ایک ہوائی میزائل آ کے ٹھک سے اسکی کمر پہ لگا۔

"آہ!!اماں یہ کیا طریقہ ہے؟"وہ سخت جھنجھلائی ہوئی سی بولی۔

For more visit (exponovels.com)

"اگر تو نے بندروں والے تماشے چھوڑ کر نیچے چھلانگ نہ لگائی میں نے چپلوں سے دھلائی کر دینی ہے تیری۔" اماں نے سنگین دھمکی دی تو وہ منہ بناتی ہوئی دھپ سے نیچے چھلانگ لگاتی ان کے پاس آئی۔

"کیا ہے اماں، کیوں ہر وقت بولتی رہتی ہو؟" اس نے آتے ہی اکتائے لہجے میں کہا۔

"ہاں اماں سٹھیا گئی ہے جو ہر وقت بولتی رہتی ہے۔" اماں کا پارہ اسکی بات سن کے مزید ہائی ہو گیا لیکن وہ نظر انداز کیے عذیر کے ہاتھ سے جامن کی ٹوکری پکڑے للچائی نظروں سے جامن دیکھنے لگی۔

"ندیدی بنی یوں جامن تک رہی ہے جیسے آج ہی دیکھے ہیں۔ یہ بتا آج منہ اندھیرے تو آئی کیا کرنے تھی؟" بلی تھیلی سے بالآخر باہر آ ہی گئی تھی کہ اماں کو اصل خفقان ہی یہی تھا کہ وہ آج کیوں ایسے منہ اندھیرے ڈرائیور کے ساتھ آئی۔

"ابا سے ملنے آئی تھی۔ بے فکر رہو تمہاری یاد مجھے نہیں آتی۔" اس نے کھلنڈرے پن سے کہتے ہوئے اماں کو تپانا چاہا۔

"میں بھی تیری یاد میں مر نہیں رہی، بی بی شادی شدہ ہو اب اس لیے ابا کی یاد میں ادھر مت دوڑی آیا کرو۔ کر لو بات صبح سویرے بچے کے کپڑے لتے دینے اور ناشتہ پانی دینے کا ٹائم ہوتا ہے، یہ محترمہ ابا کی یاد میں دوڑی چلی آئیں۔" اماں نے ٹھیک ٹھاک تپ کے طنز کے تیر برسائے۔

"اماں خدا کے لیے جب ادھر آتی ہوں تو اپنے فرشتہ صفت بچے کے گیت میرے سامنے مت گایا کرو۔ اس سے جان چھڑا کے ہی ادھر آتی ہوں اور تم ادھر بھی شروع ہو جاتی ہو۔" اماں کے اسکا تذکرہ کرنے پہ وہ سخت برے انداز میں بولتی چلی گئی جب اماں کی چپل ایک دم سے اسکے بازو سے آ لگی۔

"اب کیا کیا میں نے؟" اس نے جھنجھلا کے پوچھا لیکن اماں اسکی طرف متوجہ نہیں تھی بلکہ وہ اسکے عقب میں دیکھتیں اس طرف بڑھ رہی تھیں، اس نے مڑ کے دیکھا تو اماں کا فرشتہ صفت بچہ اسے نظروں سے نگلنے کی پوری کوشش کرتا ہوا اس سے کچھ قدم کے فاصلے پہ کھڑا شرمندہ سی اماں سے پیار لینے لگا جو اس سے بار بار اپنی بیٹی کی زبان درازی کے لیے معذرت کر رہی تھیں۔

For more visit (exponovels.com)

"اب کھڑی منہ کیا تک رہی ہے؟ سلام کرو ویسے تو بنا دیکھے ٹر ٹر کیے جاتی ہے۔ اب کونسی بریک لگی ہے تجھے؟" اماں نے حمیر سے ملنے کے بعد اسکو چپ کھڑا دیکھ کر بنا کسی لحاظ کے لتاڑا تو اس نے سلام کرتے ہوئے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا گویا اسکے آنے کا مقصد جاننا چاہتی ہو۔

"آنٹی میں خوش بخت کو لینے آیا ہوں۔ ہمیں کہیں جانا ہے۔" اماں کے مزید کچھ بولنے سے قبل اس نے سنجیدگی سے کہا تو خوش بخت کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"ارے بیٹا اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے، تمہاری بیوی ہے تم جب چاہے لے کر جاسکتے ہو بلکہ میں تو اسے سمجھا رہی تھی کہ اتنی صبح آئندہ آنے کی ضرورت نہیں، بچے کے سو کام ہوتے ہوں گے۔" اماں جانثار ہوتی بولتی جا رہی تھیں جبکہ وہ دل ہی دل میں کڑھ رہی تھی کہ اس نے پوچھا ہی کب تھا جو اماں منع کر رہی تھیں۔

"لیکن میں ابھی تو آئی ہوں اور میرا کہیں جانے کا دل نہیں کر رہا۔" اسکے ٹکڑا توڑ جواب پہ رات سے ضبط کے گھونٹ بھرتے حمیر کا دل کیا وہ اسکا چہرہ تھپڑوں سے لال کر دے۔

"جاؤ جا کر تیار ہو، ابھی آئی ہو تو کیا ہوا پھر آجانا۔" اماں نے آنکھوں میں اشارے کرتے ہوئے اسے کہا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

"مجھے کہیں بہت ضروری جگہ جانا ہے۔ اس لیے ٹائم ویسٹ مت کرو اور تیار ہو جاؤ ورنہ مجھے تمہیں ایسے لے جانے میں بھی کوئی قباحت نہیں ہو گی۔" وہ اس سنجیدگی سے بولا کہ اماں ٹھٹھک گئیں اور اب کی بار اسکو بہت غصے سے اشارہ کیا تو وہ پیر پٹختی ہوئی اندر بڑھی جبکہ وہ اماں کے بار بار کہنے پہ وہیں صحن میں پڑی کرسی پہ بیٹھ گیا اور اسکا انتظار کرنے لگا۔

اکتائی ہوئی نگاہوں سے وہ گاڑی میں بیٹھی گزرتے ہوئے مناظر کو تکتی جا رہی تھی اور ساتھ بیٹھے شخص کی جانب سے کچھ سننے کی منتظر تھی کہ وہ اسے کہاں اور کیوں لے کر جا رہا تھا مگر وہ تو جیسے اسے گاڑی میں بٹھانے کے بعد بھول ہی چکا تھا یا گونگے کا گڑ کھا بیٹھا تھا جو ایک لفظ بھی نہ کہا۔ بس آندھی طوفان کی رفتار سے گاڑی بھگائے جا رہا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اس پہ شدید غصہ ہے مگر وہ غصہ نکال کیوں نہیں رہا؟ مختلف سوچوں سے جب اسکا سر درد کرنے لگا تو اس نے سر جھٹکتے ہوئے ہر چیز پہ تف بھیجتے اور بنا اسکی ریش ڈرائیونگ کی پرواہ کیے پرسکون انداز میں

For more visit (exponovels.com)

سیٹ کی پشت پہ سر ٹکایا اور آنکھیں موند گئی۔ اسکے اس مطمئن انداز نے جلتی نے تیل چھڑکا۔ اس نے سلگتی نگاہوں سے گرے اور مسٹرڈ امتزاج کے جدید تراش خراش کے سوٹ میں ملبوس اسے یوں دیکھا تو اسکا دل چاہا کہ وہ اسے اس گاڑی سمیت کہیں پھینک آئے۔ سنگین سوچوں کے پیشِ نظر گاڑی کی سپیڈ اور اسکے چہرے کی سرد مہری بڑھتی جا رہی تھی۔

گاڑی ایک جھٹکے سے اس لکڑی کے بنے چھوٹے مگر شاندار سے گھر کے سامنے روکتے ہوئے اسکی آنکھوں میں پر اسراریت بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ چابی نکالتا جلدی سے باہر نکلتے ہوئے دروازہ اس قدر زور سے بند کر گیا کہ نیند میں ڈوبی خوشی جھٹکے سے جاگی اور مندی مندی آنکھوں سے ماحول سمجھنے کی کوشش کرنے لگی جب اسکی جانب کا دروازہ کھولتے ہوئے وہ تلخی سے بولا۔

"باہر آؤ جلدی۔" اسکے بولنے پہ وہ اسکی طرف متوجہ ہوئی۔

"یہ کونسی جگہ ہے اور ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟" بنا گاڑی سے اترے وہ سامنے بنے گھر کو دیکھتی سنجیدگی سے بولی کہ یہ ان کا ایریا ہرگز نہیں تھا لیکن اس نے اسکی بات کا جواب دیے بغیر اسے بازو سے پکڑ کے گھسیٹنے والے انداز میں نیچے اتارا اور پھر یونہی اندر لے کر بڑھنے لگا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟ بازو چھوڑو میرا۔" وہ اسکے ہاتھ سے بازو چھڑوانے کی کوشش کرتی دبا دبا سا چلائی لیکن تب تک وہ گھر کا اندرونی دروازہ کھولتے ہوئے اندر قدم رکھ چکا تھا اور اندر کا منظر دیکھتے ہی خوش بخت کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، اس نے بے یقینی سے پہلے سامنے اور پھر ساتھ کھڑے حمیر کی جانب دیکھا۔

"اوہو! مسز حمیر مسز شریف لائی ہیں۔ گائز ویلکم کیجیے۔" سامنے موجود بگڑے حلیوں میں ملبوس تین لڑکیاں اور چار لڑکے جو ہاتھ میں سگریٹ اور سامنے ٹیبل پہ مشروب کے گلاس رکھے بیٹھے تھے۔ ان میں سے ایک کھڑے ہو کر اسے عجیب سی نگاہوں کی زد میں رکھے بلند آواز میں بولا تو سب کے بے ہنگم قہقہے اسکی وحشت میں اضافہ کر گئے۔

For more visit (exponovels.com)

"چلو۔" اسکی کیفیت سمجھتے ہوئے دل پہ پڑتی ٹھنڈی پھوار کے باعث وہ اسکا ہاتھ زبردستی جکڑ تا ان کے قریب لے گیا اور پھر بہت آرام سے سب سے گلے ملتا صوفے پہ بیٹھتا سگریٹ سلگانے لگا۔ بناء اسکی طرف دیکھے جو بار بار اسے جانے کا بول رہی تھی۔

"ہیلو بیوٹیفل لیڈی۔" کھلے گریبان، ہاتھ میں سگریٹ اور مشروب کا گلاس تھامے ایک لڑکا اسکے سامنے آتا اسکی جانب اپنا ہاتھ بڑھانے لگا جسے وہ کمال جرات سے نظر انداز کر گئی۔

"ارے اس جھنڈے میں لپٹی مخلوق کو دیکھو۔ میرا یعنی عاصم پیرزادہ کا ہاتھ جھٹک رہی ہے۔" اسکے ہاتھ جھٹکنے پر وہ سب کو متوجہ کرتا ہوا ناگواری سے بولا تو حمیر نے اچٹتی نگاہ اس پہ ڈالی جو ان سب کو گھور رہی تھی۔

"بہن جی کو شرم آرہی ہوگی رائٹ؟" ایک لڑکی اسکے گرد گھومتی ہوئی تنفر لہجے میں بولی تو اس نے زور سے دائیں ہاتھ کی مٹھی بھینچی۔

"شرم نہیں غصہ آتا ہے انہیں، رائٹ نا؟" اسکے جواب میں انجن کی طرح چھکا چھک دھواں چھوڑتے حمیر نے ٹکڑا لگاتے ہوئے اس سے پوچھا۔ اس نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا جس کی نگاہوں کے تاثر نے مسکراتے ہوئے حمیر کے لب سکیڑنے پہ مجبور کر دیے۔

"چلیں ہم بھی دیکھتے ہیں غصہ، پہلے یہ جام تو پی کے دیکھیے ڈوپٹے والی بہن جی۔" ایک دوسرا لڑکا اٹھ کے اس کے قریب آکر اسکا سر زبردستی تھام کر گلاس اسکے ہونٹوں سے لگانے لگا جب حمیر ایک دم صوفے سے اٹھا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتا خوش بخت کا بایاں ہاتھ اٹھا اور اس لڑکے چہرے پہ زوردار تھپڑ رسید کر گیا۔ ماحول اور وہاں موجود نفوس ششدر کھڑے رہ گئے۔ سکن اور بلیک ٹاپ اور سکرٹ میں ملبوس سونیا زبیر پھنکار اٹھی جبکہ وہ لڑکا زخمی شیر کی مانند پھڑ پھڑا رہا تھا جسے اسکے دوست حمیر کی سرخ آنکھیں دیکھ کر تھام چکے تھے۔

"تمہاری اتنی ہمت کہ تم نے اس پہ ہاتھ اٹھایا، تم ہو کیا چیز؟ تمہاری اوقات کیا ہے؟ تمہیں اگر حمیر نے مجبوری کے تحت اپنایا ہے تو تم ہمارے سروں پہ ناچو گی؟ معافی مانگو فوراً اس سے۔" وہ اسکی ذات کے پرخچے اڑاتی بولتی جا رہی تھی جب اسکے پے در پے تھپڑوں نے اسکا چہرہ لال کر دیا۔

"خوش بخت" حیرت و بے یقینی میں ڈوبا حمیر ایک جھٹکے سے اسکی طرف لپکا جب وہ دھاڑی۔

For more visit (exponovels.com)

"وہیں کھڑے رہو حمیر مرزا! میرے قریب مت آنا۔ داد دینی پڑے گی تمہاری شاندار پلاننگ کی، کیا خوب بدلہ لیا ہے تم نے مجھ سے کہ اپنے دوستوں کے بیچ ایک تماشہ بنا کے لے آئے مجھے کہ آؤ کھیلو، مستی کرو مزے کرو کہ ایک سال کا عرصہ ہے میرے ساتھ تم لوگ بھی مزے کر لو۔" وہ جب بولی تو اپنی ذات کا خود ہی مذاق اڑاتی بولتی چلی گئی جبکہ آنکھوں سے بہتے آنسوؤں میں ٹوٹے مان کی کرچیاں واضح تھیں۔

"اور تم آئندہ کسی سے بات کرتے ہوئے ان تھپڑوں کو یاد ضرور رکھنا اور ہاں تمہیں حمیر مرزا مبارک ہو کہ اس جیسا شخص میں اپنے سر سے وار کے تم جیسی کو دیتی ہوں۔" مضبوط لہجے میں کہتی وہ سب کو حیرت کے سمندر میں چھوڑتی واپس مڑنے لگی جب حمیر کو ہوش میں آیا۔

"رکو خوش بخت۔" وہ بے ساختہ پکار اٹھا۔

"مجھے آج کے بعد مت پکارنا حمیر مرزا کہ میرا تم سے تعلق آج یہاں ختم ہو چکا ہے۔ میں مزید تمہارے دوستوں کے لیے لطف و مستی کا سامان نہیں بن سکتی۔" انگلی اٹھا کے اسے وارن کرتی وہ اسکی پکار کو نظر انداز کرتی وہاں سے نکل گئی۔ حمیر سب پہ کڑی نگاہ ڈالتا اسکے پیچھے لپکا۔

جاری ہے۔

For more visit (exponovels.com)

ہم ساز میرے

از حوریہ ملک

قسط 6

وہ جلدی سے بھاگا تو وہ گیٹ کی جانب بڑھ رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ باہر نکلتی اس نے اسے گیٹ کے پاس جا لیا۔

"خوش بخت! رکو پلیز میری بات سنو۔" اسکا بازو اپنے مضبوط ہاتھ میں جکڑتے ہوئے اس نے بے ساختہ کہا۔

"حمیر مرزا! میرے ساتھ ایسی حرکت کرنے والے کو میں کبھی نہیں چھوڑتی۔ بد قسمتی سے تم سے رشتہ جڑا تھا اس لیے آج یہ معاف کر رہی ہوں لیکن آج کے بعد مجھے چھونے کی غلطی بھی مت کرنا کیونکہ جو رشتہ تم نے ایک سال بعد توڑنا ہے وہ میں آج ختم کر رہی ہوں۔" وہ درشتگی سے کہتی اسکے ہاتھ میں مقید اپنے بازو کی جانب اشارہ کرتی بولی تو مضبوط آواز ناچاہتے ہوئے بھی آنسوؤں سے بھیگنے لگی۔

"دیکھو تم غلط۔۔۔" اس نے ہاتھ اسکے رخسار کی جانب بڑھاتے شرمسار لہجے میں کہا تو وہ فوراً پیچھے ہٹی۔

"میرے آنسوؤں کو میری کمزوری سمجھنے کی کوشش نہ کرو کہ یہ تمہارے غم میں نہیں نکلے بلکہ یہ اس لیے نکلے ہیں کہ میری ماں کا تم پہ قائم بھروسہ آج ٹوٹا ہے۔" وہ آنسو حلق میں اتارتی پلٹنے لگی۔

"یوں مت جاؤ، خوش بخت رک جاؤ۔" وہ اسے پکار بیٹھا۔

"مجھے روکنے کی وجہ نہیں پوچھوں گی کیونکہ وہ وجہ تمہارے پیچھے کھڑی ہے جن کی آنکھیں اور چہرے بتا رہے ہیں کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔" کاٹ دار انداز میں کہتی وہ اسکے عقب میں کھڑے دوستوں کو دیکھتی ہوئی اسے مزید کچھ کہنے کی مہلت دیے بغیر وہاں سے نکل گئی حالانکہ اس کے لیے یہ علاقہ انجان تھا۔

وہ گیٹ کے پاس کھڑا اسکی حد درجہ بدگمانی کے زیرِ اثر ساکت کھڑا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا، اسکی شرارت اتنا بڑا بلنڈر کر دے گی اور وہ اس سے کیا واقعی اس درجہ بدگمان تھی کہ اسکی ایک بھی نہ سنی؟ وہ تکلیف دہ سوچوں میں گھرا کھڑا تھا جب کندھے پہ محسوس ہوتے لمس پہ بری [illegible] کے ساتھ

For more visit (exponovels.com)

کھڑی اس سے نجانے کیا کہہ رہی تھی؟اسکو دیکھ کر اسے خوش بخت کے آخری الفاظ یاد آئے تو اسکے ماتھے کی رگیں پھولنے لگیں۔ وہ اسکا ہاتھ جھٹکتا ہوا مڑا اور ان سب کی جانب تیز تیز قدموں سے بڑھا اور جاتے ہی عاصم پیرزادہ کا گریبان اپنے ہاتھوں میں دبوچ لیا۔

"کیا کہا تھا میں نے تم سے اور تم نے کیا کیا؟" وہ اسکے گریبان کو جھٹکا دیتا اونچی آواز میں بولا۔

"تم نے ہی کہا تھا کہ تمہاری اس سو کالڈ پینڈو بیوی کو ڈرانا ہے تو بس وہی کام کیا۔" اسکے تیور سے خائف ہونے کے باوجود وہ ڈھٹائی سے بولا تو حمیر نے ایک پنچ اسکے منہ پہ دے مارا۔ سب کے منہ حیرت سے کھل گئے۔

"میں نے ڈرانے کا کہا تھا تو میں نے یہ بھی بتایا تھا کہ ڈرانا کیسے ہے؟ میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ تم زبردستی اسے میرے سامنے ہی ڈرنک پلانے کی کوشش کرو۔" خوش بخت کی بے یقینی اور کاٹ دار باتوں سے لگی آگ کو اس نے اسے مارتے ہوئے بجھانے کی کوشش کی۔

"ماں! سٹاپ اٹ وہ تمہارا دوست ہے۔ تم کیوں کسی ایرے غیرے کے لیے اسے۔۔" باقی سب اسکے تیوروں سے ڈرتے ہوئے بنا کچھ کہے پرے کھڑے تھے مگر سونیا نے ہمت کی اور اسے روکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"ایرا غیرا نہیں تھی وہ، بیوی ہے وہ میری۔ مجھے اس پہ غصہ، اس سے چڑ بے شک ہو، میں اس سے ایک محدود عرصے تک رشتہ بھی ختم کرنا چاہتا ہوں مگر وہ ابھی میری عزت ہے اور تم لوگ اسے میرے ہی سامنے ذلیل کر رہے تھے۔" وہ بولا نہیں دھاڑا تھا جب ناک سے خون صاف کرتے ہوئے عاصم پیرزادہ اٹھا۔

"اتنے پارسا تھے یا اپنی عزت کا اتنا ہی خیال تھا تو لے کے ہی نہ آتے اپنی اس پینڈو بیوی کو یہاں۔" مار کھانے کے باوجود وہ بکواس کرنے سے باز نہ آیا تو وہ اسکی طرف جھپٹا۔

"بکواس بند کر اپنی۔ خبردار اب میری بیوی کے بارے میں مزید بکواس کی تو۔ دماغ خراب تھا میرا جو تم لوگوں پہ یقین کر کے اسے یہاں لے آیا۔" وہ غصے سے کہتا ہوا بری طرح سلگ رہا تھا۔ اسے بس یہ بات کھائے جا رہی تھی کہ اگر اس نے حویلی جا کر کسی کو بتا دیا تو مرزا بیگم اسکا کیا حال کریں گی، حویلی کی عزت کو یوں مردوں کے سامنے پیش کرنے پر۔ وہ سب پہ ایک سلگتی نگاہ ڈالتا ان کے روکنے کے باوجود باہر نکل گیا۔

For more visit (exponovels.com)

کوشش کے باوجود آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔وہ بہتی آنکھوں کے ساتھ سڑک کنارے چلتی جارہی تھی۔وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ کون سا علاقہ ہے اور وہ کیسے گھر جائے گی۔وہ کبھی اتنی ڈس ہارٹ نہیں ہوئی تھی جتنی آج اس شخص کے باعث ہوئی تھی جسے اسکا محافظ چنا گیا تھا۔دھوپ تھی کہ تیز تر ہوتی جارہی تھی مگر وہ ہر چیز سے بے نیاز بس چلتی جارہی تھی جب ایک گاڑی کے ٹائر اسکے قریب چرچرائے لیکن وہ پھر بھی متوجہ نہ ہوئی۔بس چلتی گئی جبکہ گاڑی میں بیٹھا ہارون جنید کچھ حیرانگی اور پریشانی سے اسے دیکھتا ہوا گاڑی سے جلدی اترا اور اسکی طرف لپکا۔

"بھابھی!"اس نے آواز لگائی لیکن وہ بنا دھیان دیے چلتی رہی۔

"بھابھی! رکیں، کہاں جارہی ہیں آپ؟"وہ جلدی سے اسکے سامنے آیا تو وہ چونکتی ہوئی رکی اور جونہی نگاہ اوپر کی جو ہارون جنید کے چہرے سے ٹکراتے ہی ہزاروں طوفان سمیٹ لائی۔

"کیا کررہی ہیں آپ ادھر؟مان کدھر ہے؟"اسکی آنکھوں کے ناگوار تاثر کو نظرانداز کیے اس نے تفکر سے پوچھا تو وہ پھٹ پڑی۔

"تمہیں نہیں پتہ کہ وہ کدھر ہے؟جب کسی کی زندگی تباہ کرتے ہوئے پلاننگ اکٹھے کرتے ہو تو یہ کیوں نہیں پتہ کہ وہ اس وقت کدھر ہے؟"اسکے تابڑتوڑ نوکیلے سوالات نے اسے ہونق سا کردیا۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہی، آپ کیا کہہ رہی ہیں؟آپ آئیں میرے ساتھ، بعد میں بات کرتے ہیں؟"اس نے بمشکل اپنے تاثرات پہ قابو پاتے ہوئے نارمل انداز میں گاڑی کی طرف اشارہ کیا۔

"کیوں آؤں میں تمہارے ساتھ؟تاکہ جو تماشہ میری عزت کا تم دونوں کے واہیات دوست پورا نہ لگا سکے وہ تم لگا لو۔"وہ ہذیانی انداز میں چیختی ہوئی اسکے سر پہ گویا بم گراگئی۔

"بھابھی! کیسی باتیں کررہی ہیں آپ؟"اسکے لب بے یقینی سے پھڑپھڑائے جبکہ چہرہ ہتک کے احساس سے سرخ پڑنے لگا۔

"ہٹو راستے سے میرے۔"اسکی بات کا جواب دیے بغیر وہ ناگواری سے سر جھٹکتی بولی۔

For more visit (exponovels.com)

"نہیں میں آپ کو ایسے نہیں جانے دے سکتا، یہ راستہ بالکل حویلی کی مخالف سمت میں ہے۔ آپ چاہے مجھے جان سے مار دیں یا جتنا مرضی غلط سمجھیں، میں یوں چھوڑ کے آپ کو ہرگز نہیں جاؤں گا۔" وہ اسکے جملوں کو برداشت کرتے ہوئے سنجیدگی سے بولا تو اس نے خار بھری نگاہوں سے اسے گھورا۔

"میرے راستے سے ہٹو، ورنہ میں سر پھاڑ ڈالوں گی تمہارا۔" وہ جلدی سے گھر جا کر جی بھر کے رونا چاہتی تھی لیکن وہ اسکے راستے میں آ کھڑا ہوا تھا۔

"بھابھی پلیز اتنا برا یا گھٹیا نہیں ہوں کہ دوست کی عزت پہ نگاہ ڈالوں گا۔ پلیز ضد مت کریں، گاڑی میں بیٹھیں ورنہ میں زبردستی بھی کر سکتا ہوں۔" وہ اسکے تیور دیکھتا رسانیت سے بولا۔ وہ اس سچوایشن اور رونے دھونے سے نڈھال ہو رہی تھی اسکی بات پہ اسے گھورتے ہوئے ناچاہ کر بھی گاڑی کی سمت بڑھ گئی۔

"اب بتائیں مجھے کیا ہوا ہے اور آپ ادھر کیا کر رہی ہیں؟" اسے پانی پلانے کے کافی دیر بعد اس نے محتاط لہجے میں پوچھا لیکن وہ رخ پھیرے چپ چاپ بیٹھی رہی۔

"حمیر کے ساتھ آئی تھیں کیا؟ ابھی وہ کدھر ہے؟" پوچھنے کے ساتھ اس نے جونہی نگاہ موڑ کے دیکھا تو ششدر رہ گیا کیونکہ اسکے رخسار آنسوؤں سے تر تھے۔ اسکے دل کو زوردار جھٹکا لگا۔ اس نے ہمیشہ اسے مضبوط حالت میں دیکھا تھا اور اب یوں روتی ہوئی وہ اسے ذرا اچھی نہ لگی۔

"بھابھی پلیز یوں روئیں مت، پلیز بتائیں مجھے کیا کیا ہے مان نے؟" وہ پریشانی سے بولتا ہوا بے چین ہو رہا تھا۔ اسکے یوں بار بار پوچھنے پہ وہ جو کسی سے بوجھ ہلکا کرنا چاہتی تھی ایک دم سے پھوٹ پھوٹ کے روتی سب اسے بتانے لگی جبکہ وہ سن ہوتے دماغ کے ساتھ اپنے دوست کی حرکت کے بارے میں سوچے جا رہا تھا۔ خوخ بخت کے آنسو اسے چیخ چیخ کے بتا رہے تھے کہ وہ سچی ہے مگر حمیر سے محبت اور اسکا ساتھ اسے اس بات پہ یقین کرنے سے متامل کر رہے تھے۔ وہ خالی دل و دماغ کے ساتھ بیٹھا اسکے نم چہرے کو دیکھتا رہا۔

ڈوبتے دل کے ساتھ جب وہ رات کے دس بجے گھر میں داخل ہوا تو دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔ لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اسکا سامنا ریشا بیگم سے ہوا جو سنجیدہ تیوروں سے اسے تک رہی تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ انہیں سلام کرتا ان کی سپاٹ آواز ابھری۔

For more visit (exponovels.com)

"کیا کیا ہے آپ نے خوش بخت کے ساتھ؟" ان کے سوال پہ اس نے چونک کے انہیں دیکھا۔

"کچھ بھی نہیں کہا میں نے اسے، کیوں کیا ہوا؟" اس نے نظریں چراتے ہوئے کفس لنکس نکالتے ہوئے لہجے میں لاپرواہی سمونی چاہی۔

"اگر کچھ کیا نہیں ہے تو اسکے پیرنٹس کے گھر سے اسے سیدھا گھر کیوں نہیں چھوڑا اور وہ رو کیوں رہی ہیں؟" وہ کڑے تیوروں سے اسکی کلاس لینے لگیں۔

"وہ رو رہی ہے تو اس سے ہی پوچھ لیتے آپ لوگ کہ کیا ہوا اسے۔" وہ محتاط نگاہیں ان کی جانب مرکوز کیے بولا۔

"وہ کچھ بتا ہی نہیں رہیں، اسی لیے آپ سے پوچھا۔ آپ نے تو کچھ نہیں کہا؟" ریشا بیگم کی بات پہ اس نے دل ہی دل میں تشکر کا سانس لیا پھر ریلیکس ہو کر انکے قریب ہوتا ان کے کندھے پہ بازو پھیلایا۔

"کچھ بھی نہیں کہا میں نے آپ کی بہو بیگم کو، آپ تو جانتی ہیں بیوی نام کی مخلوق غصے کی ویسے ہی بہت تیز ہوتی ہے۔" وہ ہلکے پھلکے لہجے میں بولتا انہیں ریلیکس کرنے لگا۔

"حمیر میں بتا رہی ہوں آپ کو اگر آپ نے کوئی بلنڈر کیا خوشی کے ساتھ تو میں بہت بری طرح سے پیش آؤں گی آپ کے ساتھ۔" اسکی تسلی کے باوجود وہ اسے وارننگ دیتی بولیں تو اسے چڑ ہونے لگی کہ جو ٹینشن اسے تھی وہ ختم ہو چکی تھی۔

"بس بھی کر دیں اب اس کے نام کی مالا جپنا، بھوک لگ رہی ہے مجھے، کھانا دے دیں۔" وہ چڑ کے بولا تو وہ ہلکا سا گھورتے ہوئے اسے فریش ہونے کا کہتے ہوئے خود کچن کی طرف چل دیں۔

بھرپور انداز میں انگڑائی لیتے ہوئے اس نے کروٹ بدلتے ہوئے جونہی ہاتھ بیڈ پہ عادتاً پھیلایا تو عجیب سے احساس نے اسے جھٹکے سے آنکھیں کھولنے پہ مجبور کر دیا۔ اس نے جونہی آنکھیں کھول کے پہلو میں دیکھا تو بے شکن بیڈ شیٹ اسکا منہ چڑا رہی تھی، وہ سستی چھوڑتا ہوا اٹھ بیٹھا اور بیڈ کی دوسری سائیڈ کو دیکھتے ہوئے اف کرنے والے انداز میں ماتھے کو چھوا۔ وہ رات کو فریش ہونے جب روم میں آیا تب وہ موجود نہیں تھی لیکن اس نے اس بات کو زیادہ سیریس نہیں لیا اور پھر کھانا کھانے کے بعد جب وہ روم میں آیا تھا تب ہی کلائنٹ کی کال آنے پر وہ سب بھولتا بات کرنے کے بعد وہیں سو گیا مگر اب اسے کمرے سے ہنوز غائب پا کر اسکا دل خطرے کی گھنٹیاں بجانے لگا۔

For more visit (exponovels.com)

اس نے ایک نظر گھڑی کو دیکھا تو دوسرا جھٹکا لگا کیونکہ گھڑی صبح کے دس بجا رہی تھی۔ اسے حیرت اس بات پہ ہو رہی تھی کہ اسے آج ابھی تک جگانے کوئی کیوں نہیں آیا تھا؟ وہ سر جھٹکتے ہوئے ساری سوچیں پس پشت ڈالتا جلدی سے اٹھا اور حسبِ عادت کپڑے بکھیرتے ہوئے جینز کے ساتھ ٹی شرٹ گھسیٹتے ہوئے وہ واشروم کی جانب لپکا۔

"السلام علیکم!" نیچے آنے کے بعد جب اسے ڈائننگ ہال میں بھی کوئی نظر نہ آیا تو وہ متعجب سا مرزا بیگم کے کمرے کی جانب گیا اور طائرانہ نگاہ سارے کمرے پہ ڈالتے ہوئے سلام کیا لیکن نگاہ ناکام لوٹ آئی کیونکہ وہ یہاں بھی نہیں تھی۔

"وعلیکم السلام۔" مرزا بیگم نے سنجیدگی سے جواب دیا تو وہ خاموشی سے ان کے قریب جا بیٹھا جبکہ عائلہ بیگم اور منزہ بیگم اب دونوں دادی پوتے کو تک رہی تھیں۔

"خوش بخت کہاں ہے چچی بیگم؟" صبر تو اس میں ویسے ہی کم تھا اس لیے فوراً بیٹھتے ہی عائلہ بیگم سے پوچھنے لگا۔

"رات سے آپ کی بیوی آپ کے کمرے میں نہیں ہے اور آپ اب پوچھ رہے ہیں۔ ہم اس غیر ذمہ داری کو کیا سمجھیں؟" اسکے سوال کے جواب میں مرزا بیگم نے کڑک انداز میں پوچھا۔

"تھک چکا تھا رات میں اس لیے جلدی سو گیا تھا۔" وہ ہلکا سا چڑ کے بولا کہ ایک لڑکی کی وجہ سے کل سے وہ سوالوں کی زد میں تھا۔

"کسی کا دل دکھائیں تو ایسا ہی ہوتا ہے۔" منزہ بیگم کی بات پہ اس نے آنکھیں پھاڑ کے انہیں دیکھا۔

"آپ کیوں ملکۂ جذبات بنی جملے کس رہی ہیں؟ کس کا دل دکھایا ہے میں نے؟" وہ شوخی اور حیرت کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ بولا تو تینوں خواتین نے اسے بے دریغ گھورا۔

"خوش بخت کو کیا کہا ہے آپ نے؟" مرزا بیگم کے جانچتے لہجے میں پوچھے سوال نے اسے اچھا خاصا کوفت زدہ کر دیا تھا۔

For more visit (exponovels.com)

"کیاہو گیا ہے،رات سے سب یوں کٹہرے میں لے کے کھڑے ہیں۔اس سے ہی پوچھ لیں کہ کیاہوا ہے اسے؟" ایک توبناء بات سنے کل وہ اسے مجرم قرار دے گئی تھی اور اب رات سے مسلسل تفتیش نے اسکا موڈ بگاڑ کے رکھ دیا تھا۔

"پوچھا تھا اس سے بھی مگر اس کا فقط یہی کہنا ہے کہ اسے آپ کے روم میں جانے کے لیے فورس نہیں کیا جائے، اسی لیے وہ بھابھی بیگم کے ساتھ ان کے روم میں ہے۔" منزہ بیگم نے نروٹھے انداز میں جواب دیا تو وہ اچھل پڑا۔

"پاگل ہو گئی ہے وہ کیا؟ ایک چھوٹی سی شرارت کے پیچھے وہ کمرہ چھوڑ کے ایساری ایکشن دے رہی ہے۔" وہ جھنجھلایا ہوا اونچی آواز میں بولا۔

"یہ بات اب آپ دونوں ہی جانتے ہیں کہ بات چھوٹی تھی یا بڑی لیکن ہم بتا رہے ہیں حمیر کہ اگر آپ نے کوئی زیادتی کی ہوئی تو ہم آپ سے کبھی ہمکلام نہیں ہوں گے۔" مرزا بیگم نے دوٹوک سنجیدہ آواز میں کہا تو اسے اس فسادی پہ تپ چڑھنے لگی۔کل جو احساسات دل میں نمو پانے لگے تھے وہ پھر سے مرجھا گئے تھے۔

"کچھ نہیں کیا میں نے،دماغ ٹھیک کرتا ہوں میں اس کا۔کمرہ چھوڑے گی وہ میرا۔" وہ غصے سے بڑبڑاتا ہوا کمرے سے نکلنے لگا جب مرزا بیگم پکار اٹھیں۔

"حمیر! آپ اسے مجبور نہیں کریں گے،وہ اپنی مرضی سے جائیں گی۔وہ ابھی پریشان ہیں اور ہم اسے یوں زبردستی کر کے بیگانہ ماحول نہیں فراہم کر سکتے۔وہ اس وقت اپنی ماں کے پاس ان کے کمرے میں ہے اس لیے آپ خود پہ قابو رکھیے۔" انہوں نے پروقار مگر بارعب آواز میں تنبیہہ کی تو وہ طیش سے مٹھیاں بھینچتا دروازے کو بری طرح سے ٹھوکر مارتا ہوا لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکل گیا۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم کس خوشی میں مجھے ادھار مانگنے والوں کی طرح گھور رہے ہو؟ کچھ پھوٹنا ہے تو پھوٹو ورنہ جاؤ یہاں سے۔" وہ جو پچھلے تین دنوں سے خوش بخت کی غیر موجودگی اور سب کی لاتعلقی سے کوفت زدہ اور تپا ہوا تھا آج چار پانچ دن بعد ہارون جنید کے اسکے آفس آنے کے باوجود بات کیے بغیر مسلسل گھوریوں پہ جلا کر بولا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تو اس قدر خبیث اور کمینہ بھی ہو سکتا ہے۔" آخر کار وہ منہ سے پھوٹ پڑا۔

For more visit (exponovels.com)

"دیکھ میرا دماغ پہلے ہی بہت زیادہ خراب ہے،اس لیے بکواس کرنے کی بجائے کھل کے بات کر۔" اسکی بات سن کے وہ سرخ چہرے کے ساتھ بگڑ کے بولا۔

"بکواس میں نے نہیں تم نے کی ہے۔تجھے شرم نہیں آئی بھابھی کے ساتھ ایسی کمینگی بھری حرکت کرتے ہوئے؟" آخرکار وہ پھٹ پڑا تو وہ لب بھینچتا ہوا اسے سرخ آنکھوں سے گھورنے لگا۔

"اب کچھ بولتا کیوں نہیں ہے؟" اسے یونہی خاموش تادیر خود کو دیکھتا پاکے وہ غصے سے بولا۔

"کیا بولوں؟جب تو خود ہی اس بات پہ یقین کر بیٹھا ہے کہ میں نے غلط کیا ہے۔" وہ بھڑک کر سرد و سپاٹ انداز میں اسکی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"بھابھی نے بتایا ہے مجھے،مجھے یقین نہیں آیا لیکن وہ رو رہی تھیں۔میں نے پہلی دفعہ اسے اس حالت میں دیکھا تھا۔" اسکے لہجے میں نجانے کیا تھا کہ ہارون کا لہجہ دھیما پڑا۔

"مجھے بھی پتہ ہے کہ وہ روتی نہیں ہے اور نہ میں اسے رلانا چاہتا تھا۔ایک پرانک کرنا چاہتا تھا جس کو غلط رنگ ان خبیثوں نے دیا اور وہ جو پہلے ہی مجھ سے نالاں تھی مزید بدظن ہو گئی۔" ہارون پہلا شخص تھا جسے وہ وضاحت دے رہا تھا شاید اس لیے کہ اسکے لہجے کی بے یقینی نے اسے دکھ دیا تھا۔

"کیسا پرانک؟" وہ متجسس ہوا اور اسکے سامنے کرسی گھسیٹ کے بیٹھ گیا تو وہ آہستہ آہستہ اسے ساری بات بتانے لگا جسے سن کے ہارون کو سمجھ نہ آئی وہ کسے ٹھیک اور کسے غلط کہے کیونکہ حمیر کی اگر غلطی تھی بھی تو اسے ایک بار سن لینا چاہیے تھا۔

"اب تم سب ٹھیک کیسے کرو گے؟مطلب بھابھی کو کیسے بات سمجھاؤ گے؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا تو اسکا وجود سلگنے لگا۔

"اسے بات سمجھاتی ہے اب میری جوتی،اب گھی نکالنے کے لیے انگلی ٹیڑھی کرنی پڑے گی۔" وہ سلگ کے بڑبڑانے والے انداز میں کہتا ہوا پیپر ویٹ گھمانے لگا جبکہ ہارون اسکے پراسرار چہرے کو دیکھتے ہوئے اسکی سوچ کا اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا۔

For more visit (exponovels.com)

رات کا نجانے کون سا پہر تھا جب اسے خود پہ دباؤ محسوس ہوا۔ اس نے بمشکل نیند کو بھگاتے ہوئے جب خمار آلود آنکھیں کھولیں، نیند کا غلبہ حیرت کی زیادتی سے چھٹتا گیا تو اسکے حلق سے زوردار چیخ بر آمد ہوئی جسکا گلا بروقت ایک بھاری مضبوط ہاتھ کی سختی نے گھونٹ دیا۔

"ششش! چلاؤ مت۔" اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے حمیر مرزا کو دیکھا جو اپنی چمکتی بلوریں آنکھیں اس پہ گاڑھے ہوئے تھا۔ اس نے کسی خیال کے تحت چونکتے ہوئے گردن کو بمشکل حرکت دیتے ہوئے کن اکھیوں سے اپنے پہلو میں دیکھا جہاں اسکے سونے سے قبل ریشا بیگم مخالف سمت میں کروٹ لیے سو رہی تھیں لیکن ابھی وہ شاید تہجد کے لیے اس کمرے سے ملحق دوسرے کمرے میں تھیں کیونکہ اس وقت رات کے اڑھائی بج رہے تھے۔ اس نے نامحسوس انداز میں تشکر بھرا سانس لیا۔

"کمرے میں کیوں نہیں آرہیں اور میری کالز اور میسجز کا رسپانس کیوں نہیں کر رہی تھیں۔" وہ اسکے کان کے بالکل پاس ہلکی آواز میں بولا۔ اس نے خود کو ہلانے کی سعی کی۔

"ہاتھ اٹھانے لگا ہوں، چلانا مت۔" وہ سنجیدگی سے اسے وارن کرتا ہوا بولا اور پھر اسکی جانب سے تسلی کر کے اسکے چہرے سے ہاتھ ہٹا لیا۔

"پیچھے ہٹو اور جاؤ یہاں سے۔" وہ دونوں ہاتھ اسکے سینے پہ رکھتی دبے دبے لہجے میں بولی لیکن وہ اسکی دونوں کلائیاں اپنے مضبوط ہاتھوں میں جکڑتا ہوا اسے تکیہ سے لگاتا اس کے قریب جھکا۔

"کمرے میں چلو۔" اسکی بات نظر انداز کر کے اس نے اپنی بات کی تو اسکی آنکھیں اپنی بے بسی پہ جھلملانے لگیں۔

"نہیں جانا مجھے، جاؤ یہاں سے۔" وہ سخت لہجے میں بولی۔

"نہیں جانا؟" اس نے گہری سنجیدگی سے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں نہیں جانا۔" اس نے الفاظ پہ زور دیتے ہوئے کہا مگر اگلے ہی لمحے اسے اپنی بات پہ افسوس ہونے لگا جب ہرمزان مرزا کسی بھی بات کا لحاظ کیے بغیر اسکے خود ساختہ بائیکاٹ کی دھجیاں اڑا گیا، جبکہ وہ بے بسی کی انتہاؤں کو چھوتی آنسو بہاتی رہی۔

صبح نجانے کس خوف کے تحت اسکی آنکھ اچانک سے کھلی۔ اس نے فوراً اپنی دائیں جانب دیکھا، رمیشہ بیگم کی جگہ خالی تھی پھر اس نے فوراً بائیں طرف دیکھا جہاں خالی جگہ جانے والے کے احساس کو پوری طرح جگاتی اسکے دل کو عجیب سے احساسات سے بھر گئی۔ وہ نہیں جانتی کہ وہ ڈھیٹ شخص اسکے پہلو سے کس وقت اٹھ کر گیا تھا۔ اس نے تشکر بھرا سانس لیا تھا کیونکہ اگر ریشا بیگم دیکھ لیتیں تو کتنی سبکی کا سامنا کرنا پڑتا۔ ریشا بیگم تہجد کے بعد اسی کمرے میں تلاوت کرتی تھیں اور فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد ہی اپنے کمرے میں آتی تھیں۔ اسی بات کا فائدہ حمیر نے اٹھایا تھا کہ وہ ماں کی روٹین اور خوشی کے کمرے میں ہونے کے باعث باپ کی غیر موجودگی سے بھی واقف تھا۔ اسی لیے وہ چھپنے خان بنا دندناتا ہوا پوری ٹائمنگ کے ساتھ روم میں آیا اور واپس گیا تھا۔

یہ خیال آتے ہی اسے نئے سرے سے اس پہ غصہ آنے لگا کہ اسکی ناراضگی کی پرواہ کیے بغیر اس شخص نے بس اپنی تسکین کے لیے اسے پھر سے زیر کر دیا تھا، وہ ڈھیروں غصہ دل میں جمع کرتی ہوئی بیڈ سے اٹھی اور فریش ہونے چل دی۔

"آج بہت لمبی نیندلی اور فریش بھی لگ رہی ہیں ماشاءاللہ سے خیر ہے نا؟" فریش ہونے کے بعد جب وہ کمرے میں آئی تو عائلہ بیگم جو شاید کسی کام سے کمرے میں آئیں تھیں، انہوں نے شرارت سے کہا تو وہ بوکھلا اٹھی۔

"کیوں کیا ہوا؟" وہ ایسی دبو یا کم ہمت نہیں تھی کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پہ گھبراتی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے سب کو اس بات کی خبر مل چکی تھی۔

"ارے بیٹا آپ پریشان کیوں ہو گئیں، میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ ماشاءاللہ آج اتنے دنوں بعد فریش لگ رہی ہیں۔" وہ اسکا بوکھلایا ہوا چہرہ دیکھ کر نرمی سے بولیں تو وہ کھسیانی ہوتی مروتاً مسکراتی بال سلجھانے لگی جبکہ وہ مسکراتے ہوئے اسے جلد باہر آنے کی تاکید کرتی ہوئی باہر نکل گئیں۔

"الٹے دماغ والی بیوی ملی ہے مجھے، کل اتنے پیار سے رات کو سمجھایا۔ صبح اسکا درشن کرنے کے لیے خواہ مخواہ لیٹ ہوا مگر لیڈی ڈیانا کمرے سے نکلی ہی نہیں۔ اب رات ہونے کو ہے اور وہ ابھی تک نہیں آئی۔" اپنے خوبصورت و کشادہ کمرے میں ٹہلتے ہوئے وہ کلستا جا رہا تھا مگر سکون کسی طور نہیں آ رہا تھا۔

For more visit (exponovels.com)

اسے سب سے زیادہ خود پہ غصہ آرہا کہ وہ اس کی غیر موجودگی کو اتنا سیریسلی کیسے لے سکتا ہے جبکہ اس نے شادی بس ایک پری پلانڈ طریقے سے کی تھی اور ان کی شادی کی مدت بھی رفتہ رفتہ ختم ہو جانی تھی لیکن وہ اس سب سے بالاتر بس اسکے کمرے میں نہ ہونے سے آگ بگولہ ہوا جا رہا تھا۔ وہ روایتی بیویوں کی طرح اسکے آگے پیچھے گھوم کے اسکی ضرورتوں کا خیال نہیں رکھتی تھی کہ بیزاری و ناپسندیدگی ادھر بھی قابل ذکر تھی مگر وہ بہت نامحسوس انداز میں اسکے پھیلائے ہوئے پھیلاوے کو سمیٹتی تھی اور اب جب وہ اتنے دنوں سے غیر حاضر تھی تو اسے وحشت ہونے لگی تھی۔ یہ خیال اسے چڑچڑا کر رہا تھا کہ وہ اسکا عادی ہو گیا ہے۔ جب غصہ و جھنجھلاہٹ زیادہ بڑھ گئی تو وہ بنا سوچے سمجھے کمرے سے باہر نکلا اور تیز تیز چلتا ہوا سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔

"میں نے کہا تھا نا کہ کمرے میں آنا تو کیوں نہیں آئیں تم؟" بڑھتے ہوئے دباؤ کے باعث جونہی اس نے جڑی ہوئی پلکیں کھولنے کی کوشش کی، ایک خشونت بھری آواز اور جبڑے پہ انگلیوں کے دباؤ نے اسکے اندر لاوا سا بھر دیا۔

"کیوں آؤں میں تمہارے کمرے میں؟ لگتے کیا ہو تم میرے؟" شدتِ جذبات کے باعث اسکی آواز بلند ہو گئی تبھی اٹیچڈ پر یئر روم سے کھٹکے کی آواز آئی تو وہ جیسے ہوش میں آئی سانس روک کے اسے دیکھنے لگی جبکہ وہ خشمگیں نگاہوں سے اسے گھور رہا تھا۔

"کچھ نہیں لگتا اگر میں تمہارا تو بتاؤ کیوں ہو یہاں اس وقت، کیوں نہیں چلا رہی خود کو بچانے کے لیے کسی انجان سے جسکی تم کچھ نہیں لگتی؟" وہ خشک لکڑی کی طرح سلگ رہا تھا۔

"تم یوں میری بے بسی کا فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔" وہ دبے دبے لہجے میں بولتی اسکی باتوں کو دانستہ نظر انداز کر گئی۔

"بے بسی کا تماشا میں نہیں تم لگا رہی ہو، بنا بات سنے بنا کسی وضاحت کا موقع دیے سزا سنا ڈالی، ناپسندیدگی اپنی جگہ مگر خوش بخت بیگم ایک رشتہ ہے ہمارے بیچ جو شاید اتنی سپیس دینے کے لیے تو کافی ہوتا ہے مگر نہیں تم نے خود کو ہی ٹھیک گردانتے ہوئے بائیکاٹ کر دیا۔" وہ اس پہ جھکا ہوا مسلسل افسوس اور غصے سے بولتا جا رہا تھا۔

"خدا کے لیے جاؤ یہاں سے۔" وہ بمشکل سرگوشی نما آواز میں بولی۔

"یہ جو کمرے میں آنے سے انکار کیا ہے نا اسکی سزا بھگتو اب مسز حمیر مرزا۔" وہ معنی خیزی سے کہتا ہوا اسے چپ کروا گیا۔

For more visit (exponovels.com)

"حمیرا!" ایک گھنٹہ کڑے انتظار کے باوجود بھی جب وہ کمرے سے باہر نہ نکلی تو وہ جلتا بھنتا کسی فیصلے پہ مہر لگاتا خاصے بپھرے ہوئے انداز میں آفس کے لیے نکلنے لگا تھا جب کچن سے فارغ ہوتی رمیشہ بیگم نے اسے پکارا تو اسے چاروناچار رکنا پڑا۔

"جی ماما بیگم!" اس نے لہجہ حتیٰ المقدور نارمل رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"بیٹا! آج اپنی بیوی کو کمرے میں لے جایئے گا۔" ان کی بات پہ اسکا دل خوشی سے جھوم اٹھا تب ہی ڈائننگ ہال کے مین دروازے پہ ہونے والے کھٹکے کے باعث اس نے آنکھیں جونہی گھمائیں تو وہ ساکت رہ گئیں۔

اس نے ساکت نظروں سے خوش بخت کا سرخ چہرہ دیکھا اور پھر ایک نظر مسکراتی رمیشہ بیگم پہ ڈالی تو جیسے ہی ان کی بات اسکے دماغ میں بیٹھی اسکے چہرے پہ شرارتی مسکان پھیل گئی۔

"تو سمجھائیں نا اپنی بہو بیگم کو کہ شوہر سے اتنی ناراضگی بھی نہیں اچھی۔" اسکو دیکھ کر اسکے موڈ کی جولانی اور بے باکی بڑی سرعت سے لوٹی تھی جبکہ خوشی کا دل کیا وہ اس بدتمیز شخص کے منہ پہ ٹیپ لگا دے جو بات کرنے سے قبل نہیں سوچتا تھا، وہ اسکے جانے کی تصدیق کر کے ہی کمرے سے نکلی تھی مگر وہ موجود تھا اور ستم یہ کہ رمیشہ بیگم کی بات نے اسکے حواس اڑا دیے تھے کیونکہ وہ ابھی روم میں نہیں جانا چاہتی تھی اوپر سے اسکی گوہر افشانیاں اسے زہر سے بھی بری لگیں۔

"تو پھر کیا ارادہ ہے بہو بیگم؟" وہ جو جانے کے لیے پر تول رہی تھی، رمیشہ بیگم کے استفسار پہ گڑبڑا گئی۔

"مجھے کہیں نہیں جانا اور ان کے پاس تو بالکل بھی نہیں۔" وہ شرم اور غصے سے تڑخ کر کہتی وہاں سے نکل گئی۔

"حد ہے اور کس کے پاس جانا ہے اسے؟ اسکی اکڑ ہی ختم نہیں ہو رہی۔" اسکی بات پہ وہ جھنجھلا کر بولا۔

"بی ہیو حمیر مرزا!" رمیشہ بیگم نے تادیبی انداز میں اسے گھورا۔

"ماما بیگم! پلیز بس کریں۔ اتنی سیدھی نہیں ہے آپ کی بہو محترمہ۔" وہ چڑ کہ کہتا ہوا باہر نکل گیا جبکہ وہ اسکی پشت گھور کے رہ گئیں۔

For more visit (exponovels.com)

"آپ لوگ گھومنے پھرنے کے لیے کب جا رہے ہیں؟ اتنا ٹائم گزر گیا اب تو۔" اسد مرزا اور سعود مرزا چونکہ ان کی ناراضگی سے واقف نہیں تھے، رات کو کھانے کے بعد جب انہوں نے ان دونوں کو بلایا تو ان کے استفسار پہ خوش بخت نے پریشانی سے انہیں دیکھا جبکہ اسکے چہرے پہ چھائی پریشانی دیکھ کہ حمیر کے دل میں سکون چھانے لگا کیونکہ اس سے اتنے دنوں کا بدلہ لینے کے لیے اس نے یہی طریقہ نکالا تھا کہ اپنی ناپسندیدگی کے باوجود اس نے ہارون اور حنظلہ کے ذریعے اسد مرزا کے کان میں ہنی مون کے لیے جانے کی بات ڈالی اور اب توقع کے مطابق رد عمل دیکھ کر وہ کھلا جا رہا تھا۔

"مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے، اپنی بہو سے پوچھ لیں۔" اس نے کندھے اچکاتے ہوئے بے نیازی سے کہا تو وہ ضبط سے اسے دیکھ کر رہ گئی کیونکہ اسے لگا تھس کہ جیسے وہ پہلے جانے پر اتنا واویلا مچا رہا تھا اب بھی وہ انکار کر دے گا مگر اسکی رضامندی نے اسے مایوس کر دیا تھا اور اب اسکے پاس کوئی راہ نہیں بچی تھی کہ وہ بھی رضامندی دے دے۔

"جیسے آپ کہیں بابا۔" وہ اتنی فرمانبردار ہرگز نہیں تھی لیکن اماں کی نصیحتیں، کچھ لحاظ اور مروت نے اسے سر جھکانے پہ مجبور کر دیا تھا مگر دل میں شعلے ابھرنے لگے تھے۔

"میں ایک دفعہ بکواس کر چکا ہوں کہ مجھے تم سے بات کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں تو کیوں بار بار کال کر کے مجھے تنگ کرتی ہو؟" وہ موبائل کان سے لگائے سخت اکتائے ہوئے لہجے میں بول رہا تھا۔

"تمہاری شرمندگی سے جو میری انسلٹ ہوئی ہے اسکا مداوا نہیں ہو سکتا۔" دوسری جانب کی بات سنتے ہوئے وہ سخت لہجے میں بولا۔

"کچھ بھی ہو مگر تم آج کے بعد۔۔۔" سونیا زبیر کی طبیعت صاف کرتے ہوئے وہ مزید بول رہا تھا جب کمرے کا دروازہ ایک دھاڑ کے ساتھ کھلا اور شعلے اگلتی نگاہوں کے ساتھ خوش بخت اسے گھورتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی۔

"انکار کیوں نہیں کیا تم نے بابا کی بات پہ؟" آتے ہی اس نے پتھر پھینکا تو اس نے موبائل سوئچ آف کر کے پاکٹ میں رکھتے ہوئے اسے بہت غور سے دیکھا۔

"کیوں؟ میں کس خوشی میں کرتا انکار؟" وہ سنجیدگی سے بولتا اسے دنیا کا کمینہ ترین انسان لگا۔

For more visit (exponovels.com)

"کیونکہ مجھے نہیں جانا تمہارے ساتھ۔" وہ بھڑ بھڑ جلتی غرائی۔

"تو تم جا کر کرو انکار، میرا کیوں سر کھا رہی ہو؟" اس نے بے مروتی سے جواب دیا۔

"یہ جو تم میرے ساتھ ڈبل گیم کھیل رہے ہو نا، میں تمہارا خون پی جاؤں گی۔" وہ ضبط کھوتی اسکے گریبان کو زور زور سے کھینچتی بولی تو اسکا دماغ گھومنے لگا۔

"اپنے آپ پہ قابو رکھو، آج کے بعد گریبان پہ ہاتھ ڈالا تو ہاتھ کاٹ ڈالوں گا۔" وہ سرد غصیلی آواز میں بولا۔

"گریبان پہ تم ہاتھ نہیں ڈالنے دیتے اور میری عزت کا تماشا تم آرام سے بیٹھ کے دیکھ سکتے ہو، کیا کہنے ہیں تمہارے؟" وہ استہزائیہ انداز میں کہتی اس سے زیادہ آواز میں بولی۔

"سٹاپ اٹ! پہلے بھی بتا چکا ہوں جو تم سمجھ رہی ہو وہ صرف اور صرف تمہاری غلط فہمی تھی۔ میں تمہیں اس لیے لے کر گیا تھا کہ مجھے تمہیں ملوانا تھا ان سے، ان کی تمام بدتمیزیوں میں میرا حصہ نہیں تھا مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ وہ ایسا۔۔" وہ اسکے کندھوں پہ دونوں ہاتھ جماتا درشتگی سے بولتا آہستہ آہستہ اسے صفائی دینے لگا۔

"مجھے تمہاری رام کہانی نہیں سننی، میں کل اماں کی طرف جا رہی ہوں اور مجھے نہیں جانا تمہارے ساتھ کہیں بھی۔" اس نے ہاتھ کندھوں سے جھٹکتے ہوئے بے رخی سے کہا۔

"تمہیں سننا پڑے گا مجھے، رہنا، سونا، جاگنا، پینا، اٹھنا سب میرے ساتھ ہو گا، میرے لیے کیونکہ تم شاید کانٹریکٹ کو بھول چکی ہو کہ ایک سال تک تم میری ہر طرح سے پابند ہو۔" اس نے اسے دوبارہ سخت گرفت میں لیتے ہوئے ایک ایک لفظ پہ زور دیتے ہوئے بے رحمی سے کہا۔

"تم میرے خدا نہیں بن سکتے۔" درد سے اسکے کندھے دکھنے لگے تھے مگر وہ ظاہر کیے بغیر غصے سے بولی۔

"مائنڈ اٹ! وہ کیا کہتے ہیں مجازی خدا ہاں میں تمہارا مجازی خدا ہوں۔" وہ مزہ لیتا ہوا آنکھ مارتا ہوا بولا۔

"چھوڑو مجھے ذلیل انسان، میں تمہارا جینا حرام کر دوں گی اگر تم نہ مانے تو۔" وہ بھرپور مزاحمت کرتی ہوئی بولی۔ انداز اسکو پھاڑ کھانے والا تھا۔

"اپنی مرضی سے یہاں تک آئی ہو، واپس تو جانے نہیں دوں گا۔" اس نے کمینگی سے کہتے ہوئے بازوؤں کا شکنجہ کسا تو وہ بلبلا اٹھی۔

For more visit (exponovels.com)

"پرے ہٹو موٹے سانڈ، پسلیاں توڑنی ہیں میری۔" وہ بدتمیزی سے چلائی مگر وہ اور گرفت مضبوط کر گیا تو اسکے حلق سے دلخراش چیخ بلند ہوئی۔

"تم نہیں جانتیں کہ تمہاری چیخیں مجھے کس قدر سکون دیتی ہیں، جب تم چلاتی ہو نا تو اس بچہ چور کہ دل میں سکون اترنے لگتا ہے۔" وہ واقعی بے رحم اور انتہا درجے کا کمینہ انسان تھا جو اسکی بے بسی کا نظارہ دلچسپی سے انجوائے کرتا ہوا زخموں پہ نمک چھڑک رہا تھا۔

"تم میری چیخوں سے لطف اندوز ہوتے ہو نا، اب دیکھنا میں جو تمہارا حشر کروں گی اس سے زمانہ لطف اندوز ہو گا۔" وہ خطرناک عزائم کے ساتھ بولی۔

"تو کرو نا حشر، انتظار کس بات کا ہے؟" وہ بنا اثر لیے شرارت سے اسکے چہرے پہ جھکتا جسارت کرتا اسے تڑپا گیا۔

"تم۔۔۔" وہ حیا اور جھنجھلاہٹ کے احساس لیے کچھ کہنے لگی جب دروازے پہ ہونے والی دستک سن کے اس نے تشکر بھرا سانس لیا اور اس کے گرفت نرم کرنے پہ وہ فوراً اس سے فاصلے پہ ہوتی واشروم میں گھس گئی جبکہ وہ دروازہ کھولنے بڑھ گیا۔

"تو پھر جارہے ہو ہنی مون پہ؟" ہارون نے فائل چیک کرتے ہوئے حمیر سے پوچھا تو اس نے ہولے سے سر اثبات میں ہلایا۔

"یہ شاید پہلا ہنی مون ہو گا جس میں شوہر بیوی کو پریشان کرنے کے لیے گھمانے پھرانے لے جانے والا ہے۔" اس نے سر دھنتے ہوئے کہا تو وہ پورے دانتوں سمیت مسکرایا۔

"جھانسی کی رانی جب پریشانی سے منہ بنا کے آنکھیں گھماتی ہے، مجھے بہت مزہ آتا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"شادی کو دو منتھ سے زیادہ ہو چکے ہیں حمیر جبکہ سال بعد تم لوگ سب ختم بھی کرنا چاہتے ہو تو کیا تم نے؟" وہ بات کرتے کرتے رکا تو اس نے چونک کے اسے دیکھا۔

جاری ہے

For more visit (exponovels.com)

ہم ساز میرے

از حوریہ ملک

قسط 7

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" اس نے بھینچے ہوئے جبڑے سہلاتے ہوئے پوچھا تو ہارون ہلکا سا جھجک گیا۔ حالانکہ انکی دوستی ایسی تھی کہ وہ ہر طرح کی بات بلا جھجک کر لیا کرتے تھے مگر آج نجانے کیوں وہ بول نہیں پا رہا تھا۔

"میرا مطلب کہ تم ڈاکٹر سے کنسلٹ۔" وہ جو جھجھکتے ہوئے بول رہا تھا حمیر کے خطرناک حد تک سرخ پڑتے چہرے اور گردن کی پھولتی رگوں کو دیکھتا بلاساختہ چپ کر گیا۔

"میرا خیال ہے ہمیں گھر کے لیے نکلنا چاہیے، ٹائم کافی زیادہ ہو گیا ہے۔" وہ اسکی بات نظرانداز کرتا ہوا اٹھا اور اپنی چیزیں سمیٹنے لگا تو ہارون بھی خاموشی سے اسکے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔

ریش ڈرائیونگ کرتا ہوا وہ مسلسل سلگ رہا تھا۔ اسے یہ بات سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اسے غصہ کس بات پہ آرہا ہے؟ ہارون کے شادی کو ختم کرنے والی بات پہ یا پھر ایسے بچے کی بات کرنے پہ؟ یہ بات تو وہ بھی جانتا تھا کہ ان کی شادی کی وجہ ہی بچہ ہے۔ اس نے شادی ہی اس وجہ سے کی تھی تو وہ پھر کیوں اس وجہ کو فراموش کر بیٹھا؟؟

ان کا رشتہ نارمل لوگوں جیسا نہیں تھا، وہ کمرے کی حد میں ایک دوسرے سے اجنبی ہوتے ماسوائے تب جب وہ اس سے اپنا حق وصول کرتا۔ اسکے علاوہ اس نے اسکی کسی بھی ضرورت کے لیے اسے نہ پیسے دیے، نہ کوئی اور چیز لے کر دی۔ نہ ہی خوش بخت اسکی ضروریات کا خیال رکھتی تھی لیکن پھر بھی نجانے کیوں جب بھی کوئی ایسی بات ہوتی تھی تو اسے تپ چڑھ جاتی تھی اور اپنی ایسی کیفیت پہ اسے ڈبل غصہ چڑھتا تھا ابھی بھی وہ یونہی سلگتا ہوا گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔

"میں تمہیں بتا رہی ہوں کہ مجھے نہیں جانا تمہارے ساتھ؟" سرد تاثرات لیے جونہی وہ کمرے میں داخل ہوا تو وہ اسے دیکھتے ہی چلا اٹھی۔ اسکا پہلے سے ہی خراب دماغ گھوم اٹھا۔

"جسٹ شٹ اپ! آئی سیڈ جسٹ شٹ اپ!! سمجھتی کیا ہو تم خود کو؟ نخرے دکھا کے رہی ہو؟" وہ ایک دم زور سے دھاڑا تو وہ ایک قدم پیچھے ہوتی حیرانگی سے اسے دیکھنے لگی۔

For more visit (exponovels.com)

"تم اتنے ہا۔۔" وہ اسکے چہرے کو دیکھتی غصہ ضبط کرتی ہوئی بولی۔

"چپ! ایک دم چپ، بند کرو اپنے فضول کے نخرے۔ زندگی عذاب بنا رکھی ہے تم نے میری۔ جب سے زندگی میں آئی ہو اور اب یوں نخرے کر کے جتانا کیا چاہتی ہو کہ میں تمہیں لے جا کر مارنا چاہتا ہوں؟" وہ الٹے دماغ کے ساتھ بولا تو بولتا ہی چلا گیا جبکہ اسکی کاٹ دار باتوں پہ نجانے کیوں خوش بخت کی آنکھیں بھیگنے لگی۔

"پیکنگ کرو ابھی کہ ابھی۔۔۔" وہ غرا کے بولتا ہوا ایک دم سے ٹھٹکا اور پھر ایک زوردار مکا دیوار پہ دے مارا۔

اس نے اسکی طرف دیکھا جو روتی ہوئی بے یقینی وغصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے بہت ہی کم اسے روتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس لیے اسکے رونے نے ایک عجیب سا تاثر چھوڑا تھا اس پہ۔

"رو کیوں رہی ہو؟" وہ ایک دم سے جھلائے ہوئے انداز میں بولا تو وہ غصے سے ناک رگڑتے ہوئے مڑ گئی۔

"میری بات سنو۔" اس نے لپک کے اسکا ہاتھ تھامنا چاہا۔

"ہاتھ مت لگاؤ مجھے۔" وہ ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑاتی ہوئی بولی۔ اس کی آواز رونے کی وجہ سے بہت زیادہ بھاری ہو رہی تھی۔

"بات تو سنو۔" اسے کسی کو منانے کا تجربہ نہیں تھا مگر اسکے آنسوؤں کی وجہ سے نجانے کیوں اس نے دوبارہ اسے روکنے کی کوشش کی۔

"بات مت کرو مجھ سے، انتہائی برے آدمی ہو تم۔ مجھے یہاں آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔" وہ روتی ہوئی بولتی جا رہی تھی۔ آنسو بھی مسلسل بہے جا رہے تھے۔

"آنسو تو صاف کرو اپنے۔" وہ جھنجھلا کے بولا۔

"تمہیں اس بات سے غرض نہیں ہونی چاہیے۔" وہ روتی روتی چلائی لیکن اس نے اثر لیے بغیر اسے اپنے روبرو کرتے ہوئے جونہی اسکے نم گالوں کو چھوا تو وہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی۔

"میرا تمہارا رشتہ بس فطری ضرورت تک کا ہے۔ ہمارے رشتے میں آنسو پونچھنے والا کام تمہیں سوٹ نہیں کرتا نہ ہی اسکی کوئی گنجائش نکلتی ہے کیونکہ نفس کی تسکین میں ایسے جذبات کے لیے جگہ نہیں ہوتی۔" وہ ٹھہرے ہوئے مگر آرزدہ لہجے میں کہتی ہوئی ایک جھٹکے سے وہاں سے ہٹ گئی جبکہ وہ ابھی تک اسی جگہ کو گھورتا ہوا اسکی موجودگی محسوس کر رہا تھا۔

"آپا! ذرا سوچو کہ تم جہاں ہنی مون منانے۔۔۔" لیز چپس کے پیکٹ سے دھڑا دھڑ چپس فٹ بال جیسے پیٹ میں ٹھونستے ہوئے عمیر نے بات شروع کی۔

"کسی ہنی مون پہ نہیں جا رہی میں۔" اس نے گھورتے ہوئے اسے دیکھا اور تقریباً خالی ہو جانے والا پیکٹ اس کے ہاتھ سے کھینچا۔

For more visit (exponovels.com)

"اچھاتو جس تبلیغی جماعت پہ تم جارہی ہو وہاں سے میرے لیے کیالاؤگی؟" اسکی بات کے جواب میں اس نے جس قدر سنجیدگی سے بیان بدلا تھا ان کی گفتگو ساعت فرماتا حمیر کھل کر ہنسا۔

"تمہارے لیے جہنم میں جانے کا نسخہ پتہ کر کے لاؤں گی اس تبلیغی جماعت سے۔" وہ سلگتی ہوئی بولی تو اماں نے حسبِ عادت ایک دھموکا کمر میں جڑ دیا۔

"کمبخت ماری، نجانے کون سی بہنیں بھائیوں کیلیے جانیں قربان کرنے کو تیار رہتی ہیں۔ ایک میری کم عقل بیٹی ہے۔ بھائیوں کو مارنے اور جہنم میں جانے کی ہی باتیں کرتی ہے۔" بیٹوں کی بات پہ اماں کی کی ازلی مادرانہ شفقت عود کر آئی اور انہوں نے داماد کالحاظ کیے بغیر اسے بے بھاؤ کی سنائیں جسے وہ بہت دلچسپی سے انجوائے کرنے لگا۔

"ایسے مارتے ہوئے باتیں کیوں سنا رہی ہو؟ویسے کہو کہ میں سوتیلی بیٹی ہوں تمہاری۔" وہ کمر سہلاتی ہوئی شاکی لہجے میں بولی تو دو اور تھپڑ بازو پہ پڑے۔

"یہی سننا باقی رہ گیا تھا اب، تیرے لیے راتیں جاگ جاگ کر گزاریں اور اب تجھے لگ رہا کہ تو سوتیلی ہے۔" اماں کے طنز و نشتر جاری و ساری تھے۔

"تو اور کیا کہوں؟ مجال ہے جو شادی کے بعد بھی تھوڑی سی عزت دی ہو۔ نجانے کون سی مائیں ہیں جو بیٹی کے آتے ہی اس کے پاس بیٹھ کے کھانا کھلاتیں، اس سے دکھ سکھ سنتی ہیں۔" اسکی جوابی کارروائی بھی دم دار تھی جسے سن کر وہاں بیٹھے عمیر اور شہیر نے افسوس کرتے ہوئے حمیر کو دیکھا گویا اسکی ہمت کی داد دینا چاہی ہو۔

"میں باز آئی ایسی محبتوں کے مظاہروں سے۔" اماں نے بے نیازی سے کہتے ہوئے گویا ناک سے مکھی اڑائی تو وہ بلبلا اٹھی۔

"اسی لیے جارہی ہوں میں بھی اور تین چار ماہ سے پہلے آنے کا میں نے سوچنا بھی نہیں ہے۔ خبردار فون کھڑکا کر میرے ٹور کو خراب کیا تو۔" وہ گردن اکڑا کر بولی۔

"تم تو کہہ رہی تھیں کہ تم نے نہیں جانا میرے ساتھ گھومنے کے لیے۔" چاکلیٹ کھاتے ہوئے حمیر نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے معصومیت سے کہا۔ اسکے یوں معصوم بن کے کہنے پہ اس نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا جو مسکراتے ہوئے بہت پیارا لگ رہا تھا لیکن اس نے فوراً نگاہ پھیری کہ کل سے انکی مکمل ناراضگی چل رہی تھی۔

"اماں بیگم کے کہنے پہ جارہی ہوں۔" اس نے بغیر لگی لپٹی کے جتانے والے انداز میں کہتے ہوئے اسکی خماری اتارنی چاہی جو یہ سمجھ بیٹھا تھا کہ وہ اسکی وجہ سے جارہی تھی۔

For more visit (exponovels.com)

"ویسے ہیری بھائی کدھر جانے کا ارادہ ہے؟" شہیر نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ناردرن ایریاز۔ "اس نے مختصر اُبتایا۔

"بھائی آپ کو ایک کام کہا تھا، بھول گئے کیا؟ "اچانک عمیر سرگوشی کے انداز میں کہتا ہوا اسکی طرف جھکا تو اس نے نجانے کیا اسکے کان میں پھونکا کہ اسکی آنکھیں چمکنے لگیں جبکہ ان تینوں کے اس گٹھ جوڑ کو تکتی وہ پرسوچ انداز میں اٹھی تو ایک دم سے چکرا گئی۔

"کیا ہوا؟ "اماں نے پریشان ہوتے ہوئے اسے تھام کے دوبارہ نیچے بٹھایا۔

"کچھ نہیں سر میں درد ہے شاید۔ "وہ سر جھٹکتی ہوئی مدہم آواز میں بولی۔

"دوائی لی؟ "شہیر اور اماں ایک ساتھ بولے۔

"اوہوا بھی ہوا ہے ایسا اور دوائی پہلے ہی لیتی، ہو جاتا ہے ٹھیک۔ سر درد ہی ہے نا۔ "وہ جھنجھلا کر بولی کیونکہ اس بدتمیز شخص کی بے باک نظریں اسے ہی گھور رہی تھیں۔

"تم بیٹھو، میں سکنجبین بنا کے لاتی ہوں تمہارے لیے۔ "اماں کہتی ہوئی کچن کی طرف چل دیں تو وہ بھی اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چل دی کہ واپس جانے تک وہ کچھ دیر سو جائے۔

"او سوہنیو! اک واری نظر کرم اس طرف وی کر دیو۔ "عصر کی اذان کے بعد وہ واجد صاحب سے مل کے ادھر سے نکلے ابھی پکی سڑک تک بھی نہ پہنچے تھے کہ گاڑی ایک جھٹکے سے رک گئی تھی اور پھر حمیت کے ہزار کوشش کے باوجود بھی جب گاڑی سٹارٹ نہ ہوئی تو اس نے حویلی کال کر کے ڈرائیور کو گاڑی لانے کا بولا اور خود خوش بخت کو اشارہ کرتا ہوا باہر نکل کے چلنے لگا کیونکہ ایک جگہ بلاوجہ اتنی دیر تک کے بیٹھنا اسکی سرشت میں نہیں تھا۔

وہ ابھی پیدل چلتے ہوئے سڑک پہ چڑھنے ہی والے تھے کہ کنارے پہ بنی مختلف دکانوں کے پاس کھڑے لوفروں کے ٹولے سے آواز آئی جس نے ان دونوں کے قدم سست سے کر دیے۔

"کہتی ہو تو ان پھول جیسے پیروں تلے ہاتھ بچھا کر گھر چھوڑ آؤں۔ "اسکی مزید واہیات بکواس پہ حمیر کا چہرہ بڑی سرعت سے سرخ پڑا۔ وہ مٹھیاں بھینچتا ہوا وہیں رک گیا۔ وہ لوفر شاید اسے اکیلا سمجھ رہے تھے کیونکہ وہ حمیر کی سپیڈ کے باعث اس سے تین چار قدم پیچھے تھی۔

"چھوڑ کیا آؤں بلکہ تو آ میرے غریب خانے میں وہاں تجھے۔۔۔ "وہ بے باکی سے کہتا ساری حدیں پھلانگنے کو تھا جب وہ ضبط کھوتا ہوا پلٹا لیکن تب تک اس لوفر کا کالر خوش بخت کے ہاتھ میں تھا اور وہ دوسرے ہاتھ میں چپل پکڑے اسکی دھلائی کرنے میں مشغول تھی۔ اس کی ہائے وائے بتا رہی تھی کہ دھلائی کس قدر شاندار ہو رہی ہے کیونکہ وہ بالکل اس چیز تو قع نہیں کر رہا تھا کہ نازک سی دکھنے والی لڑکی یوں مردمار قسم کی مار لگائے گی اسے۔

For more visit (exponovels.com)

"سالی تیری تو۔۔" اسکے ساتھ ہی جب خوشی بخت کی طرف بڑھے تو حمیر بجلی کی سی تیزی سے ان کی طرف لپکا اور انہیں اپنے مکوں اور ٹھڈوں کی زد میں رکھ لیا۔ وہ گلی کے لوفر لفنگے تھے کچھ ہی گھونسوں میں ڈھیر ہو گئے۔

"کیا ضرورت تھی تمہیں جھانسی کی رانی بننے کی بیچ سڑک پہ، میں ساتھ تھا نا۔" ان سے نپٹنے کے بعد جب وہ اسکا ہاتھ جکڑے وہاں سے چلا تو جھڑکنے والے انداز میں بولا تھا۔

"کیوں؟ تمہیں کیوں کہتی، میں نے چوڑیاں نہیں پہن رکھیں۔" وہ تنک کے بولی تو اس نے بے ساختہ اسکی کلائیوں کی طرف دیکھا جہاں ایک ہاتھ میں سوٹ سے میچنگ کانچ کی چوڑیاں جبکہ دوسری کلائی میں سونے کے طلائی کنگن موجود تھے۔ اسکی یوں جتانے والی نگاہوں پہ وہ بے ساختہ خجل ہوئی لیکن ظاہر کیے بنا اس سے کلائی چھڑواتی تیز تیز چلتی اس سے کچھ قدم آگے بڑھ گئی۔

"حمیر!" اسکی پھٹی پھٹی نگاہیں سامنے مرکوز تھیں جبکہ زبان پہ دو قدم کے فاصلے پہ ڈریسنگ کے سامنے کھڑے حمیر کا سر سراتا ہوا نام نکلا جو اس نے قطعی نہیں سنا کیونکہ وہ نیچے گھٹنوں کے بل بیٹھی نجانے کیا ڈھونڈ رہی تھی۔

"حمیر۔" اس نے اسکی جانب سرکتے ہوئے اسکی جینز کا پائنچہ ہاتھ سے کھینچتے ہوئے اسے پکارا جبکہ دوسرا ہاتھ سہارے کے لیے اسکی شرٹ کا کنارہ پکڑنے کے درپے تھا اور نگاہیں ہنوز ایک ہی نقطے پہ ٹکی ہوئی تھیں۔

"کیا کر رہی ہو؟ لیڈی ڈان یہ کوئی وقت ہے رومانس کا؟" وہ کف لنکس لگاتا ہوا جھنجھلا کر بولا لیکن اس نے دھیان دیے بغیر جینز پر کھنچاؤ بڑھاتے ہوئے اسکے نام کا ورد جاری رکھا۔

"حمیر!!!" اس نے جینز کو اتنے زور سے پکڑا ہوا تھا۔

"باندری! چھوڑو میرے کپڑے۔" وہ بھنا کے اسکی سمت پلٹا مگر وہ اسکی طرف متوجہ نہیں تھی۔

"حمیر! کاکروچ۔" وہ خوف سے ہکلاتی ہوئی بولی۔ وہ اپنی جگہ سے اچھلتا ہوا مڑا تو ان سے کچھ فاصلے پہ کاکروچ میاں پیر پسارے پڑے تھے۔

"حد ہے، تم اس سے ڈر کے میرے کپڑے کھینچ رہی تھیں؟" وہ سلگتا ہوا بولا اور اس کے ہاتھ سے خود کو چھڑوایا۔

"مار واسے۔" وہ خوف سے سفید پڑ رہی تھی جبکہ وہ حیرت سے اسے تک رہا تھا جو ہٹے کٹے لونڈوں کو مار لیتی تھی اور اس چھوٹے سے کیڑے سے ڈر رہی تھی۔

"مجھے مارنے کے لیے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں اور اس کاکروچ سے ڈر کر یوں زمین پہ پڑی ہو۔" وہ طنزیہ لہجے میں بولتا ہوا اسکے دماغ کی بتی جلانے لگا۔

For more visit (exponovels.com)

"شوق سے زمین پہ نہیں بیٹھی، تمہارے کف لنکس پیک کرتے ہوئے ہاتھ سے چھوٹ کے نیچے گرے اور یہ منحوس سامنے آگیا۔" تڑخ کر بولتے ہوئے آخر میں اسکی آواز روہانسی ہو گئی۔

"اور تم نے سوچا موقع اچھا ہے رومانس کا؟" اسکی طنزیہ آواز پہ اسکا دماغ بھک سے اڑا۔

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے گھٹیا آدمی۔۔۔" وہ جو اسکی بات پہ غرا کے بول رہی تھی، کاکروچ کو رینگتے ہوئے دیکھ کے اندوہناک چیخ مار کے اسکے پیچھے جا چھپی۔

"اس۔۔۔اس کو مارو پلیز، یہ آگے آرہا ہے۔" وہ اسکے کندھے کو جکڑے اسکی پشت پہ کھڑی گھٹی گھٹی آواز میں بولتی اسے ہنسنے پہ مجبور کر گئی لیکن اس نے فوراً سنجیدگی کا لبادہ اوڑھ لیا۔

"میں کیوں ماروں اسے، وہ بھی تمہارے کہنے پر؟ تم نے کبھی میری بات مانی ہے جو میں تمہارے کہنے پہ ایک بے زبان کیڑے کو ماروں؟" اسکی سنجیدگی و ہمدردی عود کر آئی۔

"مانتی ہوں تمہاری ہر بات، تم پلیز اسے ماردو۔ دیکھو قریب آرہا ہے وہ۔" وہ اسکی شرٹ کو مٹھیوں میں جکڑے گلوگیر آواز میں بولی لیکن وہ بے نیازی سے کھڑا رہا۔

"کیا میری بات مان کر تم ہنی مون پہ گئیں میرے ساتھ؟" اسکے نئے کھاتے کھل گئے تھے جو اسکے نزدیک ابھی سلجھانے ہی بہت ضروری تھے۔

"چل تو رہی ہوں تمہارے ساتھ اور کیا تمہارے ساتھ ایلفی چپکا کر جاؤں تو مانو گے۔" اسکا بس نہیں چل رہا تھا وہ اسکے سر پہ پتھروں کی بارش کر دے جو اسکی بے بسی کا مزہ لے رہا تھا۔

"چلو مان لیا کہ تم میرے ساتھ جا رہی ہو، کیا وہاں جا کہ تم میری ہر بات مانو گی؟" موقع کا فائدہ اٹھاتا یہ شخص اسے زہر لگ رہا تھا۔

"ہاں۔" اسکے لب سرسرائے جبکہ نگاہیں حمیر کے بائیں پیر سے چند انچ کے فاصلے پہ موجود کاکروچ پہ تھیں۔

"میں کیسے مان لوں کہ تم جو کہہ رہی ہو اس پہ قائم بھی رہو گی؟" کمینگی شاید اس پہ ختم تھی جو وہ بات بڑھائے جا رہا تھا۔

"کہا نا مانوں گی۔ اب کیا اسٹامپ پیپر پہ لکھواؤ گے، بد تمیز انسان۔" کاکروچ کے آگے بڑھنے پہ وہ اچھل کے اسکے پہلو کو دبوچتی سینٹیپیڈ کی مانند اس سے چمٹتی غصے سے بولتی اس کے کندھے پہ مکے مارنے لگی جبکہ اپنے پاؤں تلے اس بے زبان کیڑے کو مسلتا حمیر کھل کے ہنس دیا۔

"باندری! چھوڑ بھی دو میرا گلا، کاکروچ بیچارہ تو کب کا شہید ہو چکا۔ اب تو مجھے بھی یقین ہونے لگا ہے کہ تم اس معصوم کا بہانہ بنا کے مجھ سے رومانس بگاڑنا چاہتی ہو۔" اسکے بے باکی وڈھٹائی سے کہنے پہ وہ اچھل کے اس سے دور ہٹی اور اسے شرربار نگاہوں سے گھورا۔

For more visit (exponovels.com)

"تم سے رومانس کرتی ہے میری جوتی بلکہ میری جوتی کا بھی اسٹینڈرڈ اتنا لو نہیں۔" گردن اکڑا کے کہتی وہ اسے نخوت سے تکتی مڑنے لگی۔

"خوشی اکا کروچ۔" اسکا اتنا کہنا تھا کہ وہ پھر اسکے سینے سے آ لگی تو اسکا فلک شگاف قہقہہ اسے حقیقت سے آشنا کر کے دانت پیسنے پہ مجبور کر گیا۔

"انتہائی کوئی کمینے انسان ہو تم۔" وہ افسوس سے سر ہلاتی بولی۔

"شکریہ۔" بے نیازی سے کہتا ہوا وہ سیٹی پہ شوخ دھن بجاتا اسکے دل کو جلا کر راکھ کرتا باہر نکل گیا جبکہ وہ غصہ سے کھولتی ہوئی چیزیں سوٹ کیس میں پٹخنے لگی۔

"اُفف!" گلگت سیرینہ ہوٹل کا گیٹ عبور کرتے ہی ایک تیز رفتار لڑکی پوری قوت سے اس سے ٹکرائی تو وہ بلبلا اٹھی۔

"آر یو بلائنڈ؟" وہ جو کوئی بھی تھی بہت نزاکت سے سر سہلاتی اس سے بولی تو اسکا دماغ گھوم گیا۔

"جی کبھی تھی مگر اب تمہاری کی آنکھیں لگا کر گھوم رہی ہوں اسی لیے تم اب بغیر دیکھے ٹکرے مار رہی ہو۔" وہ بنا مروت کے کفن پھاڑ کے بولی تو حمیر کا اتنی خوشگوار ابتداء پہ دل کیا اپنا سر نوچ لے۔

"سٹاپ اٹ خوشی! اینڈ یو آلسو میڈم۔" سوری کرنا تو اس نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ اسی لیے دونوں کو وارن کرتا ہوا بولا تو بلونڈ بالوں والی وہ چڑیل مردانہ گھمبیر آواز سن کے سرعت سے پلٹی تو ایک پل کو گنگ سی رہ گئی۔ اتنی خوبصورتی، اتنی وجاہت اور سب سے بڑھ کے چہرے پہ چھایا نو لفٹ کا سائن بورڈ۔

"اوہائے آئم مشال چوہدری!" وہ اپنا نازک سرخ و سپید ہاتھ اسکے سامنے کرتی ہوئی یکسر بدلے ہوئے لہجے میں بولی تو خوشی کا منہ حیرت سے کھل گیا جسے دیکھتے ہوئے حمیر نے خوش اخلاقی کے ریکارڈ توڑتے اسکا ہاتھ مضبوطی سے تھاما۔

"حمیر مرزا۔" ان دونوں بچھڑے ہوئے پریمیوں کے ملاپ پہ دو حرف بھیجتی وہ اندر کی طرف بڑھ گئی اور ہونقوں کی طرح ادھر ادھر منہ اٹھا کر دیکھنے لگی۔

"یہ ہوٹل میرے یا تمہارے ابا کا نہیں ہے جہاں منہ اٹھا کے گھوم رہی ہو۔" اچانک کان کے پاس غراتی سرگوشی سن کے اس نے خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورا۔

For more visit (exponovels.com)

"یہ خیال تمہیں ہونا چاہیے تھا، گپیں لڑاتے ہوئے۔" ریسپشن کے قریب کھڑے وہ پھر سے چونچیں لڑانا شروع ہو چکے تھے۔ وہ اپنے اپنے محاذوں پہ ڈٹے ہوئے تھے جب ویٹر کی پکار پہ مڑے جو انہیں استفہامیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اسکی نگاہیں دیکھ کر وہ دونوں گڑبڑائے اور فوراً ریسیپشن سے اپنے روم کی چابیاں لیتے شرافت سے روم کی جانب چل دیے۔

"خوشی!" اس نے کوفت سے دو کمبلوں میں لپٹی خوش بخت کو تیسری دفعہ پکارا لیکن جواب اب کی بار بھی ندارد تھا۔

"باندری اٹھ بھی جاؤ، کیا نحوست پھیلا کے لیٹی ہو؟" وہ بھنا کے کہتا اسکے منہ پہ پڑے کمبل کو ہٹا گیا۔

"باندری ہو گی تمہاری کوئی ہوتی سوتی اور اب مجھے ڈسٹرب مت کرنا۔" وہ غصے سے بولی لیکن آواز کی کمزوری صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

"اٹھو نا کھانا کھالو، کھا کے مر جانا پھر۔" وہ بھی حساب چکاتا ہوا بولا۔

"مجھے نہیں کھانا، تم جاؤ میرے سر میں درد ہے۔" وہ چکراتے سر کو دباتی ہوئی نقاہت سے بولی۔

"یہ تمہارا بھوسے سے بھرا دماغ میرے اس ٹرپ کو خراب کرے گا۔" وہ جھلا کے بولا لیکن وہ منہ دوبارہ لپیٹ چکی تھی۔

"اٹھ جاؤ باندری ورنہ میں اس سنہری چڑیل، یہ شاہانہ الفاظ خوشی نے ہی مشال چوہدری کے بارے میں کہے تھے، کے ساتھ کھانے کے لیے چلا جاؤں گا۔" اس نے جتانے والے انداز میں کہا۔

"شوق سے جاؤ۔" کمبل کے اندر سے بے نیاز آواز ابھری تو اسکا خون ابلنے لگا۔

"تمہیں واقعی کوئی پروا نہیں کہ میں کسی کے ساتھ بھی چلا جاؤں؟" وہ نجانے کیا سننا چاہ رہا تھا۔

"کیا لکھ کے دے دوں؟" اسکی چڑچڑی آواز پہ اسکے جبڑے بھنچ سے گئے اور اس نے خود کو سو بار برا بھلا کہا کہ وہ کس سے امیدیں باندھ رہا تھا۔

"مر وا دھر ہی تم۔" اپنی روایتی شوہرانہ سوچ سمیت کمبل میں لپٹی خوشی پہ دو حرف بھیجتے وہ کلستا ہوا باہر نکل گیا جبکہ وہ اس سے بے پرواہ سونے کی کوشش کرنے لگی۔

اچھی خاصی لمبی نیند لینے کے بعد وہ فریش سی اٹھی اور شاور لینے کے بعد بھوک کے احساس نے اسے کمرے سے باہر نکلنے پہ مجبور کر دیا مگر جب باہر نکلنے کے بعد اسے کچھ سمجھ نہ آیا تو وہ اس لمحے کو کوسنے لگی جب اسنے حمیت کی آفر پہ انکار کیا تھا۔ ایک لمحے کو اس کا دل چاہا کہ وہ واپس پلٹ جائے لیکن پھر بھوک کے شدید احساس نے اسے آگے بڑھنے پہ مجبور کر دیا۔

For more visit (exponovels.com)

وہ ادھر ادھر دیکھتی ہوئی آگے چلتی جا رہی تھی جب اسکی آنکھیں ہوٹل کے سرسبز لان میں بچھی کرسیوں پہ نگاہ پڑتے ہی پھیل گئیں اور پھر ان آنکھوں میں شعلے سے ابلنے لگے جہاں اسکا نام نہاد شوہر اس سنہری چڑیل کے ساتھ بیٹھا قہوہ انجوائے کر رہا تھا۔ اسے یوں قہوے سے لطف اندوز ہوتے دیکھ کر اسکے پیٹ میں کودتے چوہے مزید دھما چوکڑی مچانے لگے اور وہ سلگتی ہوئی تیز تیز قدم اٹھاتی پتھریلی سیڑھیوں سے اترتی ہوئی لان کی طرف چل دی۔

"حمیر!" اس نے بلند آواز میں پکارا لیکن وہ جو اسے آتا دیکھ چکا تھا، مزے سے ان سنی کرتا قہوے کی چسکیاں بھرنے لگا۔

"وائے آر یو ڈسٹربنگ از؟" مشال چوہدری کی نخوت زدہ آواز پہ اسکی تیوری چڑھی۔

"آئم ناٹ ٹاکنگ ٹو یو، سو پلیز ڈونٹ انٹرپٹ می اینڈ لیٹ می ٹاک ٹو مائی ہزبینڈ۔" وہ اس سے زیادہ ترخ کر بولتی حمیر کو چونکا گئی جو اسکے لفظ ہزبینڈ پہ اچھنبے کا شکار تھا۔

"تم! تمہارا ہزبینڈ؟" اسکے انکشاف کی زد میں مشال چوہدری کے چہرے پہ زلزلوں سی کیفیت جبکہ آواز صدمے سے بھرپور تھی جو خوش بخت کو کوفت کا شکار کر گئی۔

"کیوں اب کیا تمہیں نکاح نامہ دکھانا پڑے گا؟" وہ آنکھیں گھما کے کہتی اکتاہٹ بھرے انداز میں کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ تم میرڈ ہو؟" اسکی توپوں کا رخ حمیر کی طرف ہوا جو پرسکون سا بیٹھا سابقہ مشغلے میں مصروف ہو چکا تھا۔

"تم نے پوچھا ہی نہیں ویسے بھی تم دن کو اسے میرے ساتھ دیکھ چکی ہو۔" اسکا سکون اور بے نیازی عروج پہ تھی۔

"بہت برے ہو تم، یو لائر اینڈ چیٹر۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں کہتی بھاگ گئی جبکہ حمیر بدمزہ ہو کے اسکی پشت کو دیکھنے لگا۔ اسے یوں بچگانہ ری ایکٹ کرنے والی لڑکیاں زہر لگتی تھیں۔

"میری ڈیٹ خراب کر دی تم نے۔ اب کون سا دورہ پڑا جو منہ اٹھا کے چلی آئی ہو۔" وہ اسکی طرف رخ کرتا منہ پھاڑ کے بولا تو اس نے تپ کے اسے دیکھا۔

"کوئی ڈیٹ نہیں خراب کی میں نے، ادھر ہی اسٹے ہے اس چھمک چھلو کا جا کے منا لو اسے۔" وہ ناک پر سے مکھی اڑاتی بے نیازی سے بولی تو اس نے نتھنے پھلا کے اسے دیکھا جو دلچسپی سے چاروں طرف دیکھتی دلکش نظاروں سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

"مجھے بھوک لگی ہے۔" اس نے اطلاع دینے والے انداز میں کہا۔

"تو؟" یک لفظی جواب کی بجائے سوال آیا۔

"تو یہ کہ میرا کھانا آرڈر کرو ورنہ میں دادو بیگم کو کال کر کے کہوں گی جنہوں نے تمہیں کہا تھا کہ تم میرا خیال رکھو گے۔" بلیک میلنگ کرتی وہ اسے بالی وڈ کے تھرڈ کلاس ولنز سے زیادہ بری لگی۔

For more visit (exponovels.com)

"تم نے اگر منہ بھی کھولا تو تم پہ کاکروچ چھوڑ دوں گا۔" وہ جواباً دھمکی دیتا ہوا بولا تو اس نے بے ساختہ حلق تر کیا۔

"کھانا کھانا ہے مجھے۔" شرافت سے بات پلٹتی وہ پہلے والے موضوع پہ آئی، اب کی بار اسکی صورت دیکھ کے اس نے ویٹر کو اشارہ کیا اور اس کے لیے کھانا آرڈر کرنے لگا جبکہ وہ دوبارہ سر دبانے لگی۔

"کیا مسئلہ ہے تمہارے سر کے ساتھ؟" خیریت پوچھنے کا ایسا مہذب طریقہ صرف دی ون اینڈ اونلی حمیر مرزا کا ہی ہو سکتا تھا۔

"پتہ نہیں چکر بہت آ رہے ہیں۔ آنکھوں کے سامنے اچانک اندھیرہ چھا جاتا ہے۔" وہ جھلا کر بولی کیونکہ گھومتے سر نے اسے چڑچڑا سا کر دیا۔

"کھانا کھاؤ ہو سکتا ہے بی پی کا ایشو ہو۔" وہ اب کے تھوڑی نرمی سے بولا تو وہ اثبات میں سر ہلاتی ٹرے لاتے ویٹر کو تکنے لگی جبکہ وہ اپنے موبائل میں بزی ہو چکا تھا۔

انہیں یہاں آئے تقریباً دو دن ہو چکے تھے اور ان دو دنوں میں اس نے سوائے ہوٹل گھومنے کے اسکے ساتھ کہیں بھی جانے کو ترجیح نہ دی تھی اور ابھی حویلی اور اماں کے گھر کال کرنے کے بعد وہ سیدھی ہو کے لیٹنے لگی ہی تھی جب روم سروس مشال چوہدری کا میسج حمیت مرزا کے نام پہنچانے آ گیا۔

"یہ مشال چوہدری کیوں تمہیں کھانے کے لیے بلا رہی ہے؟" روم سروس کے جاتے ہی اس نے ڈریسنگ کے سامنے کھڑے خود کو خوشبوؤں سے مہکاتے ہوئے حمیت سے کڑے تیوروں سے استفسار کیا۔

"دوست ہے وہ میری۔" اس نے پرفیوم کا بے دریغ استعمال کرتے ہوئے بے نیازی سے کہا تو وہ آنکھیں چھوٹی چھوٹی کرتی اسے گھورنے لگی۔

"یہ ایک دن کی دوستی دیکھ کر تو یوں لگ رہا ہے جیسے پاکستان کشمیر سے اتنی منتوں کے بعد ملا ہو۔" وہ جلتی بھنتی بولی، مطلب حد ہے یہاں اسکی طبیعت خراب ہے اور وہاں وہ اسکے ساتھ مزے کرنے جا رہا تھا۔

"کہہ سکتی ہو۔" دوسری جانب بے نیازی عروج پہ تھی تب ہی وہ بھی اپنی تفتیش پہ دو حرف بھیجتی واشروم میں گھس گئی کیونکہ وہ اسے کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتی تھی جبکہ وہ کلستا ہوا روم سے باہر نکل گیا۔

نلتر ویلی کے خوبصورت مناظر کو آنکھوں میں قید کرتی وہ اتنے دنوں سے خراب ہوئی طبیعت اور چکراتے سر کو فریش محسوس کر رہی تھی کیونکہ آج خوش قسمتی سے حمیر کی محبوب دوست اس وقت اس کے ہمراہ نہیں تھی ورنہ جب سے وہ آئے تھے وہ جونک کی طرح

For more visit (exponovels.com)

حمیر سے چمٹی ہوئی تھی،اسکے التفات دیکھ کے اکثر وہ سوچتی تھی کہ اس دن اسکے میرڈ ہونے کا سن کے اتنا اوورری ایکٹ پھر کیوں کیا جب اسی کے آگے پیچھے پھرتا تھا۔

"تم ادھر ہی رکو میں یہ کال سن کے آتا ہوں۔" وہ جو اجنبیوں کی طرح اس سے فاصلے پہ ٹہلتی سوچوں میں مگن تھی اسکی آواز پہ چونکی اور پھر گہری سانس بھرتی رخ موڑ گئی۔

"مجھے ایسے انفارم کر کے گیا ہے جیسے پہلے بانہوں میں بانہیں ڈالے ٹہل رہا تھا۔" اسکے منظر سے ہٹتے ہی وہ کلس کے بڑبڑائی اور پھر اپنے ہی الفاظ پہ جھر جھری سی لیتی لاحول ولا قوۃ پڑھنے لگی۔

"میں اسکی ملازمہ ہوں نا جو اسکے حکم پہ یہیں کھڑی ہو کے اس کا انتظار کروں۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی ایک نظر اس کی جانب پشت کر کے فاصلے پہ کھڑے حمیر پہ ڈالی اور قدم سامنے کی جانب بڑھا دیے پھر وہ قدرت کے حسین مناظر میں اتنی کھوئی کہ ویلی کی حدود سے نکلتی وہ بہت آگے نکل گئی ہوش تو اسے تب آیا جب گھنے جنگلوں اور کھائیوں کو دیکھا اور تب اسے ایک جھٹکا لگا۔ اس نے مڑ کے بے اختیار اسے ڈھونڈنے کی کوشش کی لیکن وہ ہوتا تو ملتا نا، اس نے قدم واپسی کی جانب موڑے جب اگلے ہی لمحے وہ پوری جان سے ساکت ہوئی۔

"خوش بخت!" وہ فون کال بند کر کے مڑا اور سرشاری سے اسے پکارا لیکن اسے غائب پا کر وہ کافی متعجب ہوا۔

"یہ جیمز بانڈ کی ہمشیرہ کدھر چلی گئی ہے؟" وہ جل کے بڑبڑاتے ہوئے آگے بڑھا اور ادھر ادھر اسے تلاشنے لگا۔

"بولا بھی تھا اس باندری کو کہ یہاں سے ہلنا نہیں لیکن اسے سکون ہی نہیں ہے شاید۔" وہ کوفت سے بڑبڑاتا ہوا موبائل جینز کی جیب میں اڑستا اسے کوس رہا تھا مگر جب پوری ویلی میں وہ اسے نہ ملی تو اسکا دل کسی انہونی کے خیال سے دھڑکنے لگا، اگر اسے کوئی کھروںچ بھی آئی تو مرزا بیگم اور رمیشہ بیگم کی متوقع جرح نے اسے ابھی سے ہی الرٹ کر دیا۔

وہ جلدی سے تیز تیز مضبوط قدم اٹھاتا ہوا ویلی کی حدود سے آگے نکلا اور پھر گھنٹہ بھر مزید چلنے کے بعد سامنے دکھائی دیتے منظر نے اسکا دماغ بھک سے اڑا دیا۔

"پاگل ہو تم یا اپنے آپ کو بہت بڑی توپ سمجھتی ہو تم، ہاں؟" سیرینہ گلگت ہوٹل کے اس پرتعیش روم میں اسکی غیض وغضب سے بھرپور آواز گونج رہی تھی جب کہ کھنچے ہوئے تاثرات سے بھرپور چہرہ پر ہلکی سی شرمندگی کے آثار لیے وہ بیٹھی اسکی باتیں سن رہی تھی۔

For more visit (exponovels.com)

"یہ تمہارا وہ محلہ نہیں ہے جہاں تم گلی میں پھرنے والے لونڈوں کی دھلائی کر کے خود کو جھانسی کی رانی سمجھ بیٹھو گی۔ یہاں بڑے بڑے مگر مچھ ہر موڑ پہ منہ پھاڑے بیٹھے ہیں جن کے لیے تمہیں مسلنا بالکل بھی مشکل نہیں۔" اسکی آواز بتدریج غصے سے بلند ہوتی جا رہی تھی جبکہ اسکی آخری بات پہ خوش بخت کے اندر کا غنڈہ پوری قوت سے جاگا۔

"ایسی بات بھی نہیں اب وہ میں تو۔۔۔" وہ ان کی شان میں کچھ کہنے کو تھی جب وہ تندی سے اسکی بات کاٹتا ہوا دھاڑا۔

"کیا تم ہاں؟ منع کیا تھا نا میں نے تمہیں کہ وہاں سے ہلنا بھی مت تو کیوں گئی تم بولو۔" اسکی آنکھوں سے وہ منظر جا ہی نہیں رہا تھا جب اس نے خوش بخت کو چار پانچ ہوش سے بیگانہ لڑکوں کے گھیرے میں دیکھا تھا اور یہی خیال اسے سلگا رہا تھا۔

"کیوں مانتی میں تمہاری بات اور کیوں وہیں کھڑے ہو کے تمہیں فلرٹ کرتے ہوئے دیکھتی رہتی، تمہاری پابند نہیں ہوں میں کہ تمہیں عیاشیاں کرتے ہوئے خاموشی سے دیکھتے ہوئے خود کو پابند کروں۔" وہ بدلحاظی سے چیخی۔ اسکا چہرہ بری طرح سے سرخ پڑا۔

"بکواس بند کرو اپنی، کون سی عیاشیاں کرتے ہوئے دیکھا ہے تم نے مجھے ہاں؟" وہ اسکے دونوں بازو اپنی جارحانہ گرفت میں بری طرح سے جکڑتا ہوا بولا تو وہ مچلی۔

"تم جانتے ہو کہ کیسی عیاشیاں اور یہ سب کرتے ہوئے تم مجھے پابند۔۔۔" بے انتہا درد کے باوجود اس نے مضبوطی سے اپنی بات کہنی چاہی جب وہ درشتگی سے دھاڑا۔

"سٹاپ دس آل، پابند ہو تم میری۔ تمہاری ہر موومنٹ پابند ہے میری ایک سال تک، یہاں تمہیں میں لے کے آیا ہوں اور یہاں تم وہ کرو گی جو میں چاہوں گا۔ اپنی حدود کو مت بھولو خوش بخت بیگم۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا اور اب اگر کہیں بھی مجھ سے پوچھے بغیر گئیں تو ٹانگیں کاٹ کے رکھ دوں گا تمہاری۔" وہ کچھ ہی پلوں میں اسکی ذات دو کوڑی کا کر تا اسے جھٹکے سے بیڈ پہ پھینکتا ہوا باہر نکل گیا جبکہ وہ ششدر سی بند دروازے کو دیکھتی رہ گئی۔

وہ کہتی ہے سنو جاناں، محبت موم کا گھر ہے
تپش یہ بدگمانی کی کہیں پگھلا نہ دے اس کو
میں کہتا ہوں کے جس دل میں ذرا بھی بدگمانی ہو
وہاں کچھ اور ہو تو ہو موحبت ہو نہیں سکتی
وہ کہتی ہے سدا ایسے ہی کیا تم مجھ کو چاہو گے
کہ میں اس میں کمی کوئی گنوارہ کر نہیں سکتی

For more visit (exponovels.com)

میں کہتا ہوں محبّت کیا ہے یہ تم نے سکھایا ہے
مجھے تم سے محبّت کے سوا کچھ بھی نہیں آتا
وہ کہتی ہے جدائی سے بہت ڈرتا ہے میرا دل
کہ خود کو تم سے ہٹ کر دیکھنا ممکن نہیں ہے اب
میں کہتا ہوں یہی خدشے بہت مجھ کو ستاتے ہیں
مگر سچ ہے محبّت میں جدائی ساتھ چلتی ہے
وہ کہتی ہے بتاؤ کیا میرے بن جی سکو گے تم
میری باتیں، میری یادیں، میری آنکھیں بھلا دو گے
میں کہتا ہوں کبھی اس بات پر سوچا نہیں میں نے
مگر اک پل کو بھی سوچوں تو یہ سانسیں رکنے لگتی ہیں
وہ کہتی ہے تمہیں مجھ سے محبّت اس قدر کیوں ہے
کہ میں اک عام سی لڑکی تمہیں کیوں خاص لگتی ہوں
میں کہتا ہوں کبھی خود کو میری آنکھوں سے تم دیکھو
میری دیوانگی کیوں ہے یہ خود ہی جان جاؤ گی
وہ کہتی ہے کہ مجھے وارفتگی سے دیکھتے کیوں ہو
کہ میں خود کو بہت ہی قیمتی محسوس کرتی ہوں
میں کہتا ہوں متاعِ جاں بہت انمول ہوتی ہے
تمہیں جب دیکھتا ہوں زندگی محسوس کرتا ہوں
وہ کہتی ہے مجھے الفاظ کے جگنو نہیں ملتے
کہ تمہیں بتا سکوں میرے دل میں کتنی محبت ہے
میں کہتا ہوں محبت تو نگاہوں سے جھلکتی ہے
تمہاری خاموشی مجھ سے تمہاری بات کرتی ہے
وو کہتی ہے بتاؤنہ کیسے کھونے سے ڈرتے ہو

For more visit (exponovels.com)

بتاؤ کون ہے وہ جسے یہ موسم بلاتے ہیں

میں کہتا ہوں یہ میری شاعری ہے آئینہ دل کا

ذرا دیکھو، بتاؤ کیا تمہیں اس میں نظر آیا

وہ کہتی ہے کہ، بہت باتیں بناتے ہو

مگر سچ ہے یہ باتیں بہت ہی شاد رکھتی ہیں

میں کہتا ہوں یہ سب باتیں، یہ فسانے اک بہانہ ہیں

کہ کچھ پل زندگانی کے تمھارے ساتھ کٹ جائیں

پھر اس کے بعد خاموشی کا دلکش رقص ہوتا ہے

نگاہیں بولتی ہیں اور لب خاموش رہتے ہیں

"مجھے واپس جانا ہے۔" ملگجے سے براؤن رنگ کے سوٹ میں بالوں کا جوڑا بنائے وہ خشک آواز میں بولی تو لیٹنے کے لیے تکیہ سیٹ کر کے رکھتا ہوا احمیر اسے خشمگیں نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"ابھی میرا موڈ نہیں۔" وہ جو آج کی خواری کی وجہ سے واپسی کا پلان بنا چکا تھا اسکی بات پہ وہ فوراً پلان بدلتا ہوا بے نیازی سے بولا۔

"مجھے تمہارے موڈ سے نہیں چلنا اور تم نے شادی جس وجہ سے کی ہے صرف اسی وجہ تک رہو، میری زندگی پہ حق جتانے کی کوشش مت کرو۔" وہ خشک لہجے میں بولی۔

"تو جو وجہ ہے وہ تو جیسے تمہارے وجود اور زندگی کے بغیر سرانجام ہو جائے گی۔" وہ استہزائیہ انداز میں بولا تو اسکا چہرہ ہتک احساس سے سرخ پڑ گیا۔

"اپنی بے ہودگی بند رکھو اور مجھے کمزور سمجھنے کی کوشش مت کرو کہ میری خاموشی فقط اماں بیگم کی وجہ سے ہے۔" وہ اسکی غلط فہمیاں پانی میں ملاتی ہوئی بولی کہ اگر اسے اماں اور ابا کے علاوہ مرزا بیگم کا خیال نہ ہوتا تو وہ سارے کانٹریکٹ اسکے منہ مارتی کب کی جا چکی ہوتی۔

"تم نے جو پہاڑ توڑنے ہیں توڑ لو، واپسی تو کل نہیں ہو گی۔" وہ مذاق اڑانے لہجے میں بولا تو وہ سلگتی نگاہوں سے اسے دیکھتی جھٹکے سے اپنا موبائل اٹھا کے ڈریسنگ روم کی جانب چل دی جبکہ وہ پر سکون سا سونے کے لیے لیٹ گیا۔

وہ پر مسرت سی بھاگتے دوڑتے مناظر کو دیکھ رہی تھی جبکہ اسکے پہلو میں بیٹھا احمیر جلتے انگاروں پہ بیٹھا ہوا تھا، اسے یقین واثق تھا کہ اگر ڈرائیور گاڑی میں موجود نہ ہوتا تو وہ یہیں پھٹ پڑتا کیونکہ رات کو خوش بخت نے روتے ہوئے مرزا بیگم کو کال کی کہ اسکی طبیعت سخت خراب ہے اور احمیر ڈرائیونگ کی وجہ سے واپس نہیں لے کے جا رہا تب اس کی زبردست بلیک میلنگ وایکٹنگ کی وجہ سے مرزا بیگم نے

For more visit (exponovels.com)

اسی وقت ڈرائیور کو روانہ کیا جو صبح حمیر کے فریش ہونے سے پہلے پہنچ گیا تھا اور مرزا بیگم کا پیغام اس تک پہنچایا۔ تب سے اب تک وہ بھینچے ہوئے جبڑوں کے ساتھ بیٹھا جل بھن رہا تھا۔ تقریباً عصر کا وقت ہونے والا تھا جب وہ لوگ مرزا حویلی پہنچے۔

"میری بچی!" جونہی اس نے قدم گاڑی سے نکالا عائلہ بیگم والہانہ انداز میں اس کی جانب لپکیں تو اسے یاد آیا کہ وہ تو بیمار ہے تو زبردستی کی نقاہت خود پہ طاری کر لی جبکہ اس کی اس اداکاری پہ وہ ضبط کے کڑوے گھونٹ بھر کے رہ گیا۔

"طبیعت کو کیا ہو گیا اچانک؟" ریشا بیگم اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"سر میں درد اور بخار ہو گیا تھا۔" آواز میں بھرپور نقاہت سموتے ہوئے اس نے کہا جبکہ حمیر وہیں سے سب سے ملتا ہوا ہارون کی جانب نکل چکا تھا۔

"چلیں پریشان مت ہوں، آج ریسٹ کریں کل انشاءاللہ ڈاکٹر کو چیک کروائیں گے۔" ریشہ بیگم نے پیار سے کہا تو وہ گھبراتی ہوئی سر ہلانے لگی۔

"بھابھی تصویریں بنائی آپ نے؟" دانیہ پرجوش انداز میں بولی تو وہ ہونق سی ہو کے اسے دیکھنے لگی۔

"تصویریں؟" اس نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔

"آپ کی اور بھائی کی تصویریں۔" اس نے وضاحتی انداز میں کہا تو اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا، ان میں کون سی محبت ٹپک رہی تھی جو وہ تصویروں میں دکھاتے اور یہ بات بھی اس کے دماغ میں نہیں تھی کہ ایسا کوئی سوال بھی ہو گا۔

"تمہارے بھائی کے پاس ہیں۔" زبردستی کی مسکان ہونٹوں پہ سجاتے ہوئے اس نے اسے کہا۔

"بھابھی ہنی مون پہ مزا آیا؟ کون کون سی جگہ گھومی؟" عانیہ اسکے قریب کھسکتے ہوئے بولی تو عائلہ بیگم نے اسے گھور کے دیکھا۔

"اچھا رہا ہنی مون، حمیر کو ان کی کوئی دوست مل گئی تو وہ انہیں ٹائم دیتے رہے۔" اس نے سادگی سے کہتے ہوئے معصومیت سے نگاہ سب پہ ڈالی تو سب لمحہ بھر کو چپ رہ گئے اور پھر اس نے دیکھا کہ ریشہ بیگم کے ملاحت سے بھرپور چہرے پہ ناگواری پھیلنے لگی جو اس کے لیے مسرت کا باعث تھی۔

"کون سی دوست تھی؟" منزہ بیگم نے محتاط لہجے میں پوچھا۔

"کوئی مشال چوہدری تھی۔" سادگی اس پل خوش بخت کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی تھی۔

"چلیں چھوڑیں اس بات کو، عانیہ! بھابھی کو روم میں چھوڑ کے آئیں تا کہ یہ فریش ہو سکیں پھر کھانا کھاتے ہیں۔" عائلہ بیگم نے ماحول میں تناؤ محسوس کرتے بات رفع دفع کرتے ہوئے عانیہ سے کہا تو خوشی سعادت مندی سے اٹھ کھڑی ہوئی کہ اس سے زیادہ اداکاری وہ نہیں کر سکتی تھی۔

For more visit (exponovels.com)

"یہ مشال چوہدری کون ہے؟" وہ تقریباً گیارہ بجے رات کو واپس آیا تھا جب اس کے لیے کھانا گرم کرتیں رمیشہ بیگم نے سنجیدگی سے پوچھا تو پانی پیتے ہوئے اس کے حلق میں اٹکنے لگا۔

"کون مشال؟" اس نے ایک نظر انہیں دیکھا جو ٹیبل پہ کھانا سجا رہی تھیں۔ ملازموں کو رات نو بجے کوارٹرز بھیج دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد اگر کوئی کام کرنا ہو تو گھر کی خواتین خود کام کیا کرتیں تھیں اور ویسے بھی کچن کا کام سب خود ہی کرتیں تھیں۔

"آپ کی کوئی بچھڑی دوست، جسے آپ نے اپنے ہنی مون کے دوران ہی وقت دینا تھا۔" وہ تیکھے انداز میں بولیں تو اسکا دل چاہا وہ اس فساد کی جڑ کو واپس گلگت کی گہری کھائیوں میں پھینک آئے۔

"ایسی بات نہیں ہے، ہنی مون کا مطلب یہ تو نہیں کہ کسی سے ملنا چھوڑ دوں۔" اس نے بگڑے انداز میں کہا۔

"آپ کی بات ٹھیک ہے مگر بیٹا دھیان رکھیے، لڑکیوں کے دل نازک ہوتے ہیں۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتیں محسوس کرتی ہیں۔" انہوں نے جب اسکے لہجے میں بگاڑ محسوس کیا تو نرم لہجے میں اسے سمجھانے لگیں۔ اس دل چاہا کہ وہ انہیں بتائے کہ جس لڑکی کی وہ بات کر رہی ہیں اس کے پاس دل ہی نہیں اور اگر ہے بھی تو ایسی نزاکتوں سے بالاتر ہے۔ بگڑے تیوروں کے ساتھ اس نے چند لقمے زہر مار کیے اور پھر کافی کا مگ پکڑ کر کمرے کی طرف چل دیا۔

"کیا کہا ہے تم نے ماما سے؟" وہ غصہ سے بھرا کمرے میں آیا تو اسے پر سکون نیند لیتے دیکھ کر دل کو پتنگے لگ گئے۔ اس نے کافی کا مگ ٹیبل پہ پٹختے ہوئے آگے بڑھ کے زور سے کمفرٹر اس پر سے کھینچا۔ اسے جھنجھوڑتے ہوئے اٹھا کر بٹھاتے ہی سوال داغا۔

"کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟" کچی نیند سے جگانے کے باعث وہ تپ اٹھی۔

"تمہارے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟ کیوں زندگی عذاب بنا رکھی ہے میری؟ کیوں بتایا تم نے ماما کو مشال کے بارے میں جب تمہیں مجھ سے کوئی واسطہ ہی نہیں رکھنا؟" وہ بول نہیں بلکہ چیخ رہا تھا۔

"اگر تم میرے سامنے آ کے مجھ پہ حق جتانا چھوڑ دو تو شاید میں بھی تمہارے کسی مسئلے میں دخل اندازی نہ کروں مگر یہ بات جان لو ہر عمل کا ایک رد عمل بھی ہوتا ہے۔" وہ پر سکون مگر سنجیدہ انداز میں بولی۔

"واپس آنے کے لیے کیوں ناٹک کیا تم نے؟" وہ اچانک اس کا بازو زور سے دبوچتے ہوئے غصے سے بولا تو اس نے گہرا سانس بھرا کہ اصل مسئلہ ہی یہی تھا کہ اسکی ایگو ہرٹ ہوئی تھی۔

For more visit (exponovels.com)

"کیونکہ مجھے ادھر نہیں رہنا تھا جہاں تم مجھے قید کر کے خود دوسری لڑکیوں کی بانہوں کا مزہ لیتے نظارے انجوائے کرو۔" وہ کلستے ہوئے بولی تو اچانک حمیر کے شعلے اگلتے دل پہ جیسے کسی نے ٹھنڈے چھینٹے ڈالے ہوں۔

"تو تمہیں اس بات سے فرق پڑتا ہے کہ میں کسی کی بانہوں کے مزے لوں؟" وہ اچانک دل جلاتی مسکان ہونٹوں پہ سجائے دو قدم اس کے نزدیک ہوا تو اس نے کوفت سے آنکھیں گھمائیں۔

"خوش فہمی کا کوئی علاج نہیں۔" وہ بازو چھڑاتی لاپرواہی سے بولی۔

"تم خود اعتمادی بھی کہہ سکتی ہو۔" وہ اب مکمل طور پر پر سکون سا اسے زچ کرنے کی تیاریوں میں تھا مگر وہ نظر انداز کرتی ہوئی بیڈ کی سمت چل دی کہ اس کے لیے نیند زیادہ اہم تھی۔

"کل مشال چوہدری نے انوائٹ کیا ہے ہمیں اپنے گھر۔" اس نے جان بوجھ کے شرلی چھوڑی تو وہ جو کمفرٹر منہ پر لے رہی تھی، ایک جھٹکے سے اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"میری جانب سے صاف انکار ہے، میں بالکل نہیں جاؤں گی اس سنہری چڑیل کے گھر جسے چپکنے کے علاوہ کوئی کام نہیں۔" وہ نتھنے پھلا کے بولی کہ اس نے گھر میں ایسا ماحول دیکھا ہی نہیں تھا جبکہ مووی وہ دیکھتی نہیں تھی مگر جب سے یہ بندہ اسکی زندگی میں آیا تھا اس نے بے باکی کے ہر نظارے کو اپنی گناہگار آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔

"ماں لو خوشی بیگم کہ تم میری دوستوں سے جیلس ہوتی ہو۔" وہ بتیس دانتوں کی نمائش کرتا اسے کڑوے کریلے کی یاد دلا گیا۔

"بیگم ہو گی تمہاری ہوتی سوتی، اب اپنا یہ طبل خدا کے لیے بند رکھنا۔ نجانے کس گناہ کی سزا ہو تم میرے لیے۔" وہ ہاتھ جوڑنے والے انداز میں جان چھڑاتی بولی۔

"چچ چچ۔۔۔ اتنے گناہ کیے ہیں کہ گنتی بھی یاد نہیں، یہ بھی ہو سکتا کہ جو کوئی ایک آدھ ثواب کمایا ہو میں اسی کا صلہ ہوں۔" وہ کافی کے مزے لیتا اسے جلانے کی کسر پوری کر رہا تھا جبکہ وہ تکیہ کانوں پہ رکھتی اگلے چار سے سات منٹوں میں گہری نیند میں کھو چکی تھی جبکہ وہ مزے سے مسکراتا نجانے کیا سوچے جا رہا تھا۔

"اماں بیگم! میرا ایک دوست ہے فاروق لغاری وہ اپنے بیٹے عرشان لغاری کا غانیہ کے لیے رشتہ لے کر آنا چاہ رہا ہے، اگر آپ کی اجازت ہو تو انہیں بلا لیا جائے؟" اگلی صبح لڑکیوں کے کالج جانے کے بعد اسد مرزا نے مرزا بیگم کو مخاطب کرتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔

"یہ فاروق وہی ہے نا جن کا امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس ہے؟" خوش بخت اماں بیگم کو حیرانگی سے دیکھ رہی تھی کہ وہ بہت اپ ٹو ڈیٹ رہتے ہوئے بہت سی چیزوں کے بارے میں علم رکھتی تھیں جبکہ اسے خود امپورٹ ایکسپورٹ کے بزنس کا علم ہی نہیں تھا۔

For more visit (exponovels.com)

"جی وہی ہیں، عرشان بھی فاروق کے ساتھ وہی بزنس سنبھالتا ہے۔"انہوں نے تائید کرتے ہوئے کہا تو ان کے چہرے پہ سوچ کی لکیریں چھا گئیں۔

"آپ کیا کہتی ہیں بہو بیگم؟"انہوں نے دونوں بہوؤں کی جانب دیکھا۔

"اماں بیگم آپ کو بہتر لگتا ہے تو ضرور بلوائیے کیونکہ جہاں بیری ہو وہاں پتھر تو آتے ہیں۔"ربیشہ بیگم نے متانت سے کہا تو عائلہ بیگم نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

"اچھا بیٹا آپ بلا لیجیے پرسوں دن کے کھانے پہ انہیں، آج خوش بخت بہو گھر جا رہی ہیں اور کل ادھر ہی رکیں گی اس لیے پرسوں ان کی موجودگی میں ہی مہمانوں کی بلائیے گا۔"مرزا بیگم نے پروقار انداز میں کہا تو اسد صاحب نے سر اثبات میں ہلا دیا جب ہی سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے وہ خوشبوئیں بکھیرتا ڈائننگ ہال میں داخل ہوا۔

"مارننگ ڈارلنگ۔"بڑے دلار کے ساتھ ان کے رخسار چومتے ہوئے وہ بولا تو خوشی منہ بنا اٹھی اس محبت کے مظاہرے پہ۔

"پیچھے ہٹیں، یہ کیا انگریزوں کی طرح صبح صبح شروع ہو جاتے ہیں آپ۔"وہ اسے یوں مارننگ کہنے پہ سخت نالاں رہتی تھیں۔

"دادو بیگم! کبھی پیار سے بھی بات کر لیا کریں، آپ پہ بھی دشمنوں کی صحبت کا اثر ہو رہا ہے۔"سلائس پہ بٹر لگاتے ہوئے اس نے ایک اچٹتی نگاہ بلیو لباس میں نکھری نکھری خوشی پہ ڈالتے ہوئے جملہ کسا تو سب اس کا جملہ سمجھتے ہوئے بمشکل اپنی مسکراہٹ پہ قابو پا سکے۔

"ہم پہ کسی کی صحبت کا اثر نہیں ہوتا، آپ اپنی عادات بدلیے۔"انہوں نے تادیبی انداز میں کہا تو اس نے لاپرواہی سے سر جھٹکا۔

"اتنی فرمائشیں آپ کی میں پوری نہیں کر سکتا، پہلے ہی آپ کو خوش کرنے کے چکر میں زندگی کی آزادی داؤ پہ لگا رکھی ہے۔"وہ الفاظ کے چناؤ میں بہت فراخ دلی کا مظاہرہ کرتا تھا اور ایسا کرتے ہوئے وہ سامنے بیٹھے انسان کے احساسات کی رتی برابر بھی پرواہ کرنا گوارا نہ کرتا تھا۔

"بہت احسان ہے آپ کا۔"مرزا بیگم نے گہرے ضبط سے کہا جبکہ ربیشہ بیگم اور سعود صاحب شرمندگی و شرمساری سے اماں بیگم کو دیکھنے کے بعد اسے گھورنے لگے جو لاپرواہی سے ناشتہ کرنے میں مصروف تھا جبکہ وہ اپنی جگہ چور سی ہو کے رہ گئی تھی۔

"جہاں اتنے احسان کیے ہیں وہاں ذرا ایک اور کریں اور آج خوش بخت کے ساتھ اپنے سسرال سے ہو آئیں۔"مرزا بیگم کا طنزیہ لہجہ اس بے پرواہ کو اچھا خاصا خجل کر گیا۔ اس نے ایک گھورتی نگاہ خوشی پہ ڈالی گویا سارا قصور اسی کا ہو اور پھر بہت آرام سے سر ہلاتا نیپکن سے منہ صاف کر کے خدا حافظ کہتا باہر نکل گیا جبکہ اسکا بریف کیس پکڑے ملازم اسکے پیچھے تیز تیز چل رہا تھا۔

"خوشی بیٹا! حمیر کو سی آف کرنے خود جایا کریں۔"مرزا بیگم کے سعود و اسد صاحب کے اٹھتے ہی اسے تاکید کی۔

For more visit (exponovels.com)

"جی بہتر۔"اس نے آہستہ سے کہا اور پھر اٹھتے ہوئے ربیشہ بیگم کی مدد کروانے لگی۔

تم پہ مرتے ہیں
ہم مر جائیں گے
یہ سب کہتے ہیں
ہم کر جائیں گے
چٹکی بھر سندور سے تم
اب یہ مانگ زرا بھر دو
کل کیا ہو کس نے دیکھا
سب کچھ آج ابھی کر دو
ہونہ ہو سب راضی
دل راضی رب راضی
پاس آؤ گلے سے لگا لو

"تم یہ واہیات گانے بند نہیں کر سکتے؟" جب بار بار یہی سونگ ریوائنڈ ہوا تو وہ ضبط کھوتی جھنجھلا اٹھی۔

"کیوں یہ سانگ سن کے تمہارے جذبات مچل رہے ہیں؟" اس کے بے شرمی سے کہنے پہ اسکے رخسار نا چاہتے ہوئے بھی تپ اٹھے۔

"فضول بکواس بند رکھو اپنی، میرے جذبات تمہارے جذبات کی طرح اتنے اتھرے نہیں ہیں۔" وہ گہرے طنزیہ انداز میں وار کرتی ہوئی بولی۔

"اور یہ تمہاری مجبوری ہے کہ ان اتھرے جذبات کو برداشت کرنا پڑتا ہے تمہیں۔" اس نے معنی خیز لہجے میں بے باکی سے کہا تو اس کا چہرہ فطری حجاب کے باعث سرخ رنگ ہونے لگا۔

"تم! تم!!! انتہائی واہیات انسان ہو۔" وہ مٹھیاں بھینچتی شرم اور غصے کی ملی جلی کیفیت میں بولی تو اس نے بائیں آنکھ زور سے دباتے ہوئے ہانک لگائی۔

پاس آؤ گلے سے لگا لو...

وہ جانتی تھی کہ اگر وہ رد عمل دکھائے گی تو وہ زیادہ زچ کرے گا۔ اس لیے وہ سرخ چہرہ مکمل ونڈو کی جانب موڑتی ہوئی خود کو بے نیاز ظاہر کرتی بیٹھ گئی لیکن اس کے مسلسل ایک ہی فقرے کی گردان نے اسکی دھڑکنوں کو چار سو کی سپیڈ پہ دوڑائے رکھا اور یہ بات وہ بخوبی

For more visit (exponovels.com)

جانتا تھا تب ہی وہ پورا رستہ اسے یونہی ستاتے ہوئے اپنے پچھلے دو دنوں کی کوفت و بیزاری کا بدلہ لے رہا تھا۔ یہ جانے بغیر کے دونوں کی یہ بدلہ لینے والی روش انہیں کس مقام تک لے جائے گی۔

ہم کو ہم ہی سے چرا لو
دل میں کہیں تم چھپالو
ہم اکیلے کھو نہ جائیں
دور تم سے ہو نہ جائیں
پاس آؤ گلے سے لگالو
پاس آؤ گلے سے لگالو

"دیدوں کا پانی لگتا ہے ذرا ختم ہو گیا ہے اور اس موئے مون سون سے آنے کے بعد شرم بھی کہیں بیچ کھائی ہے۔بی بی تین تین بھائی ہیں تمہارے گھر میں۔" وہ جو پورا رستہ ان ہی لفظوں کو سنتی آئی تھی اس کی زبان پہ بھی یہی الفاظ بار بار آ رہے تھے جو اس کے قریب بیٹھ کے سبزی بناتی قدسیہ بیگم کی سماعتوں کی نظر ہوئے تو وہ اسے دو ہتھڑ رسید کرتی شروع ہو چکی تھیں۔وہ حیرت سے انھیں دیکھنے لگی کہ ہوا کیا؟؟

"شرم نہیں آتی بھائیوں کے ہوتے ہوئے میاں کو بار بار گلے سے لگانے کا بلاوا دیتے ہوئے،بی بی اتنا ہی گلے سے لگنے لگانے کا دل تھا تو گھر سے نہ نکلتی،ہم سے تب مل لیتی جب دل گلے لگانے سے بھر جاتا۔" وہ جو شروع ہوئیں تو اسکے کانوں سے دھواں نکلنے لگا،وہ بار بار ہاتھ ہلاتی کچھ بولنے کی سعی کرتی لب کھولتی مگر وہ سنتیں تب نا؟اچانک کسی خیال کے تحت اس نے ہلکی سی گردن گھمائی تو اسکا دل چاہا وہ زمین میں کہیں غائب ہو جائے کیونکہ اسکے کمرے کے دروازے کی چوکھٹ پہ کھڑا احمیر ہنسی روکنے کی ناکام کوشش میں سرخ ہوا جا رہا تھا۔

جاری ہے

For more visit (exponovels.com)

ہمساز میرے

از حوریہ ملک

قسط 8

اس کا چہرہ سبکی کے احساس سے سرخ پڑنے لگا۔

"بس کر دیں اماں پلیز۔" اس نے نان سٹاپ بولتی اماں کے سامنے ہاتھ باندھتے ہوئے کہا کہ اس شخص کی نگاہیں اسے بہت بری لگ رہی تھیں۔

"ہاں تم لوگ کھلے عام کچھ بھی کہتے رہو، بس اماں نہ کچھ بولے۔" اماں الٹا شاکی لہجے میں جھاڑتی ہوئی اٹھ کے کچن کی جانب چل دیں جبکہ وہ خود پہ قابو پاتی ہوئی اٹھی کیونکہ وہ اس کے سامنے اپنی کمزوری ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟" وہ اماں ابا کے کمرے کی طرف جا رہی تھی جب مڑے سے کھڑے حمیر اس کا بازو کھینچتے ہوئے اسے اس کے سٹور نما کمرے میں لے گیا۔

"میں کچھ بھی تو نہیں کر رہا سوائے گلے لگانے کے کیونکہ تمہاری اماں نے ہی تو اجازت دی ہے مجھے۔" وہ بے شرمی سے کہتا ہوا اسے اپنے سینے سے لگا گیا۔

"کیا کر رہے ہو؟ چھوڑو مجھے۔" وہ خفت کا شکار ہوتی ہوئی بولی۔

"اونہوں، اتنے زور زور سے بول رہی تھی تم، مجھے پہلے بتا دیتی ہم گھر سے نکلتے ہی نا۔" وہ بے شرمی کے ریکارڈ توڑتا ہوا کھلتی مسکان کے ساتھ بولا۔ اس کا چہرہ شرم اور غصے سے تپ اٹھا۔

"تم انتہائی گھٹیا انسان ہو، نجانے کہاں سے ڈگری لی ہے بے شرمی کی، چھوڑو مجھے۔" وہ غصے سے بولتی ہوئی خود کو چھڑانے کی بھرپور کوشش میں تھی۔

"تم سے شادی کے بعد بے شرمی کا ایک پرمٹ مل چکا ہے مجھے اس لیے تم کہہ سکتی کہ مجھے بے شرمی کی ڈگری دینے والی تم ہو۔" وہ تپانے والے انداز میں بولا۔

"چھوڑو مجھے حمیر!" وہ روہانسی ہونے لگی تھی کہ ہزار اختلاف کے باوجود اس کی قربت سے وہ پگھل جاتی تھی۔

For more visit (exponovels.com)

"نہیں، آنٹی نے کہا تھا کہ جب دل بھرے تب بس کرنا۔" وہ دل جلانے والے انداز میں بولتا ہوا اس کے رخسار شرارت سے چھوتا اسکا دل دھڑکا گیا۔

"حمیر چھوڑو مجھے۔" وہ زور سے خود کو چھڑانے کی کوشش کرتی پیچھے ہٹی تو بیڈ کے پاس پڑی تپائی چھوٹے سے الارم کلاک اور واز سمیت پیچھے کو الٹتی ہوئی ایک عجیب سا شور برپا کر گئی۔

"اوہ۔" اس نے بے اختیار مزاحمت چھوڑتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا اور وہی ہوا جس کا خدشہ تھا، باہر سے اماں کی آواز گونجی۔

"بخت! کیا ہوا؟ یہ کیسا شور تھا؟" ان کی اونچی آواز پہ اس نے کھا جانے والی نظروں سے حمیر کو دیکھا اور پھر دائیں ٹانگ اٹھاتے ہوئے اس کے پیٹ کا نشانہ لیا تو وہ بے اختیار کراہ اٹھا۔ اس پر گرفت پھر بھی نہ چھوڑی۔

"آہ باندری! یہ کیا ہے؟" وہ لب بھینچتے درد برداشت کرتا ہوا بولا جبکہ نگاہیں اس کے لال بھبھوکا چہرے پہ مرکوز تھیں۔

"چھوڑو مجھے ورنہ میں جان لے لوں گی۔" وہ دبے دبے لہجے میں چلائی جبکہ چہرے پہ مرنے مارنے والی کیفیت طاری تھی۔

"لو جان اگر ہمت ہے تو۔" اس نے اس کے بالوں کو جھٹکا دیتے ہوئے کہا تو وہ کراہ اٹھی۔

"میں تم۔۔" وہ غصے کی شدت سے دھاڑی۔

"ویسے دل تو ابھی بھرا نہیں لیکن باقی کی کسر رات میں پوری کر لیں گے۔" وہ اسے نرمی سے چھوڑتا ہوا آنکھ دباتا خباثت سے بولا تو اس کا دل چاہا کہ وہ اس کا منہ نوچ لے۔

وہ اسے ناپسند کرتا تھا تو اس قدر بے شرمی اور بے باکی سے پیش آتا تھا اور اپنی فرینڈز سے اس کی قربتوں کے نظارے کیسے ہوں گے۔ ہمیشہ کی طرح اس کا دل یہ سوچتے ہوئے برا ہونے لگا۔ وہ اسے پرے ہٹاتی بنا اسکی طرف دیکھے باہر نکل گئی جبکہ وہ ابھی تک مسکراتا ہوا وہیں کمرے کے بیچ و بیچ کھڑا تھا۔

"بھابھی! وہ ادھر اس طرف بھی بہت سارے ہیں۔" ہانیہ کی ہانک پہ جامن کے درخت پہ چڑھی خوش بخت نے بمشکل پاؤں جماتے ہوئے اس طرف ہاتھ بڑھائے جہاں ہانیہ اشارہ کر رہی تھی۔

For more visit (exponovels.com)

"جلدی دیکھ کے بتاؤ، میں تھک گئی ایسے کھڑے ہو ہو کے۔" جامن کے درخت پہ چڑھی وہ جھکے جھکے بولی تو سب نیچے سے دیکھتی ہوئی اسے بتاتی گئیں۔ وہ جلدی جلدی کچھ جامن اپنے پاس موجود ٹوکری میں اتارنے لگی اور کچھ نیچے گرانے لگی جو ماہم اٹھاتی جا رہی تھی۔

"مجھے لگتا ہے کہ باہر مین گیٹ پہ کوئی آیا ہے۔" گاڑی کی آواز سن کے غانیہ نے گھبرائے لہجے میں کہا لیکن اس نے زیادہ سیریس نہیں لیا کیونکہ دھیان سارا جامنوں سے بھری ٹوکری پہ تھا۔

"بھابھی! بھائی۔" نگارش زور سے چلائی تو اس کا پاؤں پھسلنے لگا جو وہ بمشکل ہی سنبھال سکی۔ ان سب کا ارادہ جلدی جلدی اندر جانے کا تھا مگر تب تک وہ ان تک پہنچ چکا تھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" غیر متوقع طور پر بلند آواز پہ اس کا پاؤں پھسلا اور وہ دھڑام سے نیچے آ گری۔

"آہ!!!" ایک دلسوز چیخ گونجی جو اندر عائلہ بیگم کے کانوں تک جا پہنچی۔

"ہائے یہ کیا ہوا؟ خوشی بیٹا ایسے نیچے کیوں پڑی ہیں؟" انہوں نے پریشانی و حیرانگی سے اس سے استفسار کیا۔

"انہوں نے گرایا ہے۔" وہ سب لڑکیوں کے سہارے کھڑی ہوتی اس کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

"حمیر آپ نے؟" انہوں نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔

"میں نے گرانا ہوتا تو کسی کھائی کا انتخاب کرتا، یہ چھوٹا سا درخت اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔" وہ جو اس کے الزام پہ تپا ہوا تھا، کلس کے بولا۔

"پوچھیں اس سے کہ یہ بندروں کی طرح درخت پہ لٹکی کیا کر رہی تھی جبکہ فروٹس فریج میں پڑے ہیں۔" وہ اس کا بھانڈا پھوڑتا ہوا بولا تو وہ سٹپٹائی۔

"وہ۔۔ چچی بیگم! مجھے پسند ہیں ایسے تو۔۔" اسے سمجھ نہ آئی کیسے صفائی پیش کرے اپنی بچگانہ حرکت کی جو اس نے مرزا حویلی کی بہو ہوتے ہوئے سرزد کی تھی۔

"ہاں یہی کام تمہیں پسند ہے۔" وہ عائلہ بیگم کو بولنے کا موقع دیے بغیر وار پہ وار کیے جا رہا تھا۔

"آپ تو چپ ہی رہیں، اپنی بھونڈی آواز سے پہلے ہی مجھے نیچے گرا دیا۔ میرا بس چلے تو سب سے پہلے آپ کے اس لاؤڈ سپیکر کے وولٹیج کم کروں گی۔" وہ جو اس کی باتوں اور درد سے زچ ہو چکی تھی، بمشکل مہذب الفاظ کا چناؤ کرتی بلا جھجک بول اٹھی۔ عائلہ بیگم نے اس کے انداز پرستائشی انداز میں ابرو اچکائے۔

For more visit (exponovels.com)

"واہ!واہ!!مزہ آگیا۔" حنظلہ وہاں آتا ہوا پرجوش آواز میں بولا تو حمیر نے غصے سے اسے گھورا جبکہ وہ ان کے سہارے اب اندر کی طرف بڑھ گئی۔ ماہم اور رہانیہ نیچے گرے جامن اکٹھے کرنے لگیں۔

"کیا کر رہی تھی تم باہر درخت پہ چڑھی؟" کمرے میں آتے ہی اس نے جب اسے کمرے سے نکلتے دیکھا تو دوبارہ وہی بات شروع کر دی اور وہ جو کمر میں درد کے باعث چڑچڑی ہو رہی تھی، پھٹ پڑی۔

"مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ؟ تم نے کانٹریکٹ میرج کی ہے تو صرف بچے کی حد تک، اب تم میری پوری زندگی کے مالک بن کے نہ بیٹھو۔ میرے اٹھنے بیٹھنے یا میرے کاموں سے غرض نہیں ہونی چاہیے تمہیں، تمہاری غرض صرف بچہ ہے۔ اس لیے مجھ سے آئندہ ایسے سوال مت کرنا۔" نجانے کتنے دنوں کا غبار وہ آج نکالتی جا رہی تھی مگر حمیر کے فق چہرے کو دیکھ کر اس نے کسی اندیشے کے تحت پلٹ کے دیکھا تو ادھ کھلے دروازے میں منزہ بیگم بے یقین نگاہوں کے ساتھ کھڑی دکھائی دیں۔ جن کا چہرہ چیخ چیخ کے بتا رہا تھا کہ وہ سب کچھ سن چکی ہیں۔ انہیں دیکھ کر اس کا دل سینے میں سکڑنے لگا۔

"پھپھو بیگم! آپ۔" اس نے بولنے کی کوشش کی مگر وہ اسے نظر انداز کرتی ہوئی آگے بڑھیں اور حمیر کی جانب چل دیں۔ جو شرمندگی سے نگاہیں چرائے کھڑا تھا اور اگلا لمحہ خوش بخت کے لیے آسمان ٹوٹ پڑنے کے مترادف تھا۔

منزہ بیگم کا بھاری بھرکم ہاتھ ایک زناٹے دار تھپڑ کی صورت میں حمیر مرزا کے گال پر پڑا تو اس نے بے ساختہ دہل کر سینے پہ ہاتھ دھرا۔

"پھپھو!" حمیر نے بے یقینی سے منزہ بیگم کے لال بھبھوکا چہرے کو دیکھا۔ وہ یقین کرنے میں متامل تھا کہ جس چہرے کو کسی نے پوری زندگی سخت نگاہوں سے دیکھا تک نہیں، اس پہ آج انہوں نے تھپڑ کیسے مار لیا تھا۔ اس کا چہرہ احساسِ توہین سے سرخ انگارہ ہونے لگا جبکہ سینے پہ ہاتھ رکھے کھڑی خوشی کی سانسیں خوف کے مارے رک رک کے چلنے لگیں۔ اس کی پھٹی پھٹی نگاہیں ان دونوں پہ مرکوز تھیں۔

For more visit (exponovels.com)

"شرم آرہی ہے ہمیں آپ پہ کہ آپ اس حویلی کے سپوت ہیں۔ ہماری محبتوں اور آزادی کا یہ صلہ دیا ہے آپ نے ہمیں۔" وہ غصے کی شدت سے کانپتے ہوئے بولی نہیں غرائی تھیں۔ ان کی آواز پہ خوش بخت لرز کے دو قدم پیچھے ہوئی۔

"پھپھو! میری بات سن۔۔" حمیر کے لیے ان کی آنکھوں کی بے یقینی بہت تکلیف دہ تھی۔ تبھی اس نے دوبارہ بولنے کی کوشش کی جب انہوں نے درشتگی سے اس کی بات کاٹی۔

"بات مت کریں ہم سے، اماں بیگم کی خواہش اس انداز میں پورا کرتے ہوئے شرم نہیں آئی آپ کو؟ یہ بھی شکر ہے کہ نکاح کر لیا ورنہ اپنی آزادی کے نشے میں چور کیا پتہ آپ اس رشتے کا بھی تکلف نہ کرتے۔" اب کی بار کیا گیا وار اس قدر کاری تھا کہ وہ بلبلا اٹھا۔

"آپ غلط سمجھ رہی ہیں مجھے، پھپھو پلیز میں۔۔۔" وہ بے بسی سے ہاتھ اٹھاتا ہوا چلایا۔

"ساری غلطی ہماری ہے تو وہ کانٹریکٹ پیپر کیا ہے جس کو بیس بنا کے آپ ایک جیتی جاگتی لڑکی کی زندگی کا تماشا بنا رہے ہیں؟" انہوں نے گہرے دکھ سے ہمکنار ہوتے ہوئے سپید چہرہ لیے کھڑی خوش بخت کی طرف اشارہ کیا تو حمیر نے اس قدر تنفر سے اس کی جانب نگاہ اٹھائی کہ وہ اس نگاہ کے زہر سے نیلی پڑنے لگی۔

"آپ نے ہماری خواہشات، ہماری امیدوں کے ساتھ جو کیا سو کیا لیکن کیا آپ ان دکھوں اور دھوکوں کا ازالہ کر سکتے ہیں جو آپ نے کسی کی بیٹی کو اللہ اور اس کے رسول کے نام پہ خود سے جوڑ کر دیے ہیں؟" وہ گہرے کاٹ دار انداز میں بولتیں آخر میں آبدیدہ ہو گئیں تو خوش بخت کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے جبکہ وہ سرخ چہرے اور بھنچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ اسے گھور رہا تھا۔

"پھپھو بیگم! پلیز اماں بیگم کو کچھ مت بتائیے گا، یہ بس ایک غلط فہمی ہے۔ میں آپ کو پوری بات بتا دوں گی پلیز۔" وہ ہمت کرتی منزہ بیگم کے نزدیک گئی اور ان کا بازو تھام کر لجاجت سے بولی تو حمیت نے جلتی نگاہوں سے اسے دیکھا جبکہ منزہ بیگم دکھ بھری نگاہوں سے اسے دیکھتیں اس کے سر پہ ہاتھ پھیر کہ رہ گئیں اور پھر شدید نالاں و شاکی نگاہوں سے حمیر کو ایک نظر دیکھ کے کمرے سے نکل گئیں۔ کمرے میں ایک وحشت ناک سی خاموشی رقص کرنے لگی۔

For more visit (exponovels.com)

"حمیر! دیکھو میرا مقصد تمہیں۔۔۔" جب اسے یونہی ایک جگہ ساکت کھڑے دیکھا تو ہمت کرتی وہ بے وجہ ہی صفائی پیش کرنے لگی، اس غلطی کی جو اس نے کی ہی نہیں تھی۔ اس کے بولنے کی دیر تھی وہ گویا شدید غصے سے پھٹ پڑا۔

"اس سارے فساد کی جڑ ہو تم، تمہاری وجہ سے صرف تمہاری وجہ سے مجھے آج میری پھپھو نے تھپڑ مارا، صرف تمہاری وجہ سے۔" وہ مسلسل ادھر سے ادھر توڑ پھوڑ مچاتا ہوا غرا رہا تھا جبکہ وہ منتشر دھڑکنوں کے ساتھ خائف سی کھڑی اس کے لفظوں کا زہر خود میں اتار رہی تھی۔

"چلی جاؤ یہاں سے، دور ہو جاؤ میری نظروں سے ورنہ میں بھول جاؤں گا کہ تم سے میرا کوئی رشتہ بھی ہے۔" وہ سائیڈ ٹیبل پہ رکھے فریمز کو زور سے فرش پہ پھینکتا ہوا دھاڑ رہا تھا۔

"یہ رشتہ تو تم پہلے ہی فراموش کیے بیٹھے ہو۔" وہ بڑبڑانے والے انداز میں دکھ بھرے الفاظ اس کی سماعتوں میں اتارتی ہوئی ڈریسنگ روم میں چلی گئی۔

ایسا ٹوٹا ہے تمناؤں کا پندار کہ بس
دل نے جھیلے ہیں محبت میں وہ آزار کہ بس
ایک لمحے میں زمانے میرے ہاتھوں سے گئے
اس قدر تیز ہوئی وقت کی رفتار کہ بس
تو کبھی رکھ کے ہمیں دیکھ تو بازار کے بیچ
اس طرح ٹوٹ کے آئیں گے خریدار کہ بس
کل بھی صدیوں کی مسافت پہ کھڑے تھے دونوں
درمیان آج بھی پڑتی ہے وہ دیوار کہ بس
یہ تو اک ضد ہے کہ محسن میں شکایت نہ کروں
ورنہ شکوے تو ہیں اتنے میرے یار کہ بس
(محسن نقوی)

For more visit (exponovels.com)

اس کے الفاظ جونہی اس کی سماعتوں کی نذر ہوئے اس کا ٹمپریچر مزید ہائی ہوا اور وہ غصے میں کھولتا ہوا مسلسل ادھر سے ادھر ٹہلتا اندر لگی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش میں تھا۔

"کیا ہوا خوشی بچے! آج آپ بہت ست دکھ رہی ہیں؟" مرزا بیگم کچن سے برآمد ہوتی خوش بخت کو چشمے کے پیچھے سے دیکھتیں سنجیدگی سے بولیں تو وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"نہیں بس تھوڑا سر چکرا رہا ہے تین چار دن سے مسلسل۔" وہ زبردستی خود پہ بشاشت سی طاری کرتی ہوئی بولی حالانکہ حمیر کا رویہ اس کے اندر کی لڑکی کو توڑنے لگا تھا کہ وہ غلط ہو کر بھی خود کو غلط تسلیم نہیں کر رہا تھا۔

"آپ ڈاکٹر کے پاس نہیں گئیں؟ آپ نے پہلے بھی کہا کہ طبیعت ناساز ہے۔" وہ بہت گہری نگاہوں سے اس کے چہرے اور وجود کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"جی بس کسی کسی وقت سر ہی چکراتا تھا لیکن اب تو تین چار دن سے زیادہ ہی طبیعت خراب محسوس ہو رہی ہے اور اسی وجہ سے دل بھی خراب ہو رہا ہے۔" وہ پورے دھیان سے انہیں اپنی طبیعت کا بتانے لگی کہ ان کا دھیان ان کے درمیان تنی کشیدگی پہ نہ جائے۔ اس کی بات پہ ان کا ماتھا ٹھنکا۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا اور رمیشہ بیگم کو بلانے لگیں۔

"بہو بیگم!" انہوں نے رمیشہ بیگم کو آواز لگائی تو وہ اگلے ہی پل ان کے سامنے آ گئیں۔

"جی اماں بیگم! آپ نے بلایا؟" وہ اپنے مخصوص نرم انداز میں گویا ہوئی۔

"ڈاکٹر رفعت کے پاس خوشی بچے کو یا تو لے کر جائیں یا پھر انہیں گھر بلائیے اور خوشی کا چیک اپ کروائیے۔" انہوں نے آنکھوں سے مخصوص انداز میں انہیں اشارہ دیتے ہوئے کہا تو رمیشہ بیگم کا چہرہ چمکنے لگا۔ انہوں نے مسکراتی نگاہوں سے ان کی باتوں سے بے نیاز آنکھیں بند کیے کنپٹی سہلاتی خوش بخت کو دیکھا اور بولی۔

"جی اماں بیگم! میں ابھی کال کرتی ہوں انہیں۔" ان کی آواز خوشی سے چہک رہی تھی۔

"ارے نہیں ماما بیگم! اتنی جلدی کوئی نہیں ہے۔ کچھ دیر میں ٹھیک ہو جائے گا۔ پہلے بھی اتنے دنوں سے ایسا ہی چل رہا ہے۔" وہ ان کی جلد بازی پہ ان کی تشفی کروانے کی خاطر بولی۔

For more visit (exponovels.com)

"آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ ایسے آپ کی طبیعت خراب ہے۔ میں انہیں ابھی بلاتی ہوں۔" وہ اسے ہلکا سا ڈپٹتی ہوئی لینڈ لائن کی جانب چل دیں جبکہ وہ اماں بیگم کی گود میں سر رکھتی ان سے باتیں کرنے لگی۔

"ہیری! میرے خیال میں تمہیں اپنا یہ غصہ اب تھوک دینا چاہیے کیونکہ تومان نامان غلطی تیری اپنی ہے۔" ہارون نے گزشتہ تین چار دنوں سے آگ کا گولہ بنے ہوئے حمیر مرزا سے کہا جو چار دنوں سے ورکرز اور تمام دوستوں کو اس غصے کی زد میں لیے ہوا تھا۔

"تو اپنی بکواس بند رکھ، آستین کے سانپ۔" وہ اس کی بات سنتا پھنکار اٹھا۔

"میں آستین کا سانپ ہوں تو تم کیا ہو ہاں؟" وہ جواباً سرد انداز میں بولا تو وہ اسے بے دریغ گھورنے لگا۔

"اپنی بھابھی ڈیئریسٹ کی طرفداری کرنے سے بہتر ہے تم یہاں سے چلے جاؤ۔" وہ اس کا سوال نظرانداز کرتا ہوا بے مروتی سے بولا تو ہارون کا دل چاہا وہ اس الٹی کھوپڑی والے شخص کو رکھ کے دو جھانپڑ رسید کرے۔

"میں کسی کی طرف داری نہیں کر رہا خبیث انسان! تمہیں یہ سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ اگر پھپھو بیگم کو سچائی کا علم ہوا ہے تو اس میں بھابھی کا کیا قصور نکلتا ہے جو تم ان پہ اتنا ہائپر ہو؟" وہ اپنی دلی خواہشات پہ قابو پاتا ہوا انتہائی پر سکون انداز میں اسے سمجھانے لگا۔

"کس چیز کی کمی دی ہے اسے جو وہ ڈھنڈورا پیٹ رہی ہوتی ہے ہر روز اس کانٹریکٹ پیپر کا۔ اسی کی بدمزہ آواز کی چیخ و پکار نے پھپھو بیگم کو مجھ سے بدظن کیا ہے۔" وہ مرغے کی وہی ایک ٹانگ پکڑے بیٹھا تھا۔

"روپیہ پیسہ، یہ کپڑے ہی زندگی کی ضروریات نہیں ہوتے ہیری! لڑکی بہت سی امیدیں اور خواہشات لے کر آتی ہے نئے گھر میں، جو تم نے ایک جھٹکے میں توڑی ہیں۔ تو کیا ایسے میں ان کا حق نہیں بنتا کہ وہ تم سے سوال و جواب کر کے دل کا غبار نکال سکیں۔ وہ بھی اس صورت میں جب یہ سوچ ان کے سر پہ تلوار کی طرح لٹک رہی ہے کہ کچھ عرصے بعد تم اس کانٹریکٹ پیپر کی وجہ سے ان کی اولاد چھین لو گے۔" وہ سنجیدگی سے بولتا ہوا اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھتا رہا تو حمیر لاجواب سا ہوتا نظریں چرا گیا۔

"تمہیں صرف اس بات کا دکھ ہے کہ پھپھو تم سے ناراض ہیں۔ بقول تمہارے بھابھی نے ان کی ناراضگی بھی ختم کروادی ہے تو پھر کیا مسئلہ ہے تجھے؟" وہ اسے تولتی نگاہوں سے دیکھتا ہوا بولا تو وہ جھنجھلا اٹھا۔

For more visit (exponovels.com)

"میں کون سااس کا بچہ لے کہ بھاگ گیا ہوں جو تم مجھے یوں باتیں سنا رہے ہو؟ ناراضگی ختم کر کے کوئی احسان نہیں کیا اس نے۔ غلطی کی ہے تو خمیازہ بھی بھگتنا ہے اسے اور یہ سب اس کی لمبی زبان کا ہی نتیجہ ہے جو ہر وقت میرے خلاف زہر اگلتی ہے۔ اس نے کبھی مجھے شوہر سمجھا ہی نہیں ہے۔ پڑوسیوں کے بچوں کی طرح سمجھتی ہے مجھے۔" وہ جھنجھلا کر بولا۔

"تو نا کہیں جا کہ ڈوب مر، نہ تیری بات کا کوئی سر ہے نہ پیر۔ بھابھی بہت اچھا کرتی ہیں جو تجھے منہ نہیں لگاتیں۔ تو ہے ہی اسی قابل۔" وہ کلستا ہوا اٹھا اور عورتوں کی طرح طعنے دیتا اس کے پیپر ویٹ کو اٹھانے سے قبل کھسکتا ہوا دروازہ پار کر گیا جبکہ وہ بھی مہذب الفاظ سے اسے نوازتا ہوا اس کے پیچھے لپکا۔

"میرے کپڑے کیوں نکال کے رکھے ہیں تم نے؟" وہ ہارون کی باتوں سے تپا ہوا گھر پہنچا تھا۔ چینج کرنے کے لیے ڈریس نکالنا چاہا تو نگاہ صوفے پہ پڑے اپنے کپڑوں کی طرف گئی۔ وہ سیدھا ڈریسنگ روم سے نکلتی خوشی کی طرف بڑھا اور سرد مہری سے استفسار کرنے لگا۔

"تمہیں چینج کرنا تھا تو میں نے نکال دیے اگر تمہیں پسند نہیں ہیں تو تم کوئی اور پہن لو۔" اس کے قطعی توقع سے الٹ جواب پہ اس کا دماغ کھول اٹھا۔

"جب اتنا ہی میری ناپسندیدگی کا خیال ہے تو پہلے کپڑے نکالے کیوں؟" وہ اس بازو سختی سے دبوچتا خواہ مخواہ بات کو بڑھاوا دیتے ہوئے اس کے چہرے کو تکنے لگا۔ وہ اتنے دنوں سے اس سے چھپتی پھر رہی تھی، دکھائی دی تو جیسے دل اور آنکھوں کو قرار آ گیا تھا۔

"تم بات کو خواہ مخواہ بڑھا رہے ہو، شوہر ہو تم میرے اگر میں نے کپڑے نکال ہی دیے ہیں تو اس میں اتنا اوور ری ایکٹ کرنے کی کیا ضرورت ہے حمیر۔" وہ مصلحتاً آواز میں نرمی لاتی سنجیدگی سے بولتے ہوئے اپنا بازو چھڑاتی فاصلے پہ ہوئی۔ اس نے ایک جھٹکے سے اس کا بازو دوبارہ کھینچتے ہوئے اپنے مقابل کیا تو وہ اس کے سینے سے یوں آن ٹکرائی کہ ان کی ناک آپس میں ملنے لگی اور دھڑکنوں کا تیز سنگم کمرے کی فضا کو معطر سا کر گیا۔

For more visit (exponovels.com)

"یہ شوہر صرف کپڑے نکال کے دینے کی حد تک یاد ہوتا ہے تمہیں؟اس وقت یہ شوہر یاد نہیں تھا جب مزے سے اپنی نگاہوں سے سامنے مجھے تھپڑ کھاتے ہوئے دیکھ رہی تھیں؟" وہ اس کے کان کی جانب جھکتا پھر سے وہی بات دوبارہ کھینچ لایا تو وہ بے بسی سے ضبط کے کڑوے گھونٹ بھرتی ہوئی آنکھیں میچ گئی۔

"حمیر!چھوڑو مجھے۔" وہ اس کے بازوؤں پہ ہاتھ رکھتی خود کو چھڑوانے کی کوشش کرنے لگی۔

"کیوں؟شوہر ہوں میں تمہارا،اتنی جلدی بھول گئیں؟" وہ گرفت او مضبوط کرتے ہوئے عادتاً بازوؤں کو جھٹکا دینے لگا تو اس کے حلق سے ہلکی سی چیخ بر آمد ہوئی اور اگلے ہی لمحے وہ اس کے بازوؤں میں لہراتی ہوئی بے ہوش ہو چکی تھی۔

"اوہ!افف!!اب اس کو کیا ہو گیا؟" وہ اس کے بے ہوش وجود کو سنبھالتا اسے بیڈ پہ لٹانے لگا۔

"خوشی!" وہ اس کا گال تھتھپاتا اس کے اوپر جھکا لیکن وہ ہنوز سدھ پڑی تھی۔

"خوشی!آنکھیں کھولو۔" اس نے پھر سے پکارا لیکن بے سود،وہ پریشان ہوتا ہوا اسے دیکھنے لگا جو انتہائی کمزور لگ رہی تھی۔

"اتنی نرم و نازک لگتی تو نہیں کہ بازوؤں کو جھٹکا دینے سے بے ہوش ہو جائے۔" وہ اس کا سر تا پاؤں جائزہ لیتے ہوئے اپنے ہی تجزیوں میں مگن تھا جب اچانک وہ ہڑبڑا کے حواسوں میں آیا اور نیچے کی جانب لپکا۔

"شی از ایکسپیکٹنگ فرام ون اینڈ ہاف منتھس۔" ڈاکٹر رفعت کے الفاظ نے جہاں مرزا حویلی کے باقی افراد کو دنیا جہاں کی خوشیاں عطا کی تھیں،وہیں یہ الفاظ ان دونوں پہ بجلی بن کر گرے تھے۔ان دونوں نے بیک وقت ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"یا اللہ!تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔" مرزا بیگم خوشی سے چور لہجے میں بولتی اس کا ماتھا چومنے لگیں۔اور اگلے ہی لمحے گم سم سی پڑی خوش بخت کا پورا وجود ہی ہل کر رہ گیا۔سب باری باری آ کے گرم جوشی سے اس سے ملے اور مبارکباد دینے لگے تھے۔

مرزا بیگم نے بہت سارے پیسے نکال کر صدقے کے لیے دیے اور ریشا بیگم سے مخاطب ہوئیں۔

For more visit (exponovels.com)

"یہ شوہر صرف کپڑے نکال کے دینے کی حد تک یاد ہوتا ہے تمہیں؟اس وقت یہ شوہر یاد نہیں تھا جب مزے سے اپنی نگاہوں سے سامنے مجھے تھپڑ کھاتے ہوئے دیکھ رہی تھیں؟" وہ اس کے کان کی جانب جھکتا پھر سے وہی بات دوبارہ کھینچ لایا تو وہ بے بسی سے ضبط کے کڑوے گھونٹ بھرتی ہوئی آنکھیں میچ گئی۔

"حمیر! چھوڑو مجھے۔" وہ اس کے بازوؤں پہ ہاتھ رکھتی خود کو چھڑوانے کی کوشش کرنے لگی۔

"کیوں؟شوہر ہوں میں تمہارا، اتنی جلدی بھول گئیں؟" وہ گرفت اور مضبوط کرتے ہوئے عادتاً بازوؤں کو جھٹکا دینے لگا تو اس کے حلق سے ہلکی سی چیخ بر آمد ہوئی اور اگلے ہی لمحے وہ اس کے بازوؤں میں لہراتی ہوئی بے ہوش ہو چکی تھی۔

"اوہ! اُف!! اب اس کو کیا ہو گیا؟" وہ اس کے بے ہوش وجود کو سنبھالتا اسے بیڈ پہ لٹانے لگا۔

"خوشی!" وہ اس کا گال تھپتھپاتا اس کے اوپر جھکا لیکن وہ ہنوز سدھ پڑی تھی۔

"خوشی! آنکھیں کھولو۔" اس نے پھر سے پکارا لیکن بے سود، وہ پریشان ہوتا ہوا اسے دیکھنے لگا جو انتہائی کمزور لگ رہی تھی۔

"اتنی نرم و نازک لگتی تو نہیں کہ بازوؤں کو جھٹکا دینے سے بے ہوش ہو جائے۔" وہ اس کا سر تا پاؤں جائزہ لیتے ہوئے اپنے ہی تجزیوں میں مگن تھا جب اچانک وہ ہڑبڑا کے حواسوں میں آیا اور نیچے کی جانب لپکا۔

"شی از ایکسپیکٹنگ فرام ون اینڈ ہاف منتھس۔" ڈاکٹر رفعت کے الفاظ نے جہاں مرزا حویلی کے باقی افراد کو دنیا جہاں کی خوشیاں عطا کی تھیں، وہیں یہ الفاظ ان دونوں پہ بجلی بن کر گرے تھے۔ ان دونوں نے بیک وقت ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"یا اللہ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔" مرزا بیگم خوشی سے چور لہجے میں بولتی اس کا ماتھا چومنے لگیں۔ اور اگلے ہی لمحے گم سم سی پڑی خوش بخت کا پورا وجود ہی ہل کر رہ گیا۔ سب باری باری آ کے گرم جوشی سے اس سے ملے اور مبارکباد دینے لگے تھے۔

مرزا بیگم نے بہت سارے پیسے نکال کر صدقے کے لیے دیے اور ریشا بیگم سے مخاطب ہوئیں۔

For more visit (exponovels.com)

"بہو بیگم! کل ہی بچی کو ہاسپٹل لے کر جایئے اور ڈاکٹر سے ساری ہدایات اور ڈائٹ چارٹ سب لے کر آیئے۔" وہ کسی قسم کا رسک نہیں لینا چاہتی تھیں تب ہی وہ جلدی سے انہیں ہدایات دینے لگیں جبکہ وہ ان کی اتنی خوشی پہ مسکراتی اپنے احساسات سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"عانیہ بچے! فون لاؤ ادھر، میں قدسیہ اور واجد کو فون کر کے خوشخبری دوں۔" انہیں فوراً خیال آیا تو وہ عانیہ سے مخاطب ہوئیں جبکہ منزہ بیگم بہت غور سے حمیر کے تاثرات پرکھ رہی تھیں۔

"اماں بیگم! آپ قدسیہ بہن کو اطلاع دیجیے، میں خوشی بیٹا کے لیے کچھ کھانے کو لے کر آتی ہوں۔" عائلہ بیگم کہتی ہوئی باہر نکل گئیں اور باقی سب اس کے گرد جھرمٹ بناتے ہوئے بیٹھ کے ان دونوں کو چھیڑنے لگے۔

"میں نہیں جانتی کہ آپ کے دماغ میں اس وقت کیا چل رہا ہے یا آپ اس خوشخبری کو سن کے کیا محسوس کر رہے ہیں لیکن میں یہ کہنا چاہوں گی کہ بچے یہ بہت بڑا اور قیمتی احساس ہے جسے محسوس کرنا قسمت والوں کو نصیب ہوتا ہے۔ اس لیے اس احساس کو محسوس کرنا سیکھیے۔" منزہ بیگم سب کو باتوں میں مصروف پا کر حمیر کو لیے اماں بیگم کے کمرے میں لے آئیں اور اسے سمجھانے لگیں۔

"بیٹا! لڑکی کوئی بھی ہو، کسی بھی طبقے یا کسی بھی کلاس کی ہو لیکن اس کی خواہشات اس کے احساسات ایک جیسے ہوتے ہیں۔ شادی کے بعد ہر لڑکی کے دل میں ماں بننے کا جو جذبہ ابھرتا ہے وہ بے اختیار اور لازوال ہوتا ہے اور میں کبھی نہیں چاہوں گی کہ میرا بیٹا اپنی نام نہاد آزادی کے لیے کسی ماں سے اس کی خوشی چھین کے ہمارے نام کر دے۔" وہ بہت نرم انداز میں اس سے محوِ کلام تھیں جبکہ وہ خاموشی سے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا زمین کو جوتے کی نوک سے کھرچتا ان کی باتیں سپاٹ انداز میں سن رہا تھا۔

"خوش بخت نے بتایا تھا کہ کانٹریکٹ سب ایک پرانک ہے اور میں نہیں جانتی کہ اس میں سچائی کتنی ہے لیکن میں یہ چاہوں گی کہ یہ واقعی جھوٹ ہو کیونکہ وہ کتنی بھی لاپرواہ، لاابالی کیوں نہ ہو لیکن اس خبر کے سننے کے بعد اس کی آنکھوں میں چمکتے خوشی کے جگنو میں نے دیکھے ہیں۔ اس لیے میرا بیٹا یہ خوشی اس سے مت چھینیے گا۔" پھپھو کی بات پہ اس نے پہلی دفعہ ان کی طرف سر اٹھا کے دیکھا گویا ان کی بات کی تصدیق چاہی ہو اور پھر اچانک سنجیدہ انداز میں بولا۔

For more visit (exponovels.com)

"ٹھیک ہے۔" پھر بنا کچھ کہے یا مزید کچھ سنے کمرے سے نکل گیا جبکہ منزہ بیگم پر سوچ سی وہیں بیٹھی رہ گئیں۔

"تم کدھر چھپے ہوئے تھے، اتنی بڑی خوشخبری سننے کے بعد بھی منہ شریف پہ بارہ کیوں بجائے ہوئے ہیں؟" جونہی اس نے قدم دوبارہ کمرے میں رکھا، حنظلہ اسے دیکھاہی شروع ہو گیا۔

"میں ڈھول والے کو آرڈر دینے گیا تھا اور تھوڑی بھنگڑے ڈالنے کی پریکٹس کر کے آیا ہوں۔" وہ جل کے طنزیہ انداز میں بولا تو خوشی کی زبان میں کھجلی ہونے لگی جسے اس نے بہت مشکل سے روکا۔

"تو کسی ڈھول والے سے کم ہے، چل ہو جا شروع۔" حنظلہ نے انتہائی اطمینان سے کہا اور تب کمرے میں ابھرنے والا سب سے پہلا قہقہہ خوش بخت کا تھا جس پہ اس نے کھا جانے والے انداز میں اسے گھورا۔

"منہ بند رکھ اپنا اور نکل یہاں سے۔" وہ بے مروتی سے بولا تو سب نے افسوس سے اسے دیکھا۔

"بھائی اماما بیگم کہتی ہیں کہ جسے زیادہ دیکھو بے بی اسی پہ جاتا ہے۔ اس لیے آپ ذرا بھابھی سے دور دور رہیے گا کیونکہ ہمیں ہمارا بھتیجا ہنس مکھ سا چاہیے، سڑو نہیں۔" نگارش بہت ہی سنجیدگی سے کہتی ہوئی حمیر کی مٹی پلید کرنے لگی جس کی وجہ سے اس کے لال بھبھوکا چہرے کو دیکھ کر اتنے دنوں کی ٹینشن زدہ خوش بخت کے پیٹ میں گدگدی سی ہونے لگی تھی۔

"تم لوگوں کو اتنی ٹینشن ہے اپنی بھابھی اور بھتیجے کی تو انہیں اپنے ہی کمرے میں شفٹ کروالو۔" وہ تیکھے انداز میں بولتا اور عین کو گھورنے لگا کہ اس کے چہرے پہ چھائے مزہ لینے والے تاثرات پہ اسے تپ چڑھ رہی تھی۔

"تم برداشت کر لو گے کیا؟" حنظلہ حیرانگی کا زبردست تاثر دیتا ہوا بظاہر متعجب ہوا۔

"ابھی بھی برداشت ہی کر رہا ہوں۔" وہ ان سب کی وہاں موجودگی پہ طنز کرتا جل کے بولا لیکن مجال ہے جو کسی نے اثر لیا ہو بلکہ وہ سب مدبرانہ انداز میں سر ہلاتے اپنی چہیتی بھابھی سے سر جوڑے نجانے کس گفت شنید میں مگن ہو چکے تھے جبکہ وہ جلتا بھنتا وہیں بیٹھا انہیں گھور رہا تھا۔

"تم نے چھپایا کیوں مجھ سے؟" سب کچھ دیر پہلے ہی اس کے کمرے سے گئے تھے اور ابھی وہ منہ دھو کے باہر آتی تولیے سے چہرہ صاف کر رہی تھی جب اس کی کھردری سی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

For more visit (exponovels.com)

"کیا چھپایا میں نے تم سے؟" وہ اس کے بات کرنے پر حیران ہوئی تھی کیونکہ وہ اس سے خود ساختہ ناراضگی بنا کے پھر رہا تھا۔

"یہی کہ تم پریگننٹ ہو۔" اس کے ایسے ایک دم سے منہ پھاڑ کے بولنے پہ اس کا رنگ لحہ بھر کو بدلا مگر وہ جلد ہی خود پہ قابو پاتی بولی۔

"چھپایا کب ہے؟ تمہارے سامنے ہی تو ڈاکٹر نے بتایا۔" وہ اس کی الٹی کھوپڑی پہ افسوس کرتی ذرا تحمل سے بولی۔

"ڈاکٹر نے یہ بھی کہا کہ دو منتھ ہونے والے ہیں اور تم نے بتایا نہیں مجھے۔" اس کی بات پہ اس نے آنکھیں پھاڑ کے اس کو دیکھا گویا اس کے پاگل ہونے کی تصدیق چاہ رہی ہو۔

"تو یہ کس کتاب میں لکھا ہے کہ دو منتھ ہونے پہ اگر کسی کو پتہ نہیں تو یہ بات چھپائی ہی گئی ہے؟" اس کی آواز میں غصہ چھلکنے لگا تھا کہ اتنی زیادہ فضول باتیں تو وہ کسی کی برداشت نہ کرتی تھی جن کا نہ کوئی سر ہو نہ پیر۔

"کسی کتاب میں لکھا ہو یا نہیں لیکن تم نے جان بوجھ کے چھپایا مجھ سے کیونکہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنی بڑی تبدیلی ہو اور تمہیں پتہ ہی نہ چلے۔" وہ اپنی بات پہ زور دیتا ہوا بولا۔

"مجھے کیسے پتہ ہو سکتا ہے؟" وہ اس کی عجیب سی منطق پہ حیران تھی۔

"ابھی کسے پتہ چلا؟" وہ تفتیشی انداز میں اس کے سراپے کا جائزہ لیتا ہوا بولا۔

"نہیں بتاؤں گی میں، جو سمجھنا ہے سمجھو۔" اس کی فضول تفتیش پہ چڑتے ہوئے وہ بولتی اپنی جگہ کی طرف بڑھنے لگی۔

"تم نے جان بوجھ کے مجھ سے چھپایا تا کہ مجھے علم نہ ہو سکے اور نہ میں تم سے بچہ لے سکوں؟" وہ مشکوک لہجے میں بولتا اسے غضب دلا گیا۔

"ہاں بالکل یہی سمجھ لو اور اب ہٹو میرے راستے سے، مجھے سونا ہے۔" وہ خشک لہجے میں کہتی اسے ہٹنے کا اشارہ کرنے لگی۔

"تم یہ نخرے کسے دکھا رہی ہو؟" وہ اس کی بے نیازی پہ بل کھاتا ہوا بولا۔

"دکھا تو تمہیں نہیں رہی تھی لیکن چونکہ تمہیں ہی سب سے پہلے نظر آ گئے اس لیے یہی سمجھو کہ تمہیں دکھانا چاہ رہی تھی۔" وہ اطمینان سے بولتی اس کی سائیڈ سے نکلتی اپنی جگہ پہ بیٹھ گئی جبکہ وہ کلستا ہوا اس کو تکنے لگا۔

For more visit (exponovels.com)

"نجانے کیسے شخص ہو تم کہ باپ بننے کی خبر نے بھی تم پہ کوئی اثر نہیں ڈالا بلکہ تم تو مزید نا قابلِ برداشت لگنے لگے ہو۔" وہ اسے کن اکھیوں سے دیکھتی دکھ سے سوچتی منہ تک کمبل کھینچ کر لیٹ گئی۔

وہ جتنی بھی مردمار قسم کی لڑکی رہی ہو لیکن یہاں اس کے احساسات نارمل لڑکیوں جیسے ہی تھے۔ اس کا بھی دل چاہا تھا کہ اس کا شوہر اتنی بڑی خوشی کے موقع پہ کچھ میٹھے الفاظ اس کے لیے بولے۔ اسے تسلی کے کچھ پل ہی تھما دے کہ وہ کس قدر پیچیدہ صورتحال سے گزرنے والی تھی لیکن وہ آج بھی انا کے گنبد میں مقید چرکے لگانے سے باز نہیں آیا تھا۔ کچھ ہی دیر میں نیند کی دیوی نے اسے آدبوچا جبکہ وہ اب ٹیرس پہ کھڑا دھواں چھوڑنے والا انجن بنا سگریٹ پھونکے جا رہا تھا اور چاندنی میں ڈوبی رات لمحہ بہ لمحہ گزرتی جا رہی تھی۔

"گھڑی رات کے تقریباً دو بجا رہی تھی اور اس کی نگاہیں نیم اندھیرے میں کمبل میں ملفوف وجود پہ گڑی ہوئی تھیں۔ نجانے کب تک وہ یونہی نگاہیں مرکوز کیے بیٹھا رہا کہ کسی احساس کے زیرِ اثر اس نے ہاتھ بڑھایا اور بہت آہستگی سے اس پر سے کمبل کھینچا۔ وہ اس کی جانب کروٹ لیے پر سکون اور گہری نیند میں لیٹی ہوئی تھی۔ اس نے بے ساختہ شکر کا سانس لیا۔

"ویسے تو تم مجھے ہمیشہ باندری ہی لگتی ہو مگر آج نجانے کیوں تم مجھے تھوڑی سی اچھی لگی ہو۔" وہ سرگوشی کے سے انداز میں بڑبڑاتا ہوا اس پر ہلکا سا جھکا اور بہت غور سے اس کے گندمی چہرے پہ سجے نقوش کو دیکھنے لگا۔

"اتنی پیاری بھی نہیں ہو تم لیکن نجانے اکڑتی کس بات پہ ہو؟" اس کی انگشت شہادت اس کے بند پپوٹوں پہ حرکت کر رہی تھی جبکہ ہونٹ مدہم سی سرگوشیوں میں مشغول تھے۔

"تمہاری ناک مجھے بالکل پسند نہیں جو تم مجھ سے بات کرتے وقت چڑھاتی رہتی ہو۔" وہ بچوں کی طرح منہ بناتے ہوئے اس کی ناک دباتے ہوئے بولا تو وہ ہلکا سا کسمسائی لیکن نیند بدستور گہری رہی اور اس کی اسی کسمساہٹ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے اسے سیدھا کیا تاکہ آسانی سے اسے دیکھ سکے۔

"ہاں تمہاری یہ آنکھیں مجھے تھوڑی تھوڑی اچھی لگتی ہیں کہ جب تم مجھ سے بات کرتی ہو تو ان میں میرا عکس نظر آتا ہے۔" بھاری مگر مدہم لہجے میں بولتے ہوئے اس نے نرمی سے اس کی دونوں آنکھوں کو چوما مگر اس کی بے خبری میں کوئی فرق نہ آیا۔

For more visit (exponovels.com)

"میں نہیں جانتا کہ میں نے آگے کیا کرنا ہے یا اس کانٹریکٹ پیپر کی کیا حیثیت ہو گی مگر میں یہ بات جانتا ہوں کہ میں آج بہت خوش ہوں اور یہ بات میں تمہیں مر کے بھی نہیں بتانے والا، باندری!" اس کے صبیح چہرے پہ انگلی پھیرتے ہوئے وہ خمار آلود لہجے میں کہتا ہوا ہولے سے اس کے پیٹ پہ جھکا اور ایک انجانا سا احساس محسوس کرنے لگا اور اس حرکت کے ساتھ ہی اسے اپنے پورے وجود میں خون کی گردش تیز ہوتی محسوس ہوئی۔

اس سے پہلے کہ وہ سرشاری و خماری کے ہاتھوں بہکتا، وہ بری طرح سے کسمائی۔

اس کی کسمساہٹ پہ وہ جھٹکے سے ہوش میں آیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ سیدھا ہوتا، وہ اپنی مندی مندی آنکھیں کھول چکی تھی۔

"یہ تم آدھی رات کو الوؤں کی طرح کیا بڑبڑا رہے ہو؟" اس کی نیند میں ڈوبی آواز نے اس کے جذبات پہ برفیلا پانی ڈالتی اسے خمار آلود مہکتے جہان سے حقیقت میں لا پٹخا تو اس کا منہ کڑوے کریلے کی طرح بن گیا جبکہ وہ پھر سے آنکھیں موندتی کروٹ بدل گئی۔

"تم جیسی بدروح کے ساتھ رہنے کا اثر ہے جو ایسے آدھی رات کو الوؤں کی طرح بڑبڑا رہا ہوں۔" اپنی کچھ دیر قبل کی کیفیات سے برعکس وہ تیکھے انداز میں بولا مگر وہ چونکہ نیند کے غلبے میں تھی اس لیے بنا غور کیے کمبل میں منہ گھساتی مدہم سا بڑبڑائی۔

"اچھی۔۔بات ہے۔" وہ دوبارہ گہری نیند میں غرق ہو گئی تھی۔ وہ بھی کلستے ہوئے تکیہ منہ پہ رکھتا سونے کی کوشش کرنے لگا۔

"مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا کہ میری پاگل بختا اتنی بڑی ہو گئی کہ خود ماں بننے والی ہے۔" قدسیہ بیگم اور واجد صاحب اگلی صبح نو بجے ہی حویلی پہنچ گئے تھے اور اب قدسیہ بیگم کی بات پہ اسے سمجھ نہ آئی کہ تعریف کی گئی ہے یا تنقید؟؟

"اب میری بچی دھیان سے رہنا اور یہ لوٹھوں کی طرح کڈ کڑے نہ لگاتی پھرنا۔" اماں کی مزید گل افشانی پہ اس کا دل چاہا وہ کہیں غائب ہو جائے کیونکہ سب اس وقت پاس ہی موجود تھے۔

"قدسیہ بچے! آپ فکر نہ کریں، ہم اپنی بچی کا خیال خود سے بڑھ کے رکھیں گے۔" مرزا بیگم نے ان کی تسلی کروانی چاہی۔

For more visit (exponovels.com)

"ارے نہیں خالہ بیگم! آپ سب تو خیال کر لیں گے مگر اس کے پیروں میں سکون نہیں ہے۔ اس لیے اسے کہہ رہی ہوں۔" وہ بڑی لاپرواہی سے اس کی مٹی پلید کر رہی تھیں جسے کوئی اور انجوائے کرے یا نہ کرے اس کا شوہر ضرور کر رہا تھا۔

"اماں! اب اگر آپ نے مجھے کچھ بولا تو میں نے کوئی لحاظ نہیں کرنا۔ اب تو میری تھوڑی عزت کا خیال کر لو۔" وہ دبی دبی آواز میں بولی لیکن اماں نے سنی ان سنی کا تاثر دیتے ہوئے منہ ہی پھیر لیا۔

"آپ پریشان مت ہوں، خوش بخت بہت آرام اور دھیان سے رہتی ہے۔" ریشہ بیگم بہت آرام سے بولیں کیونکہ وہ واقعی ادھر سلجھی ہوئی بچی بن کے رہتی تھی۔

پھر اسی محفل کو چار چاند لگانے کے لیے ہارون کے پیرنٹس بھی مبارک باد دینے کے لیے آگئے اور پھر یہ محفل اپنے عروج کو پہنچتی تا دیر جمی رہی۔

"تو اب نوشے میاں، ابا میاں بننے جا رہے ہیں؟" ہارون دانت نکالتا ہوا اسے اوپر سے نیچے تک دیکھتا ہوا معنی خیزی سے بولا۔

"ہاں بن رہا ہوں لیکن اس میں اتنے دانت نکالنے کی کیا ضرورت ہے؟" وہ چڑ کے بولا۔

"لو بننے والی بات کیونکر نہیں ہے؟ میرا دوست ابا بننے جا رہا ہے۔ میں تو خوشی سے جھوم رہا ہوں۔" وہ "ابا" پہ زور دیتا ہوا واقعی جھومنے کی اداکاری کرتا ہوا احمیر کو بہت برا لگا۔

"ابا، دوست بن رہا ہے۔ تم نہیں جو خوشی سے چرسیوں والی ایکٹنگ کر رہے ہو۔" وہ بدمزاجی سے اسے گھورتا ہوا بولا تو اس نے بھی جوابی گھوری ڈالی۔

"میں تو چلو خوش ہوں ہی، تو بتا تیری شکل کیوں چندہ مانگنے والوں کی طرح لٹکی ہوئی ہے؟" وہ ازراہِ ہمدردی اس سے پوچھنے لگا۔

"در فٹے منہ تمہارے پوچھنے پہ، دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔" وہ منہ پھیرتا ہوا ناراضگی سے بولا تو وہ اس روٹھی محبوبہ کی ادائیں ملاحظہ کرتا رہ گیا۔

"اچھا غصہ تھوک دے اور بتا کہ کیا بات ہے؟" وہ اسے پچکارتا ہوا بولا۔

For more visit (exponovels.com)

"کچھ نہیں ہوا یار، مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی خود کی یا اپنے احساسات و جذبات کی۔" وہ سخت الجھا ہوا محسوس کر رہا تھا خود کو۔

"میں جب اس رشتے کو مارجن دینے کی کوشش کرنے لگتا ہوں، وہ جھانسی کی رانی ساری کوشش پہ پانی پھیر دیتی ہے۔" اسے اس کا ٹھس انداز یاد آیا تو وہ تپتے ہوئے مزید گویا ہوا۔

"تم اس رشتے اور بھابھی کو اسپیس دو کچھ عرصہ اور خود کو بھی ریلیکس کرو۔" وہ اس مسئلے میں زیادہ انوالو نہیں ہونا چاہتا تھا، اس لیے اسے سادگی سے مشورہ دیتا ہوا بولا لیکن تب ہی حمیر کا موبائل بج اٹھا۔

"کس کی کال ہے؟" اس نے حمیر سے پوچھا جس کے ہونٹوں پہ اب بہت پیاری سی مسکان مچل رہی تھی۔

"دوست ہے میری۔" اس نے خوشگواریت سے جواب دیا تو وہ اسے افسوس سے دیکھ کے رہ گیا۔

"اپنی لوفروں اور ٹھرکیوں والی حرکتیں خود نہ چھوڑنا اور الزام بھابھی پہ لگا رہے ہو۔ بہت اچھا کرتی ہیں وہ جو تجھے گھاس نہیں ڈالتیں، خبیث انسان!" وہ اسے اچھی خاصی سناتا ہوا روم ریفریجریٹر کی سمت بڑھ گیا جبکہ وہ دانت پیستا ہوا اس دوست نما مخلوق کی جلی کٹی ہضم کرتا ہوا موبائل کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ اپنی ساری تقریریوں رائیگاں جانے پہ سوائے افسوس کے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

"میں نے کیا سمجھایا تھا آپ کو خوش بخت؟" وہ بہت مزے سے چمچ بھر بھر کے آئس کریم منہ میں ڈال رہی تھی جب منزہ بیگم افراتفری میں اس کی طرف آتے ہوئے بولیں تو وہ بوکھلائی۔

"کیا ہوا پھپھو بیگم؟ کیا بولا ہے آپ نے؟" وہ آنکھیں سکیڑے یاد کرنے کی کوشش میں تھی کہ انہوں نے کوئی کام تو نہیں کہا اسے۔

"حد ہو گئی ہے بچے! حمیر کے پاس ڈرائنگ روم میں نجانے کون آئی ہے اور آپ یہاں آئس کریم کھا رہی ہیں۔" وہ خفگی سے بولیں تو اس کے ذہن میں جھماکے کے ساتھ ان کی باتیں گونجیں تو وہ جلدی سے آئس کریم کا باؤل ٹیبل پہ رکھتی ڈرائنگ روم کی طرف لپکی جب پھپھو نے اس کا بازو لپک کے تھاما۔

"جائیں اچھے سے تیار ہوں پہلے۔" وہ اس کے حلیے کو ناقدانہ نگاہوں سے دیکھتی بولیں تو وہ خجل سی ہوتی فوراً اپنے کمرے کی طرف بڑھی جبکہ وہ اس کی ایسی لاپرواہ طبیعت پہ کڑھ کے رہ گئیں۔

For more visit (exponovels.com)

"السلام علیکم!" غیر متوقع پرجوش سی بلند آواز پہ اس نے کرنٹ کھا کر دروازے کی طرف دیکھا جہاں وہ گرین اور مہرون رنگ کے جدید تراش خراش کے دیدہ زیب سوٹ میں ملبوس فریش سی کھڑی انہیں دیکھ رہی تھی۔

"وعلیکم السلام۔" اس نے تو نہ صحیح لیکن اس کے پاس بیٹھی اس نازک اندام حسینہ نے آنکھوں میں حیرانی لیے اسے سلام کا جواب دیا اور پھر حمیر کی جانب متوجہ ہوئی۔

"ہیری! ہو از شی؟" اس نے تجسس سے پوچھا تو اس کی آنکھیں ابلنے لگیں۔

"ہیری واؤ!" وہ بنا آواز کے ہونٹوں کو ہلاتی آنکھیں گھما کے بولی تو اس نے فوراً اس کے چہرے سے نگاہ ہٹائی اور اپنی دوست کی طرف متوجہ ہوا جو آج بد قسمتی سے ضروری کام کے لیے گھر پہنچ گئی تھی۔

"ہیری! آپ نے بتایا نہیں اپنی دوست کو میرے بارے میں؟" بہت نزاکت کے ساتھ اپنے تازہ تازہ غانیہ کی مدد سے سٹریٹ کیے گئے بالوں کو ہاتھوں سے سنوارتی ہوئی وہ دل جلانے والے انداز میں مسکرائی۔

"ہیری! یہ کون ہیں جو اتنی بے تکلفی سے تمہیں بلا رہی ہیں؟" اس حسینہ سے اس کے انداز ہضم کرنا مشکل ہونے لگا تو وہ حمیر کا بازو ہلاتی ہوئی بولی۔

"اوہ! آپ کے کندھے پہ شاید کاکروچ۔" ایک دم خوشی شاکڈ انداز میں اس کے کندھے کی جانب اشارہ کرتی ہوئی بولی تو وہ اندوہناک چیخ مارتی حمیر کے پہلو سے اٹھی اور اس سے پہلے کہ ان دونوں میں سے کوئی کچھ سمجھتا خوش بخت پھرتی سے اس کی جگہ پہ حمیر کے پہلو میں اس سے جڑ کے بیٹھ گئی اور وہ دونوں اس کا منہ تکتے رہ گئے۔

جاری ہے۔

For more visit (exponovels.com)

ہمساز میرے

از حوریہ ملک

قسط9

"سوری لیکن مجھے میرے ہزبینڈ کے ساتھ بیٹھنا اچھا لگتا ہے۔" وہ دونوں ہاتھوں میں حمیر کا بازو جکڑتی آنکھیں پٹپٹاتی ہوئی معصومیت سے بولی تو اس حسینہ کو غش آنے لگا۔

"تمہارے ہزبینڈ؟" مارے صدمے کہ وہ چلا کر بولی۔

"حمیر! آپ نے اپنی فرینڈز کو بتایا نہیں ہماری شادی کے بارے میں؟" وہ شہد میں ڈوبی اس وقت بہت پیار سے اس سے مخاطب ہوئی جو بم کا گولہ بنا ہوا تھا۔

"یہ کون سا نیا ڈرامہ شروع کیا ہے تم نے؟" وہ دبے دبے لہجے میں اس کے کان میں غرایا تو وہ اس کی حالت کا سوچتی ہوئی کھکھلا کر ہنس دی جبکہ وہ فق چہرے کے ساتھ ان دونوں کو یوں پیار جتاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

"کچھ تو شرم کریں آپ، اب تو آپ بابا بننے والے ہیں۔" وہ شرمانے کی بھرپور اداکاری کرتی یوں چہرہ جھکا کے مسکراتی ہوئی بولی جیسے اس نے اس کے کان میں کوئی لطیف ساز و معنی اشارہ دیا ہو وہ کلس کے رہ گیا۔

"بابا؟" حسینہ کے کان سائیں سائیں کرنے لگے۔

"جی بابا، کچھ مہینوں تک یہ بہت پیارے بے بی کے بابا بننے والے ہیں۔" اب کے اس کے چہرے پہ فطری حیا کے رنگ پھیلے اور چہرے پہ الوہی سی مسکان چمکی۔

"ارے! آپ ابھی تک یونہی کھڑی ہیں، بیٹھیں اور اپنے بارے میں کچھ بتائیں۔" وہ یوں بولی جیسے اس کے کھڑے ہونے کا نوٹس ہی ابھی لیا ہو اور اس کا ہاتھ تھامتی اسے زبردستی سامنے والے صوفے پہ بٹھا لیا جبکہ خود اس کے ساتھ جڑ کے بیٹھی رہی۔

"باندری! دور ہو کر بیٹھو مجھ سے ورنہ میں بہت برا ایپش آؤں گا۔" وہ دانت پیستے ہوئے اس کے کان میں بولا تو وہ مزید اس کے ساتھ چپکی، دل کی جو حالت ہوئی سو ہوئی مگر اس کی حالت کا مزہ لیتے ہوئے وہ اپنی تیز ہوتی دھڑکنیں بھولی ہوئی تھی جبکہ اس کے مزید چپکنے پہ وہ خون کے گھونٹ بھر کے رہ گیا۔

For more visit (exponovels.com)

"نہیں میں چلتی ہوں۔" انکشاف اس قدر غیر متوقع تھا کہ اسے نگلنے کے لیے اسے کچھ وقت درکار تھا۔ اس لیے اس نے منظر سے ہٹنے میں ہی عافیت جانی۔

"میرے خیال سے آپ کو میرا آنا اچھا نہیں لگا، میں ہی اٹھ کے اندر چلی جاتی ہوں۔" وہ منہ بناتی ایسی شاندار اداکاری کرتی بولی کہ حمیر اگر اس وقت اس سے نالاں نہ ہوتا تو اسے آسکر ضرور دلواتا۔

"نہیں، نہیں بیٹھیں آپ۔ ایسی بات نہیں ہے۔" اس کی مظلوم اداکاری پہ وہ مسکراتی ہوئی بولی تو اس نے جتاتی ہوئی نگاہوں سے ساتھ بیٹھے شوہر کو دیکھا جو اس کے مظلوم ڈائیلاگ پہ اسے گھور رہا تھا۔

"نہیں! آپ لوگ بیٹھیں، میں چلتی ہوں۔" چونکہ اس کا کام ہو چکا تھا اس لیے وہ بہت اطمینان کے ساتھ اس کے پہلو سے اٹھی اور ہاتھ ہلاتی ہوئی باہر نکل گئی، وہ دونوں اس کے انداز ملاحظہ کرتے رہ گئے۔

"پتہ نہیں ساری دنیا کی لومڑیاں ایسے جوتے کیسے پہنتی ہیں؟ میرے تو پاؤں ٹوٹنے لگے ہیں۔" دو انچ اونچی ہیل پاؤں سے اتار کے دور پھینکتی وہ مسلسل بڑبڑاتی بیٹھ کر پاؤں دبانے لگی۔ اپنی پوری زندگی میں شادی کے دن اور آج کے علاوہ اس نے ایسا جوتا کبھی نہیں پہنا تھا لیکن آج پھپھو کی ہدایات پہ عمل کرنا ضروری تھا۔

"تم بھونڈی ایکٹنگ کی دکان! کیا بکواس کی ہے تم نے عمارہ کے سامنے؟" دھاڑ سے دروازہ کھولتے ہوئے وہ جس طوفان کی سی تیزی کے ساتھ اندر آیا اس کے جوڑا بناتے ہاتھ یکدم نیچے گرے۔ اس نے دو قدم پیچھے ہٹتے ہوئے اسے بغور دیکھا۔

"تمہارے بارے میں ہی باتیں کی ہیں۔ اب تمہیں بکواس لگ رہیں تو میں کیا کر سکتی ہوں؟" وہ کندھے اچکاتی بے نیازی سے بولی تو وہ چیخ اٹھا۔

"تم جانتی ہو نا کہ میں نے اپنی فرینڈز کو نہیں بتایا اس سو کالڈ شادی کا پھر کیوں آگئی ستی ساوتری بیوی بن کے؟" وہ سخت کبیدہ خاطر دکھائی دے رہا تھا۔

"ہاں تو اب یہ تمہاری غلطی ہے کہ تم نے نہیں بتایا، ایسے تو لڑکیاں اپنی عمر بھی نہیں چھپاتی جیسے تم ننھے کاکے اپنی شادی چھپا رہے ہو۔" وہ منہ بناتی طنزیہ انداز میں بولی۔

"میری ایک ہفتے کی محنت ضائع کر دی ہے تم نے۔" وہ خود پہ آئی بات کو اگنور کر تا سخت انداز میں بولا تو اس نے افسوس سے اسے دیکھا۔

For more visit (exponovels.com)

"تمہیں شرم نہیں آتی یوں لڑکیوں کے دل کے ساتھ کھیلتے ہوئے، ان سے فلرٹ کرتے ہوئے؟" وہ متاسف سی بولی تو وہ نظریں چرا گیا۔

"میں لڑکیوں کے پیچھے نہیں جاتا وہ خود آتی ہیں میرے پاس فرینڈشپ کرنے۔" وہ اپنے آپ کو جسٹیفائی کرنے کی کوشش میں بولا۔

"بات جو بھی ہو کم از کم تمہیں تو خیال رکھنا چاہیے کہ بیٹیاں سب کی سانجھی ہوتی ہیں۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولی تو وہ لاجواب ہو تا چڑ گیا۔

"زیادہ بھاشن مت دو مجھے اور خبردار آج کے بعد کسی کو بتایا کچھ تو۔" وارن کرنے کے انداز میں اس نے انگلی اٹھا کہ کہا۔

"وہ تو تمہاری بات ٹھیک ہے ڈیئر ہسبینڈ لیکن کچھ دیر پہلے تمہارے موبائل سے گاٹ میرڈ کے ساتھ بی کمنگ آ باباویری سون کا سٹیٹس بھی اپلوڈ کر دیا گیا تھا جو شاید اب تک سب دیکھ چکے ہوں گے۔" ننگے پاؤں اس کے ساتھ بنا ڈوپٹے کے پر سکون انداز میں کھڑی وہ بالوں کی لٹ انگلی پہ لپیٹتی بڑے انداز سے بولی تو اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

"یہ۔۔۔ یہ تم نے کیا؟" صدمے کے مارے اس کی آواز گنگ ہو گئی۔

"نہیں نہیں، موبائل نامی کھلونے کا مجھے زیادہ نہیں پتا لیکن اللہ کا شکر ہے یہاں میرے بہت زیادہ خیر خواہ موجود ہیں۔" وہ اپنے سسرالیوں کی غائبانہ تعریف کرتی آنکھیں پٹپٹا کر بولی تو وہ ضبط سے مٹھیاں بھینچ کے رہ گیا۔

"تم مر جاؤ گی آج میرے ہاتھوں سے۔" اس نے جارحانہ انداز میں دونوں ہاتھ اس کی گردن کی سمت بڑھائے لیکن برا ہو خوش بخت کے سینڈل کا جس سے اس کا پیر الجھنے کی وجہ سے وہ ٹھوکر کھاتا اسی پہ گرنے لگا تھا۔ وہ چونکہ ہوشیار کھڑی تھی اس لیے پھرتی سے سائیڈ پہ ہوئی تو وہ دھڑام سے بیڈ پہ یوں گرا کہ ایک ٹانگ بیڈ پہ اور ایک بیڈ سے نیچے بے جان لٹک رہی تھی۔ اس کے ایسے گرنے پہ اس کے ہونٹوں سے ہنسی کا پھوارہ چھوٹ گیا۔

"ڈیئر ہزبینڈ! زیادہ تو نہیں لگی؟" وہ ہلکا سا اس کی جانب جھکتی مزہ لینے والے انداز میں چڑاتی ہوئی بولی۔ اس کا چہرہ خفت اور غصے سے لال انگارہ ہونے لگا جسے دیکھ کہ خوشی کو اس کھیل میں اور مزہ آنے لگا۔

"کیسی بیوی ہو تم؟ تمہیں شرم نہیں آتی شوہر سامنے گرا ہوا ہے اور تم سہارا دینے کی بجائے دانت نکال رہی ہو؟" وہ خود سے اٹھتے ہوئے شرم دلانے والے لہجے میں اس پہ دھاڑا لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔

"تو تم کون سا خدانخواستہ چھت سے نیچے گرے ہو۔ اتنے نرم گدے پہ گرے ہو ایسے میں تمہیں کیا سہارا دیتی میں؟" اس کی بے نیازی کا عالم عروج پہ تھا جس پہ وہ جل اٹھا۔

For more visit (exponovels.com)

"اسی لیے، بس اسی لیے میں شادی کے سخت خلاف تھا۔" وہ دانت کچکچاتے ہوئے بولا۔

اس سے پہلے کہ یہ دنگل مزید چلتا ریشا بیگم دروازہ کھٹکھٹاتی اندر داخل ہوئیں۔

"حمیر! یہ کیا طریقہ ہے، دروازہ کھول کے آپ مسلسل خوش بخت سے کس طرح سے بات کر رہے ہیں؟ بندہ پرائیویسی کا ہی خیال کر لیتا ہے۔" وہ خشمگین نگاہوں سے انہیں دیکھتی بولیں تو دونوں کھلے دروازے کو دیکھ کہ کھسیا گئے مگر اگلے ہی لمحے وہ شروع ہو چکا تھا۔

"اپنی بہو کو سمجھالیں کہ میرے معاملات میں نہ بولا کرے۔" وہ سخت نالاں نظر آرہا تھا۔

"کیوں؟ یہ کیوں نہ بولیں؟ بیوی ہیں آپ کی، آپ کے ہر معاملے کی خبر رکھنا حق بھی ہے ان کا اور فرض بھی۔" وہ سنجیدہ انداز میں بولیں تو وہ تپ اٹھا۔

"پھر اس حقوق و فرائض کی پوٹلی کو میرے ساتھ آفس بھی بھیجا کریں کہ ادھر بھی میرے بہت سے معاملات ہوتے ہیں، ان کی بھی خبر رکھا کرے۔" اس کا ہر ہر لفظ آگ میں لپٹا ہوا نکل رہا تھا۔

"اچھا مشورہ ہے ویسے۔" خوشی مدہم سے لہجے میں منمنائی تو اس نے زبردست گھوری سے اسے نوازا۔ وہ جوابازبان چڑا کے رہ گئی۔ اپنی ماں کے سامنے بیوی سے ایسے پروٹوکول پہ وہ ضبط کے کڑوے گھونٹ بھر کر رہ گیا جبکہ ریشا بیگم نے بمشکل اپنی امڈتی مسکان ضبط کی۔

"باپ بننے والے ہیں آپ مگر ابھی تک خود بچوں والی حرکتیں اور باتیں ختم نہیں کی آپ نے۔" وہ اسے لتاڑتی ہوئی بولیں تو اس نے فوراً آنکھیں گول گول گھمائیں۔

"مجھے چھوڑیں، ان کو دیکھیں یہ غلطی سے ماما بننے لگی ہے جس کی عمر ابھی مار کٹائی کرنے کی ہے۔" وہ جلتا بھنتا اس کی طرف اشارہ کر کے کہتا واک آوٹ کر گیا جبکہ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتیں زور سے ہنس دیں۔

"منہ بند کر اپنا خبیث انسان، ورنہ تیرے یہ بتیس دانت توڑ کے رکھ دوں گا۔" وہ پاگلوں کی طرح ہنستے ہارون کو غصے سے دیکھتا ہوا دھاڑا مگر اس کی بے لگام ہنسی کو بریکیں نہ لگیں۔

"میرا ہی دماغ خراب تھا جو میں نے تجھ جیسے کمینے انسان کو آکے بات بتائی۔" وہ اسے بے دریغ گھورتا ہوا بولا تو وہ بمشکل ہاتھ چہرے پہ پھیرتا خود پہ قابو پانے لگا۔

"اچھا سوری! ویسے کتنا غلط ہوا نا تیرے ساتھ کہ جو بیوی تجھے گھاس نہیں ڈالتی وہ آج ستی ساوتری بیوی کا روپ دھارتے ہوئے آپ کے ایک ہفتہ پرانے افیئر کی واٹ لگا گئی۔" وہ نیوز کاسٹر کی طرح نیوز بریک کرنے والے انداز میں بولا تو اس کے الفاظ نے اس کے پورے وجود میں آگ لگا دی، وہ آگ بگولہ ہوتا اس کی طرف لپکا۔

For more visit (exponovels.com)

"تیری تو میں۔۔" وہ اسے گردن سے جکڑتا اسے کے پیٹ میں چار پانچ گھونسے رسید کرتے ہوئے اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے لگا۔

"یار!بس کر، بیوی کا غصہ مجھ پہ کیوں نکال رہا ہے؟" وہ اپنا بچاؤ کرتا ہوا دہائی دینے لگا مگر بیوی کے نام پہ اسے ایک اور گھونسا پڑا۔

"بہت اچھا کیا تیری بیوی نے تجھے گرتے ہوئے سہارا نہیں دیا، تو ہے ہی اسی لائق، سانڈ چھوڑ دے مجھے۔" وہ مار کھا کر بھی چھیڑنے سے باز نہ آیا تو اگلے پانچ منٹوں میں آفس کو تلپٹ کرتے ہوئے وہ ایک دوسرے کی ہڈیاں سینکنے لگے۔

..........------------------

"اوکے دادو ڈارلنگ! میں نکلتا ہوں۔" چائے کے بڑے بڑے گھونٹ لیتا وہ جلدی سے دادو سے ملتا دروازے کی جانب بڑھنے لگا تھا جب مرزا بیگم کی پکار پہ رکا۔

"حمیر! رکیے زرا، خوشی کو بھی آفس لے کر جائیے۔" ان کی بات پہ اس نے اچھنبے سے ان کی جانب دیکھا اور پھر نگاہ سامنے کی جہاں وہ بلیک کیپری کے ساتھ بلیک ہی شارٹ فراک پہنے، بلیک حجاب کیے ہم رنگ سینڈل پہنے نک سک سی تیار کھڑی اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں بجا گئی۔

"کیا مطلب؟ یہ کیوں جائے گی آفس؟" اس نے تیکھے چتونوں سے پوچھا۔

"بیٹا آپ نے خود ہی تو کہا تھا کہ خوشی کو آپ کے ساتھ آفس بھیجا جائے تاکہ وہ ادھر آپ کا خیال رکھا کرے۔" ریشا بیگم نے اتنی معصومیت سے بیان میں ردوبدل کیا کہ وہ چکرا کے رہ گیا۔

"میں نے ایسا کب کہا تھا اور میں ایسا کیوں کہوں گا؟" وہ چکراتے سر کے ساتھ ایک دم چلا کے بولا تو مرزا بیگم نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"اب ہمیں کیا پتہ کہ ایسا کیوں اور کب کہا مگر اب جب کہہ دیا ہے تو اپنی بات پوری کریں۔" اسد صاحب سنجیدگی سے بولے تو اس کا دل چاہا وہ اسے بھون کے رکھ دے جو اس کی آزادی کا بینڈ بجا رہی تھی۔

"میں کہیں نہیں لے کے جارہا اسے۔" وہ اکھڑ لہجے میں بولا تو خوش بخت بظاہر آنکھوں میں آنسو بھرتی ہوئی مرزا بیگم کو دیکھنے لگی۔

"کیوں نہیں جاسکتیں یہ جبکہ کمپنی میں پچیس پرسنٹ کی شیئر ہولڈر ہیں۔ اس لیے آفس جانے کے لیے آپ کی اجازت کی ضرورت نہیں۔" مرزا بیگم سختی سے بولیں تو اس کا غصے کے مارے برا حال ہونے لگا۔

"جائیں بیٹا۔" ریشا بیگم اسے ساتھ لیے جلتے بھنتے بیٹے کی طرف لائیں تو وہ پیر پٹختا ان کے آنے سے پہلے ہی باہر نکل گیا۔

"پوری فتنی ہو تم، دل کر رہا کہ گاڑی کہیں دے ماروں ابھی کے ابھی۔" وہ غصے سے جلبلاتا بولا تو اسے ہنسی آنے لگی۔

For more visit (exponovels.com)

"سچ چہ اتنی محبت کہ مرنے کے ارادے بھی میرے ساتھ بنا رہے ہو۔" وہ آنکھیں پٹپٹا کر بولی تو اس نے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے گھورا۔

"ہاں اتنا ہی تمہارے عشق میں ڈوبا ہوں نا جو تمہارے سنگ مروں گا میں۔" وہ ناک چڑاتا ہوا بولا۔

"شکریہ بتانے کے لیے۔" وہ کمال بے نیازی سے بولی تو وہ جل بھن گیا۔

"اس حالت میں لڑکیاں گھر میں آرام کرتی ہیں اور ایک تم ہو جسے ابھی لور لور پھرنا یاد آیا۔" وہ اس کے سراپے کو دیکھتا کلستے ہوئے بولا تو وہ گڑبڑائی۔

"بے شرم۔" اسے مہذب الفاظ سے نوازتے ہوئے وہ خود کو کمپوز کرتی بولی۔

"تم اتنا اصرار کر رہے تھے، اب تمہاری بات بھی تو ماننی تھی نا۔" وہ دل جلاتی مسکان لیے اسے شعلوں کی نذر کر گئی۔

"خبردار اگر وہاں تم نے میری کسی بات یا کام میں ٹانگ اڑائی یا وہاں کے معاملات کو گھر میں آ کے شیئر کیا۔" وہ اسے دھمکاتے ہوئے بولا لیکن وہ بنا اثر لیے بس مسکراتے ہوئے اس کا بی پی ہائی کرتی رہی۔

"سر مے آئی کم ان؟" اس کی سیکریٹری نتاشہ دروازہ کھولے اپنی سریلی آواز میں بولی تو آرام سے صوفے پہ بیٹھی خوش بخت کے کان چوکس ہو گئے۔

"پیدائشی بے شرم! سیکریٹری بھی چن کے خوبصورت رکھی ہے۔ نجانے بیوی چنتے ہوئے بیچارے کی چوائس کو کیا ہو گیا تھا۔" وہ سیکریٹری کا خود سے موازنہ کرتی اس سے ہمدردی محسوس کرنے لگی جواب پٹر پٹر انگلش بولتے ہوئے اس سے محوِ گفتگو تھا۔

"سر! ہو از شی؟" بار بار اس کی نگاہیں خود پہ محسوس کر کے چار و ناچار اس سے استفسار کر ہی لیا تو وہ پل بھر کو ٹھٹھکا۔

"شی از مائی کزن۔" وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں خوش بخت کو چپ رہنے کی وارننگ دیتا آرام سے بولا۔

"اوہ مجھے لگا آپ کی وائف ہیں۔" وہ لمبا سا سانس کھینچتی ہوئی بولی کہ اس کی شادی کی خبر تو سب کو تھی لیکن یہ نیو سیکریٹری اس کی شادی پہ نہیں گئی تھی جبکہ خوش بخت نے تیکھے چتونوں سے انہیں گھورا۔

"جی ان کی وائف ہی ہوں، آپ نے ان کی پوری بات ہی نہیں سنی، وہ کہنے لگے تھے کہ میں ان کی کزن اور وائف ہوں۔" وہ جتانے والے انداز میں کہتی نجانے کس جذبے کے تحت اس کا بھرم بھی رکھتی ہوئی بولی تو حمیر کو لگا اس نے رکھ کے ایک طمانچہ اس کے منہ پہ دے مارا ہو۔ اس کا چہرہ سبکی کے احساس سے سرخ پڑنے لگا۔

For more visit (exponovels.com)

"کیا؟؟؟" اس کی بات سننے کے بعد اس نے اچھنبے سے ایک نظر حمیر اور دوسری نظر خوش بخت پہ ڈالی۔

"جی مس نتاشا! آپ نے میری بات پوری نہیں سنی، یہ میری وائف ہیں۔ آپ ان کے لیے یہ سامنے والا کیبن سیٹ کروائیے۔ اب سے یہ بھی آفس آیا کریں گی۔" اب اس کو اپنا بھرم بھی برقرار رکھنا تھا سو بہت ہی سنجیدگی سے بولا۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا حالانکہ اتنے ہینڈسم سر کی ایسی معمولی شکل صورت والی بیگم دیکھ کے اسے دھچکا ضرور لگا تھا۔

"ایکسکیوز می مس نتاشا! اکا ئنڈلی میرے لیے یہ اپنے سر کے روم کے ساتھ والا کیبن ریڈی کروائیے گا۔ یو نو ہماری نئی نئی شادی ہوئی ہے اور مجھے انہیں دیکھنا اچھا لگتا ہے۔" وہ بہت اطمینان سے محبت کرنے والی بیوی کی اداکاری کرتی اپنے الفاظ پہ زور دیتی ہوئی بولی۔ خجالت کا شکار حمیر کا دل چاہا وہ اس کے منہ پہ ایلفی چپکا دے۔

"اوکے میم!" وہ معنی خیز سا مسکراتی باہر نکل گئی جبکہ وہ غصے سے گویا اس پہ الٹ پڑا۔

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب؟ سیکریٹری کے سامنے ایسی بکواس کون کرتا ہے؟" وہ غصے سے آگ بگولہ ہو رہا تھا۔

"اب مجھے کیا پتہ کون کرتا ہے؟ میں کون سا روز آتی ہوں۔ آج پہلے دن ہی آئی ہوں۔" وہ بہت معصومیت سے بات کا رخ بدلتی آرام سے بولی تو وہ اپنے بال مٹھیوں میں جکڑ کر رہ گیا۔

"نجانے میرے کس گناہ کی سزا ہو تم خوش بخت۔" وہ کبیدہ خاطر ہوتا بولا۔

"خوش بخت مرزا تمہارے کسی ثواب کا اجر تو ہو سکتی ہے لیکن کسی گناہ کی سزا نہیں۔" وہ اس قدر برجستگی سے بولی کہ وہ لاجواب ہو گیا۔

"گھر میں دماغ کھانے کا ٹائم تمہیں کم ملتا ہے جو ادھر آ گئی ساتھ دماغ کا دہی بنانے؟" وہ چڑتا ہوا بولا۔

"بتایا تو ہے کہ نئی نئی شادی ہے تو اس لیے جہاں تم وہاں میں۔" وہ چڑانے والے انداز میں بولی۔

"نئی شادی کی خماری سے نکل آؤ۔ ایک بچے کے ماں بننے والی ہو۔" وہ طنزیہ انداز میں بولا تو وہ لحظہ بھر کو جھجکی۔

"اب بچے کی وجہ سے محبت تو کم نہیں ہو سکتی نا؟" وہ اپنی رو میں بول گئی تو وہ ٹھٹھکا، بغور اس کا جائزہ لیا اور پھر مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجائے اس کی جانب بڑھا۔

"جب بات محبت کی ہے تو اتنی دور سے کیوں کر رہی ہو جانم؟" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کے کھینچتا ہوا اپنے مقابل کھڑا کر گیا تو اس کا دل پل بھر کو ساکت ہوا اور پھر تیزی سے دھڑکنے لگا۔

"دیکھو تم میری بات۔۔" اسے منزہ بیگم کی بات یاد آئی کہ وہ ایسے ہی اسے ڈسٹریکٹ کرے گا تو وہ خود کو مضبوط بناتی بولنے لگی جب وہ بہت نرمی سے اس کے ہونٹوں پہ انگشت شہادت رکھ گیا۔

For more visit (exponovels.com)

"ششش میری جان! بات محبت کی چھیڑ دی ہے تو اب باقی سب باتوں کا تذکرہ مت چھیڑو۔" وہ خمار آلود لہجے میں کہتا اس کے چھکے چھڑا گیا۔ اسے اپنی زبان پہ جی بھر کے غصے آیا۔ اس نے پوری قوت کے ساتھ خود کو چھڑانا چاہا لیکن اس کا الٹا اثر ہوا۔ وہ اسے بازووں میں سمیٹتے ہوئے سینے سے لگا گیا۔

"میری جان! اب ایسی مزاحمت کیوں؟ پاس رہنا قریب سے دیکھنا، محبت جتانا یہ سب تمہارا ہی تو کہنا ہے۔ یونو نئی شادی ہے ہماری۔" وہ گرفت بدستور مضبوط کرتا گھمبیر لہجے میں بول رہا تھا جبکہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دے۔

"میرا دماغ خراب تھا جو ایسا کہا۔ پلیز چھوڑو مجھے، کوئی آفس میں آجائے گا۔" وہ چاہ کے بھی اپنے لہجے کو مضبوط نہیں رکھ سکی اور اسے کسی کے آنے کا ڈراوا دیا لیکن وہ اپنے کلسنے کا بدلہ اس سے لینے لگا۔

"آنے دو سب کو پتہ تو ہے کہ تم میری بیوی ہو اور جنھیں نہیں پتہ انہیں تم بتا دینا۔" وہ اس کے کان کے پاس یوں چہرہ کر تا سرگوشی نما آواز میں بولا کہ اس کے نرم گرم ہونٹ اسے کان کی لو میں حرکت کرتے محسوس ہوئے۔

"حمیر! چھوڑو مجھے۔" وہ بے بسی سے بھینچی ہوئی آواز میں بولی۔

"پھر سے پکارو۔" اس کے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھامتے ہوئے اس نے بہکے بہکے انداز میں کہا تو اسے خواہ مخواہ طیش آنے لگا مگر اس سے پہلے کہ وہ اس کے پیٹ میں مکا مارتی وہ اس کے دونوں ہاتھ ایک ہاتھ میں جکڑ گیا۔

"اونہوں! محبت کرنے والی بیویاں ایسی تخریب کاریاں نہیں کرتیں۔ شاباش دوبارہ نام پکارو میرا۔" وہ اس کے ہاتھ زبردستی اپنی کمر پہ باندھتا عجب دھونس بھرے لہجے میں بولا تو وہ بے بس ہونے لگی۔

اسے اس شاطر انسان پہ جی بھر کے تاؤ آیا جو اس کی کمزوری پکڑ چکا تھا اور وہ کوئی شدید ردعمل بھی نہیں دے سکتی تھی کہ ان کا سارا پلان ملیامیٹ ہونے کا خدشہ تھا۔

"حمیر! پلیز چھوڑو مجھے۔" وہ بے بسی سے سر جھکاتی ہوئی بولی اور اس لمحے کا بدلہ کسی اور وقت کے لیے رکھ چھوڑا۔

"یہ کس نے پکارا ہے عدم اتنی چاہ سے
کہ احساسِ برتری سے میں خدا ہو گیا ہوں"

گھمبیر لہجے میں کہتا ہوا وہ اس کے سرخ پڑتے چہرے پہ جھکا۔ اسی پل اسے محسوس ہوا جیسے دروازہ ناک کیا گیا ہو تو اس کا کلیجہ حلق میں اٹکا، اس نے اس کی شرٹ کھینچتے ہوئے اسے متوجہ کرنے کی کوشش کی لیکن بے سود پھر اس نے اس کی کمر میں زور سے ناخن چبھوئے لیکن وہ نجانے کون سا نشہ کر بیٹھا تھا آج کہ جسے کوئی بھی چیز متوجہ نہیں کر پا رہی تھی جبکہ اس کا دم گھٹنے کو تھا اور دروازے پہ ہوتی مسلسل دستک نے الگ دل کو دھڑکا لگایا ہوا تھا مگر وہ ڈھیٹ یونہی جھکا رہا۔

For more visit (exponovels.com)

"حمیر! تم کدھر بز۔۔۔" جب اندر آنے کی کسی طور اجازت نہ ملی تو وہ اس کے واش روم ہونے کا سوچ کے اندر داخل ہو گئی مگر سامنے دکھائی دیتے منظر پہ اسے اپنا وجود ہوا میں معلق ہوتا محسوس ہوا۔

وہ اسے بازوؤں میں جکڑے ساری دنیا کو بھلائے اس کے وجود پہ چھایا اس کی سانسیں روکے کھڑا تھا جبکہ وہ اس کی شرٹ کھینچتی ہوئی پھٹی پھٹی نگاہوں سے آفس کے بیچ و بیچ کھڑی ہکا بکا مشعال چوہدری کو دیکھ رہی تھی جو آنکھوں میں چنگاریاں بھرے انہیں گھور رہی تھی۔

جب وہ اس کی آمد اور اس کی مزاحمت سے بھی کسی طور پیچھے نہ ہٹا تو اس نے ہاتھ نیچے کرتے ہوئے زور سے اس کے پیٹ پہ مکا مارا۔ وہ ہڑبڑاتا ہوا پیچھے ہٹا جبکہ وہ گہرے سانس بھرتی ہوئی اپنی منتشر دھڑکنیں بحال کرنے لگی۔

"حمیر! یہ سب کیا ہے؟" صدمے سے چور آواز نے اس کے بہکے بہکے اعصاب کو کرنٹ سا لگایا۔ وہ جھٹکے سے مڑا تو مشعال کو دیکھ کر ایک پل کے لیے چکرا گیا۔

"مشعال! تم یہاں؟" وہ بس اتنا ہی کہہ سکا اور اپنی بے اختیاری پہ خود کو جتنا کوس سکتا تھا کوس رہا تھا۔

"اوہ! آپ بھی نا، ہمیشہ ایسے ہی کرتے ہیں، نہ جگہ دیکھتے ہیں نہ موقع۔" وہ اس کی حرکت پہ تپی ہوئی تھی مگر اس سولہویں صدی کے عاشقوں کی شکلیں دیکھ کر اس نے جلتی پہ تیل چھڑکنے کے لیے اس کے کوٹ کو نزاکت سے ہاتھ میں جکڑتے ہوئے شرمیلے انداز میں کہا۔ حمیر نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا جبکہ وہ تو جلتے توے پہ جا بیٹھی۔

"تم جیسا چیٹر میں نے پوری زندگی میں نہیں دیکھا۔ تم نے مجھے کہا کہ آج لانگ ڈرائیو پہ چلیں گے لیکن یہاں تم اپنی بیوی کے ساتھ گل چھرّے اڑا رہے ہو۔ آئی ہیٹ یو۔" وہ غرا رہی تھی جبکہ سفید رنگت سرخ انگارہ ہو رہی تھی اور وہ معصوم سی شکل بنائے اس صورتحال کو انجوائے کر رہی تھی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے جیسا تم سمجھ رہی ہو۔" وہ سنجیدگی سے بولا کیونکہ اس نے جو کیا پورے ہوش و حواس میں کیا تھا اور اسے وہ جسٹیفائی بھی نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن وہ اسے بھی ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"مجھے کچھ بھی نہیں سننا تمہارے جیسے چیٹر سے۔" وہ ناراضگی سے کہتی ہوئی ٹک ٹک کرتی ہوئی واپس چلی گئی تو اس کے چہرے پہ کوفت سی پھیل گئی۔

"کیا ہوا؟ یہ بھی چلی گئی؟" وہ اس کے پہلو سے لگی آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے بولی تو اس نے بے دریغ اسے گھورا اور کندھے کو زور سے جھٹکا۔

"میری اتنے ہفتوں کی محنت ضائع کر دی۔ اتنی فتنی ہو تم کہ پہلے دن ہی فساد پھیلا دیا۔" وہ بری طرح کلس رہا تھا۔

"میں نے نہیں کہا تھا کہ بنا موقع دیکھے عمران ہاشمی بن جاؤ۔" وہ بھی بنا لگی لپٹی بولی تو اس نے بھنویں اچکا کر اسے دیکھا۔

For more visit (exponovels.com)

"سبحان اللہ! کیا کہنے ہیں تمہارے، ویسے تمہیں کسی بات کا پتہ نہیں اور اس عمران ہاشمی کا کتنا پتہ ہے تمہیں۔" وہ طنزیہ انداز میں عمران ہاشمی پہ زور دیتا ہوا بولا تو وہ ہلکی سی خفت زدہ ہو گئی۔

"تم ہی ہر وقت اس کی مالا جپتے رہتے ہو۔ اس لیے اس کا نام یاد رہ گیا مجھے۔" وہ خفت مٹانے کو مبالغہ آرائی کی حد کر گئی۔

"بس بھی کر دو، کتنا فضول بولتے ہو تم۔ کوئی کام کاج بھی کر لیا کرو۔ میں ذرا آفس کا چکر لگا آؤں۔" اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا وہ جلدی سے اس کے سمجھنے سے قبل آفس ڈور کراس کر گئی اور وہ جہاں کا تہاں کھڑا رہ گیا۔ جب بات سمجھ میں آئی تو وہ دانت پیستا ہوا اس کے پیچھے لپکا۔

"ساری دنیا سیانی ہو سکتی ہے لیکن میری یہ ناہنجار اولاد کبھی سدھر نہیں سکتی۔" قدسیہ بیگم کھلے صحن میں بیٹھیں ان سب کو کوس رہی تھیں جو پائپ لگا کے گملوں کو پانی دینے کا بہانہ بنا کے خود بھیگ رہے تھے۔

"خوشی! ادھر مر آ، اپنی طبیعت کا ہی خیال کر لے کچھ۔" انہوں نے بھائیوں کے ساتھ الہڑ بازیاں کرتی ہوئی خوش بخت کو پکارا لیکن وہ ان سنی کر گئی۔

"خوش بخت!" وہ سنجیدگی سے بولیں تو اس نے مڑ کے انہیں دیکھا۔

"کیا ہے اماں! کیوں اتنا بول رہی ہیں؟" وہ چڑ کے بولی تو اس کی بھٹکتی توجہ محسوس کر کے عذیر نے پائپ کا رخ اس کی طرف موڑا۔ وہ اماں کا جواب سنے بغیر اس کی طرف لپکی۔

"تو رک ادھر، تیرا قیمہ میں بناتی ہوں۔" وہ شرٹ کے بازو فولڈ کرتی ہوئی خطرناک تیوروں سے اس کے پیچھے لپکی تو اماں کی ہوائی چپل نے اس کی کمر کی زوردار سینکائی کی۔

"شرم تو نہیں آتی میرے معصوم بچوں پہ نظر رکھتے ہوئے۔ خبردار میرے بچوں کو ہاتھ بھی لگایا تو۔" وہ کڑے تیوروں سے اسے گھورتی ہوئی بولیں۔

"ہاں وہ معصوم تو آپ کے ہیں اور مجھے کہیں سے اٹھایا ہے ناجیسے۔" اس نے ایک نظر کھی کھی کرتے بھائیوں پہ ڈالی اور اماں سے تیکھے لہجے میں بولی۔

"آپا! پوچھ لینا ابا سے، کیا پتہ کہیں سے اٹھا کر ہی لائے ہوں تمہیں۔" شہیر کی زبان میں کھجلی ہوئی تو اس نے بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال دیا۔

For more visit (exponovels.com)

"تو رک تجھے تو اماں خود کہیں سے اٹھا کر لائی تھیں اور تمہارے یہ گندے ساتھیوں کو بھی۔" وہ غصے سے دھاڑی۔

"سبحان اللہ! کیا کہنے ہیں تمہارے، ویسے تمہیں کسی بات کا پتہ نہیں اور اس عمران ہاشمی کا کتنا پتہ ہے تمہیں۔" وہ طنزیہ انداز میں عمران ہاشمی پہ زور دیتا ہوا بولا تو وہ ہلکی سی خفت زدہ ہو گئی۔

"تم ہی ہر وقت اس کی مالا جپتے رہتے ہو۔ اس لیے اس کا نام یاد رہ گیا مجھے۔" وہ خفت مٹانے کو مبالغہ آرائی کی حد کر گئی۔

"بس بھی کر دو، کتنا فضول بولتے ہو تم۔ کوئی کام کاج بھی کر لیا کرو۔ میں ذرا آفس کا چکر لگا آؤں۔" اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا وہ جلدی سے اس کے سمجھنے سے قبل آفس ڈور کراس کر گئی اور وہ جہاں کا تہاں کھڑا رہ گیا۔ جب بات سمجھ میں آئی تو وہ دانت پیستا ہوا اس کے پیچھے لپکا۔

"ساری دنیا سیانی ہو سکتی ہے لیکن میری یہ ناہنجار اولاد کبھی سدھر نہیں سکتی۔" قدسیہ بیگم کھلے صحن میں بیٹھیں ان سب کو کوس رہی تھیں جو پائپ لگا کے گملوں کو پانی دینے کا بہانہ بنا کے خود بھیگ رہے تھے۔

"خوشی! ادھر مر آ، اپنی طبیعت کا ہی خیال کر لے کچھ۔" انہوں نے بھائیوں کے ساتھ الٹر بازیاں کرتی ہوئی خوش بخت کو پکارا لیکن وہ ان سنی کر گئی۔

"خوش بخت!" وہ سنجیدگی سے بولیں تو اس نے مڑ کے انہیں دیکھا۔

"کیا ہے اماں! کیوں اتنا بول رہی ہیں؟" وہ چڑ کے بولی تو اس کی بھٹکتی توجہ محسوس کر کے عذیر نے پائپ کا رخ اس کی طرف موڑا۔ وہ اماں کا جواب سنے بغیر اس کی طرف لپکی۔

"تو رک ادھر، تیرا قیمہ میں بناتی ہوں۔" وہ شرٹ کے بازو فولڈ کرتی ہوئی خطرناک تیوروں سے اس کے پیچھے لپکی تو اماں کی ہوائی چپل نے اس کی کمر کی زوردار سینکائی کی۔

"شرم تو نہیں آتی میرے معصوم بچوں پہ نظر رکھتے ہوئے۔ خبردار میرے بچوں کو ہاتھ بھی لگایا تو۔" وہ کڑے تیوروں سے اسے گھورتی ہوئی بولیں۔

"ہاں وہ معصوم تو آپ کے ہیں اور مجھے کہیں سے اٹھایا ہے نا جیسے۔" اس نے ایک نظر کھی کھی کرتے بھائیوں پہ ڈالی اور اماں سے تیکھے لہجے میں بولی۔

"آپا! پوچھ لینا ابا سے، کیا پتہ کہیں سے اٹھا کر ہی لائے ہوں تمہیں۔" شہیر کی زبان میں کھجلی ہوئی تو اس نے بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال دیا۔

For more visit (exponovels.com)

"تو رک تجھے تو اماں خود کہیں سے اٹھا کر لائی تھیں اور تمہارے یہ گندے ساتھیوں کو بھی۔" وہ غصے سے دھاڑی۔

"ہاں اور زور سے گلا پھاڑ۔" اماں نے اٹھ کے اس کی کمر پہ دھموکا جڑا تو اس نے بھنا کے انہیں دیکھا۔

"اماں! جس رفتار سے آپا کڑھتی اور چیختی ہے اس کا بچہ بشیرے مراثی کے بیٹے جیسا ہو گا۔" عمیر کی پیشین گوئی پہ وہ بلبلا اٹھی اور رنگت جیسے تصور میں بچے کو سوچ کے ہی پھیکی پڑنے لگی۔

"تیری زبان کو زنگ لگ جائے عمیر کے بچے، تجھے اللہ، بشیرے کی بیٹی دے اور۔۔۔" وہ پکی عورتوں کی مانند دہائیاں اور کوسنے دینے لگی تو قدسیہ بیگم نے اپنے گھر کے اس دنگل سے تنگ آ کے اپنے سر کو زور سے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا جبکہ وہ چاروں اپنے مورچے سنبھالے مسلسل ایک دوسرے پہ گولے برسا رہے تھے اور پانی کا پائپ فرش پہ پڑا اپنی ناقدری پہ روتا مسلسل پانی کیاری میں بھرتا جا رہا تھا جس سے سب ہی بے خبر تھے۔

"وقت کیسا گزر رہا ہے آفس میں بھابھی؟" ماہم نے رشین سیلڈ کا چمچ بھر کے منہ میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

"اچھا ہی گزر رہا ہے۔ بعض اوقات کافی بورنگ بھی۔" مٹر الگ کر کے پلیٹ کی ایک سائیڈ پہ کرتی وہ سچائی کا مظاہرہ کرتی ہوئی بولی۔

"بورنگ کیوں؟" غانیہ نے پوچھا۔

"وہاں کوئی میرے کرنے والا کام نہیں ہوتا تو مجھے نیند آ جاتی ہے۔" وہ دل ہی میں دم میں بولی کہ تمہارے بھائی پہ نظر رکھنے کے علاوہ کوئی کام مجھے سونپا ہی نہیں گیا۔ اس لیے بور ہوتی ہوں مگر دل کی بات دل میں ہی رکھتی وہ بات بناتی ہوئی بولی۔

"تو آپ بھائی سے گپ شپ لگا لیا کریں نا جب نیند آنے لگے۔" وانیہ کے شرارت سے مشورہ دیا تو اس کا منہ بن گیا کہ وہ اسے آفس میں جس ہمت سے برداشت کرتا تھا وہ دونوں ہی بس جان سکتے تھے۔

"آپ کے بھائی سے گپ شپ کر کے موڈ فریش نہیں ہوتا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"تو پھر کیسا ہوتا ہے موڈ؟" وانیہ نے شوخی سے پوچھا۔

"دل سڑ سا جاتا ہے۔" وہ بڑبڑا کے رہ گئی۔

"بھائی سے بات کر کے آپ کی بھابھی کا موڈ فریش نہیں بلکہ رومانٹک ہو جاتا ہے۔" لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے حمیر نے وانیہ کا جملہ سن کر فقرہ کسا تو اس کا منہ یوں بن گیا جیسا کڑوا کریلا چبا لیا ہو جبکہ وہ اس کی بے باکی پہ منہ کھولے اسے دیکھنے لگیں۔

"اپنا منہ بند ہی رکھنا ورنہ میں بہت برا پیش آؤں گی۔" جونہی وہ آ کے اس کے پہلو میں بیٹھا وہ دبی دبی آواز میں غرائی۔ اس نے دل جلاتی مسکان چہرے پہ سجا کر اسے دیکھا کہ ابھی تو موقع ملا تھا اتنے دنوں کا بدلہ چکانے کا۔

For more visit (exponovels.com)

"اور یہ اتنی رومانٹک ہو جاتی ہے کہ پھر یہ بھی بھول جاتی ہے کہ آفس ہے یا گھر اور پھر۔۔۔۔" وہ ٹانگ پہ ٹانگ رکھے بے پر کی اڑائے جا رہا تھا جب اس نے بالوں سے پن نکالتے ہوئے نامحسوس انداز میں اس کی ٹانگ میں چبھوئی تو وہ چلا اٹھا۔

"کیا ہوا بھائی؟" وہ یک زبان ہوتی بولیں جبکہ وہ ٹانگ سہلاتا ہوا اسے گھور رہا تھا جو اب مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔

"باندری نے ناخن چبھو دیے ہیں۔" وہ بد مزاجی سے کہتا ہوا وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور دل ہی دل میں اپنے سالوں کے بنائے ہوئے پلان پہ عمل کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔

"جس قدر تم جلتی ہو نا میری گرل فرینڈز سے، میری لکس سے، میری باتوں، میری سیکرٹری سے مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرا بچہ کالا نہ پیدا ہو جائے۔" وہ جو اس کی سیکریٹری کی بات شروع کرنے ہی لگی تھی تو وہ اس کی بات اچکتا ہوا ہنار کے بولتا چلا گیا۔ اس کا منہ باقی باتیں تو در کنار اس کے میرا بچہ سن کے کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"تم فراڈی، بچہ چور، آج تم میرے بچے کو ہی اپنا بچہ کہہ رہے ہو؟" وہ دونوں ہاتھ کمر پہ جماتی زور سے بولی۔

"پاگل ہو گئی ہو؟ کیا بول رہی ہو؟" وہ اچھنبے سے اسے ٹوکتے ہوئے بولا۔

"پاگل تو تم ہو بچہ چور، تمہاری تو شروع سے ہی نظر میرے بچے پر تھی لیکن یہ تم بھول جاؤ کہ میں تمہیں اپنے بچے کو دیکھنے بھی دوں گی۔" وہ بڑے بے ساختہ انداز میں اپنے وجود پہ چادر پھیلاتی ہاتھ ہلا کر بولی تو اس کے ماتھے کے بل واضح ہونے لگے۔

"تمہارا ذہنی توازن اگر درست ہو تو یاد رکھو، وہ تمہارا ہی نہیں میرا بھی بچہ ہے۔" وہ بگڑے ہوئے لہجے میں بولا۔

"آہاں! خبردار ایسا سوچنا بھی مت۔" وہ اپنے بلنٹ انداز میں بولتی جا رہی تھی جب اچانک احساس ہونے پہ وہ زبان دانتوں تلے دبا گئی۔

"تم انتہائی بد تمیز لڑکی ہو۔" وہ بمشکل خود پہ قابو پاتا ہوا بولا کہ اسے لاشعوری طور پہ اس کی حالت کا احساس تھا ورنہ اتنی باتیں کرنے پہ ایک آدھ تھپڑ تو وہ کب کا مار چکا ہوتا۔

"اب یہ تمہاری قسمت ہے کیونکہ اماں کہتی ہیں کہ جو جیسا ہوتا ہے اسے ویسا ہی شخص ملتا ہے۔" وہ لاپرواہی سے کندھے اچکاتے ہوئے بولتی۔

"ہاں واقعی انتہائی خراب قسمت ہے کہ خود اپنے ہاتھوں سے تم جیسی بلا پلّے باندھ لی۔" وہ بد مزاجی سے بولا تو اسے غصے کی بجائے ہنسی آنے لگی۔

"پھر تو افسوس ہی کر سکتی ہوں۔" وہ مزے سے کہتی اسے انگاروں کی نذر کر گئی۔

For more visit (exponovels.com)

"منہ بند رکھو اپنا ورنہ کا کروچ پھینک دوں گا تم پہ۔" وہ غرا کر دھمکی دیتا ہوا بولا تو وہ واقعی چپ کر گئی جبکہ وہ سلگتا ہوا سونے کے لیے لیٹ گیا۔

"کچھ فرق محسوس ہوا احمیر کے رویے میں؟" منزہ پھوپھو اس کے پاس بیٹھیں رازداری سے بولیں۔

"پھپھو بیگم! ان کی سب فرینڈز کو دور بھگا دیا ہے اور آفس تک میں ان کی آزادی سلب کروادی ہے آپ نے تو خود سوچیں کیسا رویہ ہو گا ان کا؟" وہ جھرجھری لیتی ہوئی بولی کیونکہ وہ آج کل کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا۔ بیشک اس کی گرل فرینڈز اس کی شادی کے بارے میں جانتی تھیں لیکن وہ انہیں پراپر ٹائم دیتا تھا جب سے خوشی نے آفس جانا اور اس کے ساتھ ہر فنکشن میں جانا آنا شروع کیا تھا تب سے وہ اس کی ہر سرگرمی کے درمیان رکاوٹ بن رہی تھی اور یہی چیز اس کی فرینڈز کو چبھ رہی تھی۔

"آپ کے ساتھ بدتمیزی یا ہاتھا پائی تو نہیں کرتے؟" پھپھو متفکر لہجے میں بولیں کہ اس کی اکھڑ اور غصیلی طبیعت سے واقف تھیں اگرچہ وہ عورتوں پر ہاتھ اٹھانے والا مرد نہیں تھا مگر غصہ بہت بری چیز تھی۔

"نہیں نہیں، ایسا نہیں کرتے وہ۔ ہاں بس زبانی نوک جھونک۔" وہ تیزی سے بولی کیونکہ وہ جان بوجھ کے انہیں بدظن نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"اور بچے کے متعلق؟" وہ ہلکا سا جھجھک کے بولیں۔

"ایسی بات کرتے ہی نہیں ہیں اس سے متعلق۔" وہ آنکھیں چراتی ہوئی بولی کیونکہ وہ واقعی بچے سے متعلق بات کرتا ہی نہیں تھا جبکہ اس کا لاشعور جانے کیوں چاہتا تھا کہ وہ اس کے بارے میں بات کرے، اس خوبصورت جذبے کے بارے میں بولے لیکن وہ کبھی بھی بات نہیں کرتا تھا۔

"چلیں ہو جائیں گے ٹھیک کیونکہ اولاد بہت بڑی زنجیر ہوتی ہے۔" وہ تسلی دینے والے لہجے میں بولیں تو وہ پھیکا سا مسکا دی۔ انہیں کیا بتاتی کہ سارا رولا ہی تو بچے کا تھا۔ وہ اس بچے کو زنجیر نہیں بلکہ اس رشتے سے آزادی کا پروانہ سمجھ رہا تھا کیونکہ اس نے تو رشتے کی بنیاد ہی اس بات پہ رکھی تھی۔

"جی پھپھو بیگم! انشاءاللہ۔" وہ آہستہ آواز میں بولتی موضوع بدل کے ان سے ماہم اور غانیہ کے رشتے کی باتیں کرنے لگی۔

"خوش بخت بچے! اتنا میٹھا مت کھایا کریں ورنہ اس کنڈیشن میں میٹھا کھانے سے شوگر بھی ہو جاتی ہے۔" ریشا بیگم آئس کریم کھاتی ہوئی خوش بخت سے بولیں جو وی آئس کریم کا تیسرا باؤل کھا رہی تھی

For more visit (exponovels.com)

"جس شدت سے کڑواہٹ اس کے اندر بھری ہے اسے کھانے دیں میٹھا، تھوڑا سسٹم ہی بیلنس ہو گا۔" وہاں بیٹھے حمیر نے سنجیدگی سے ٹکڑا لگایا تو بہت سی آنکھیں اسے گھورنے لگیں۔ وہ بے نیازی سے فروٹ چاٹ ٹھونسنے لگا۔

"ویسے خوش بخت! الٹا سسٹم نہیں آپ کا، لڑکیاں کھٹی چیزیں کھاتی ہیں جبکہ آپ نے میٹھے پہ ہاتھ دھرا ہوا ہے۔" عائلہ بیگم شرارت سے بولی تو وہ خجل سی ہوتی مسکرا دی۔

"اس کا تو سارے کا سارا سسٹم ہی الٹا ہے۔ اس لیے شکر کریں کہ میٹھے پہ آئی ہے کریلے نہیں کھانے شروع کر دیے۔" اس کی زبان میں پھر خراش ہوئی تو وہ بھڑک اٹھی۔

"آپ چپ نہیں رہ سکتے کیا؟" وہ دبے دبے لہجے میں غرائی تو مرزا بیگم سمیت سب مسکرا دیں۔

"اب تم الٹے کام کرو اور میں کچھ بولوں بھی نا؟" وہ فوراً معصوم بنتا ہوا بولا تو وہ دانت کچکچانے لگی۔

"آپ کی صحبت کا ہی اثر ہے جو ایسے الٹے کام کرتی ہوں اور انھیں ادھر سے۔ ہر وقت زن مریدوں کی طرح عورتوں میں گھسے رہتے ہیں۔" وہ غصے سے اس کو دیکھ کر جھڑکتے ہوئے بولی تو جہاں سب کے بلند قہقہے گونجے وہیں اس کا دل کیا وہ اس کا گلا گھونٹ دے۔ مجال ہے کبھی بیویوں والے گیٹ اپ میں اس کے ناز اٹھائے بلکہ وہ سخت گیر بیوی بنی اس پر حکم چلاتی رہتی تھی۔

"میرا اتنا برا وقت نہیں آیا جو تمہارے لیے زن مرید بنوں۔ ہاں دوسری شادی کا آپشن ہے تو اس کے لیے ٹائٹل ایکسیپٹ کر لوں گا۔" وہ بھی بنا لگی لپٹی کے بولا تو مرزا بیگم نے سنجیدگی و خفگی سے اسے ٹوکا۔

"حمیر مرزا! اپنی حدود کو کراس مت کیجیے۔ ہمیں ایسے مذاق بالکل پسند نہیں ہیں۔" ان کی بات پہ اس نے خفگی سے سے دیکھا جس کے چہرے پہ چھائے پرسکون تاثر نے اسے پھر سے جلا دیا۔ کیوں تھی وہ اس قدر پرسکون بلکہ ڈھیٹ جسے شوہر کے دوسری لڑکیوں کی طرف متوجہ ہونے کی پروا نہیں تھی بلکہ شوہر کو جلانے کے لیے وہ ان سب کو جلاتی تھی۔

"کرنے دیں دادو بیگم! دل کو بہلانے کے لیے بندے کو اچھے اچھے مذاق کرنے چاہیے بلکہ سوچنے بھی چاہیے اور خواب بھی دیکھیں۔" وہ لاپرواہی سے بولی تو نے اس کا ضبط سے سرخ پڑتا چہرا دیکھ کے بمشکل اپنی ہنسی ضبط کی۔

"تمہاری تو اکڑ میں ابھی نکالتا ہوں۔" وہ پرعزم انداز میں دل میں سوچتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھا۔

"بھائی! کدھر جا رہے ہیں آپ؟" وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر سیڑھیوں کی طرف بڑھا تو وانیہ جلدی سے بولی لیکن وہ ان سنی کرتا ہوا سیڑھیاں پھلانگنے لگا۔

For more visit (exponovels.com)

وہ آئس کریم کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے لیے اپنی جگہ سے اٹھی لیکن جونہی وہ مڑی تو اس کے لبوں سے ایک دلخراش چیخ بلند ہوئی۔

جاری ہے۔

For more visit (exponovels.com)

ہمساز میرے

از حوریہ ملک

قسط10

اس کی چیخ نے سب کو متوجہ کر دیا تھا۔اس دیکھ کر ان سب کی بھی چیخیں نکل گئیں جبکہ وہ فق چہرے کے ساتھ سامنے دیکھ رہی تھی جہاں ایک خوفناک سی مخلوق اس کے سامنے اپنے نوکیلے دانت نکالے کھڑی تھی۔

"آہ!!!"وہ جو ساکت سی کھڑی تھی،اس خوفناک صورت کی مخلوق کے ایک قدم آگے بڑھانے پہ اس کی خوفناک سی چیخ نکلی۔دل جیسے خوف سے بند ہونے کے قریب تھا۔

"ماما،حمیر،دادو بیگم،ماما!"وہ قدم بہ قدم اسے آگے بڑھتے دیکھ کر پھٹی پھٹی آواز میں پاگلوں کی طرح چیخنے لگی۔

"خوش بخت!خوشی،!!ریلیکس کیا ہو گیا ہے؟"عائلہ بیگم اس کی طرف دیکھتیں پریشانی سے بولیں لیکن وہ ہنوز چلا رہی تھی۔

"ماما!حمیر!"اس کے ہونٹوں پہ یہی دو الفاظ اور چیخیں تھیں۔ایک دم لاونج جناتی قہقہوں کی آواز سے گونج اٹھا تو وہ جو لرزتے قدموں کے ساتھ گرنے کو تھی ایک دم چونک اٹھی۔

وہ اپنے بلیک شرٹ میں چھپے ہاتھوں کو باہر نکالتا اپنے چہرے پہ لگا ماسک اتار کر پاگلوں کی طرح قہقہے لگا رہا تھا۔اسے یوں قہقہے لگاتے دیکھ کر اس کے اندر غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔

"تم بدتمیز انسان،میرا ہارٹ فیل ہو جاتا تو؟"وہ سب کی موجودگی کو یکسر بھلائے دونوں ہاتھوں سے اس کی درگت بناتی روئے جا رہی تھی جب کہ اسے بچاؤ کا بھی موقع نہیں مل رہا تھا۔

"کیا کر رہی ہو؟"وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ بچاتے ہوئے بولا۔وہ مسلسل روئے جا رہی تھی۔

"حمیر!یہ کیا بدتمیزی ہے؟"ریشا بیگم نے روتی ہوئی خوشی کو ساتھ لگاتے ہوئے سنجیدگی سے اس سے استفسار کیا۔

"کچھ نہیں ماما ڈارلنگ!بس ایک چھوٹا سا مذاق تھا۔"وہ حظ اٹھانے والے انداز میں گویا ہوا۔

"یہ چھوٹا سا مذاق نہیں تھا۔ماما میرا ہارٹ فیل ہونے والا تھا۔"وہ سوں سوں کرتی ہوئی بے ساختہ ماما کا ہاتھ اپنے بے ہنگم دھڑکتے دل پہ رکھتی ہوئی بولی تو ماما کو اس پہ ڈھیروں پیار آنے لگا۔

"حمیر مرزا!یہ بہت غلط حرکت کی ہے آپ نے،جانتے ہیں نا کہ خوش بخت کی طبیعت کیسی ہے؟اگر انہیں کچھ ہو جاتا تو؟"مرزا بیگم کڑک انداز میں اسے ڈپٹتے ہوئے بولیں تو وہ ہلکا سا شرمسار ہوا مگر اس نے اس بات کا اظہار نہ کیا۔

For more visit (exponovels.com)

"میں تو بس آپ کی جھانسی کی رانی، بہو بیگم کی بہادری چیک کر رہا تھا۔" وہ منہ بناتا لاپرواہی سے بولا تو وہ تلملا اٹھی۔

"بہادری ایسے چیک کرتے ہیں؟ بہادری چیک کرنی تھی تو ہاتھ پاؤں چلاتے۔" وہ تڑخ کر بولی۔

"نہیں مجھے لنگڑی لولی بیوی نہیں پسند۔" وہ جس طرح بے نیازی سے اس کی بہادری کے پرخچے اڑاتا ہوا بولا، اس کے اندر گویا صدیوں کی آگ سلگنے لگی۔

"تم!" وہ مٹھیاں زور سے بھینچتی اس کی جانب بڑھی لیکن نگاہ اس کے ہاتھ میں پکڑے ماسک پہ پڑی تو قدم وہیں تھم سے گئے۔ اسے رکتا دیکھ کر وہ دل جلانے والے انداز میں مسکرانے لگا۔

"بس کر دو آپ دونوں، اف اللہ، بچوں کی طرح جھگڑتے ہیں۔" منزہ پھپھو سیز فائر کروانے کے لیے بولیں جبکہ وانیہ، عانیہ، ہانیہ اور ماہم و نگارش دلچسپی سے ساری صورتحال انجوائے کر رہی تھیں۔

"بھابھی بیگم! آپ کو بھوتوں سے ڈر لگتا ہے؟" ہانیہ اس کے پاس بیٹھتی سرگوشی نما آواز میں بولی۔

"ہاں! بس تھوڑا سا۔" وہ خجالت سے سرخ پڑتا چہرہ جھکاتی ہوئی بولی تو سب مسکرا دیں۔

"اب یہ دانت اندر کرو گے تم تینوں یا کولگیٹ والوں نے اس دفعہ کمرشل کرنے کا تم لوگوں کو کہا ہے؟" اس نے اپنی جان کے دشمنوں بلکہ آستین کے سانپوں کو بلند و بانگ قہقہے لگاتے دیکھا تو جل کر بولی۔ وہ تینوں مزید گلا پھاڑ پھاڑ کے ہنسنے لگے اور ان کا ساتھ دیتا اس کا شوہر تو اسے زہر سے بھی برا لگ رہا تھا۔

"آپا! اب تم نا بس یہ غنڈہ گردی چھوڑ کے چولہا چوکی سنبھالو۔" عذیر دانت نکالتے ہوئے بولا تو اس نے رکھ کر دو جھانپڑ اس کے کندھے پہ رسید کیے۔

"میری پہلے کون سے تھانوں میں وانٹڈ پکچر لگی ہوئی ہے غنڈہ گردی کی؟" وہ سلگتی ہوئی بولی۔

"آپا! ایک دفعہ پھر سے وہی راگ الاپو نا۔ ماما اور حمیر والا۔" شہیر نے بمشکل اپنے قہقہے کا گلا گھونٹا۔ اس کا چہرہ سبکی سے سرخ پڑنے لگا۔ اس نے کھا جانے والی نگاہوں سے حمیر کو دیکھا پھر بنا لحاظ کیے جوتی پاؤں سے اتاری اور شہیر کا نشانہ لیا۔

"ٹھہر جا، کم بخت! جب بھی آتی ہے میرے معصوم بچوں کے پیچھے پڑ جاتی ہے۔" شہیر کی اندوہناک چیخ پہ کچن سے برآمد ہوتیں قدسیہ بیگم نے بیٹی کے لتے داماد کی موجودگی میں ہی لینے شروع کر دیے۔

"میرا کیا ہوا نظر آ رہا ہے اور جو یہ آستین کے سانپ کر رہے ہیں وہ نہیں نظر آ رہا؟" وہ ناراضگی جتاتی ہوئی بولی۔

For more visit (exponovels.com)

"کیا کر رہے ہیں یہ؟" اماں نے کمال بے نیازی سے ساری صورتحال سمجھنے سے اجتناب برتتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا تو وہ جل بھن اٹھی۔

"میر ابلڈ پریشر ہائی کر رہے ہیں۔" جل کے کہا گیا۔

"بی بی! یہ تمہارا ازلی مسئلہ ہے۔" اماں کی بے نیازی عروج پہ تھی کیونکہ وہ کبھی بھی کسی بھی بچے کو بے جا ڈھیل دینے کی روادار نہیں تھیں۔ بیٹی اور بیٹوں سب کو وہ یونہی ٹریٹ کرتی تھیں۔

"اور تم تینوں ٹھہر جاؤ ذرا، تم لوگوں کے گندے دانت تو آج تمہارے ابا سے تڑواتی ہوں۔" وہ ان تینوں کو ایک ساتھ لپیٹے میں لیتے ہوئے بولیں تو اس کے تڑپتے سلگتے دل میں سکون اترا۔

"اماں! یہ سب تمہارے داماد کا کیا دھرا ہے۔" اس نے لگے ہاتھوں جلتے سلگتے دل کے لیے فائر بریگیڈ یئر کا انتظام کرنا چاہا۔

"تو کیا کر دیا اس نے، شوہر ایسے مذاق کرتے ہی رہتے ہیں لیکن بیویاں تیری طرح ڈھنڈورا نہیں پیٹتیں۔" اماں نے فائر بریگیڈ یئر تو نہیں ہاں جلتے انگاروں کا ضرور انتظام کیا تھا جس پہ تیل اس بدتمیز شخص کی بتیسی اور آستین کے سانپوں کے قہقہوں نے ڈالا تھا۔

"ویسے ہر لچے لفنگے سے لڑلے گی لیکن ایک ماسک سے ڈرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟" اماں نے مزید کہا تو وہ روہانسی ہو گئی۔

"مجھے تو لگتا ہے، میں آپ کی سگی اولاد ہی نہیں ہوں۔" وہ بدمزاجی سے بولی۔

"اب میں کیا کہوں تو خود بہت سمجھدار ہے۔" اماں اطمینان و سکون سے کہتیں واپس کچن میں چلی گئیں تو وہ جلتی بھنتی وہیں جوتے اتار کے کرسی پہ بیٹھتی ان چاروں کو کھسر پھسر کرتے ہوئے دیکھنے لگی۔

"ویسے تم تینوں نے ہی گھٹیا آئیڈیا دیا ہو گا اپنے چہیتے بھائی کو؟" اس نے تلملاتے ہوئے پوچھا۔

"آئیڈیا تو نہیں دیا بس بھائی نے پوچھا تھا کہ آپا کس چیز سے ڈرتی ہیں۔ ہم نے کہا بس بھوتوں اور کاکروچ سے۔" عمیر بڑے اطمینان سے گویا ہوا تو اس کے چہرے پہ پھر سے غصہ چھانے لگا۔

"اور بدلے میں کیا مانگا؟" اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کچھ زیادہ نہیں بس ان خوبصورت لمحات کی لائیو ویڈیو۔" شہیر دانت نکالتا ہوا بولا تو وہ کلستی بڑبڑاتی ہوئی دل کے پھپھولے پھوڑنے لگی۔

"اوہ! نہیں رکو۔" وہ جو صبح معمول کے مطابق نماز، تلاوت اور واک کے بعد شاور لینے کے لیے ڈریس نکال کے پلٹی تو اسے واش روم کی جانب بڑھتے دیکھ کر وہ زور سے پکار بیٹھی۔

For more visit (exponovels.com)

"کیا مسئلہ ہے اب تمہارے ساتھ؟" وہ اس کے پکارنے پہ چڑ کے بولا۔
"پہلے میں شاور لوں گی۔" وہ زور سے بولی تو اسے حیرت کا جھٹکا لگا۔
"کیا؟" اس نے اسے یوں دیکھا جیسے اس کا دماغ ہل چکا ہو۔
"میں نے کہا پہلے میں جاؤں گی واشروم، ہر روز پہلے میں فریش ہوتی ہوں۔" وہ اپنی بات دہراتی ہوئی بولی۔
"روز تم پہلے فریش ہوتی ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمہارا نمبر فکس ہو چکا ہے۔ ہٹو آگے سے مجھے آفس جانا ہے۔" وہ دونوں واش روم کے دروازے سے دو تین قدم دور کھڑے بحث میں لگے ہوئے تھے۔
"دیکھو حمیر! میں شاور لیتی۔۔" وہ اسے روکنے کے لیے بول رہی تھی جب اس نے اس کی بات کاٹی۔
"اُف چھی چھی، تم مجھے پہلے بتا دیتیں کہ تمہارا ایسا پلان ہے تو میں تم سے ضد کرتا ہی نا۔" وہ افسوس سے سر ہلاتا ہوا بولا تو اس کے ماتھے پہ بل پڑنے لگے۔
"کیا مطلب، کیسا پلان؟" اس نے اچھنبے سے پوچھا۔
"یہی جو ابھی تم نے کہا کہ تم دیکھو حمیر، میں شاور لینے لگی ہوں۔" اس نے بے شرمی اور بے باکی کی حدیں عبور کرتے ہوئے کہا تو اس کے چہرے پہ شرم و غصے کی سرخی چھانے لگی۔
"بکواس بند کرو اپنی، میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ پلان سارا تمہارا تھا، تم جان بوجھ کے آج جلدی جاگے اور پہلے شاور لینے کی ضد کر رہے ہو۔" وہ غصیلے لہجے میں بولی۔
"جو مرضی سمجھو، جب میرا دل کرے گا میں نہاؤں گا کیونکہ یہ گھر میرا ہے، یہ کمرہ میرا ہے۔ حتیٰ کہ یہ واش روم بھی میرا ہے۔" وہ گردن اکڑاتے ہوئے بولتا ایک دم آگے بڑھا تو وہ جلدی سے آگے بڑھتی اس کا بازو تھام گئی۔
"یہ گھر، کمرہ اور واشروم جتنا تمہارا ہے، اتنا ہی میرا بھی ہے کیونکہ میں اس گھر کی اکلوتی بہو ہوں۔" وہ بھی جوابی کارروائی کرتی ہوئی بولی۔
"تم بہو نہیں بلکہ میرے لیے وبالِ جان ہو۔ گھر میں اتنے واش روم ہیں، اس گھر کی بہو بیگم کہیں اور جا کر فریش ہو لیں۔" وہ بگڑے انداز میں بولا۔
"ہر گز نہیں، مجھے اسی واشروم میں ابھی نہانا ہے، پلیز مجھے بھوک لگی ہے۔" وہ دبنگ لہجے میں بات کرتے کرتے چہرے پہ معصومیت طاری کرتی ہوئی بولی۔
"تو میں کیا روبوٹ ہوں جسے بھوک نہیں لگ سکتی، ہٹو پیچھے۔" وہ بے نیازی سے کہتا ہوا دروازے کے بالکل قریب پہنچ گیا تھا جب اس نے پھر سے اپنا بازو آگے کر دیا۔

For more visit (exponovels.com)

"دیکھو مجھے پہلے شاور لینے دو۔ مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے اور اگر میں بھوکی رہی تو تمہارا بچہ بھی بھوکا رہے گا۔" اس نے بلیک میل کرنے کی کوشش کی۔

"کتنی بڑی چالاک لومڑی ہو تم۔ کل تک وہ صرف تمہارا بچہ تھا اور آج مطلب پڑنے پہ فوراً میرا بنا ڈالا۔" وہ طنزیہ انداز میں بولا تو وہ کھسیا سی گئی۔

"تم مانو یا نہ مانو، ہے تو تمہارا ہی بچہ۔ اب پلیز اپنے بچے کے لیے مجھے جانے دو پہلے۔" اسے واقعی بے حد بھوک لگی ہوئی تھی اسی لیے وہ مصلحتاً بولی۔

"کیا یاد کرو گی تم بھی! صرف اپنے بچے کے لیے جانے دے رہا ہوں۔" وہ پیچھے ہٹتا بڑے شاہانہ انداز میں بولا لیکن وہ اگنور کرتی بڑی پھرتی سے واشروم میں گھستی دروازہ بند کر گئی جبکہ وہ دروازے کو گھورتا رہ گیا۔

••••••••••••••••••

"کیا گند بلا پھیلایا ہوا ہے تم نے میری الماری میں؟ نکالو اپنا ساز و سامان ادھر سے۔" جونہی وہ واش روم سے باہر نکلی تو وہ بھناتا ہوا اس کے کپڑے ادھر ادھر کرتا ہوا بولا۔

"تو میں کیا اپنے لیے نئی الماری لے کر آؤں؟" اس کی بے تکی بات پہ وہ سلگ اٹھی۔

"مجھے نہیں پتا لیکن اپنی یہ فضولیات نکالو ادھر سے۔ میرے کف لنکس ہی نہیں مل رہے۔" وہ اس کے کپڑے کو گول مول کرتا ہوا جھنجھلا رہا تھا۔

"تو تم نے رکھے کیوں میری سائیڈ پہ اور خبردار اب جو تم نے میرے کپڑوں کو ہاتھ بھی لگایا تو۔" وہ انگلی اٹھا کے غرائی۔

"ہاتھ ہی نہیں بلکہ میں تمہارے کپڑوں کو اس کمرے سے ہی غائب کر دوں گا۔" وہ اس کے ڈریسز نکالتا بیڈ پہ پھینکنے لگا جبکہ وہ غصے سے آگ بگولا نتھنے پھلاتی ہوئی اسے دیکھنے لگی۔

"حمیر مرزا! تم انتہائی بدتمیز انسان ہو۔ دفع ہو جاؤ ادھر سے میں بتاتی ہوں تمہیں مجھ سے الجھنے کا انجام۔" اسے دھکا دیتے ہوئے خوشی نے اسے پیچھے کیا اور اس کے سیدھا ہونے سے پہلے ہی اس نے اس کے کپڑے، ٹائی اور موزے نکال نکال کے نیچے پھینکنے شروع کر دیے جبکہ وہ سرخ چہرے کے ساتھ اس کی کارکردگی ملاحظہ کر رہا تھا۔

"اب تم اپنی حد پار کر رہی ہو؟" وہ دھاڑتے ہوئے بولا۔

"اور جو تم نے کیا وہ کون سی اخلاقیات کی کتاب میں آتا ہے؟" وہ ترکی بہ ترکی بولی تب ہی ادھ کھلا دروازہ ایک جھٹکے سے پورا کھلا۔

For more visit (exponovels.com)

"حمیر! یہ سب کیا ہے؟" ریشا بیگم کی متعجب آواز پہ وہ دونوں جھٹکے سے ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

"دیکھیں اپنی بہو کے کارنامے، سارے کپڑے میرے نیچے پھینک دیے ہیں اس نے۔" وہ جلتا بھنتا نیچے گرے کپڑوں کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔

"خوشی!" انہوں نے حیرانگی و بے یقینی کے ملے جلے تاثرات لیے خوش بخت کی جانب دیکھا۔

"ماما بیگم! یہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ انہوں نے میرے کپڑے نیچے پھینکے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی خود کی الماری لے کر آؤ بلکہ کہہ رہے تھے کہ اپنی ہر چیز لے کہ آؤ۔ یہ سب میری چیزیں ہیں۔" وہ چھکوں پھکوں روتی درد بھری آواز میں اپنے نادیدہ دکھ ساس کو سنانے لگی جو دکھ بھری بے یقین نگاہوں سے ہونق کھڑے بیٹے کو دیکھ رہی تھیں۔

"جھوٹ بول رہی ہے ماما یہ۔" وہ مٹھیاں بھینچتا اس کا گلا دبانے کے ارادے سے اس کی جانب بڑھا تو ریشا بیگم اس کے راستے میں آ گئیں۔

"ہمیں آپ سے بالکل بھی یہ امید نہیں تھی۔ حمیر! آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ آپ ہماری بیٹی سے ایسی باتیں کریں۔ جتنا حق آپ کا ہے اس گھر پہ اتنا ہی حق ان کا بھی ہے۔" وہ ناراضگی سے بولیں تو وہ ان کے عقب میں زبان چڑاتی خوشی کو دیکھتا جھنجھلا اٹھا۔

"ماما! میں نے ایسا۔۔" اس نے بولنا چاہا جب وہ سختی سے اس کی بات کاٹ گئیں۔

"ہمیں کچھ بھی نہیں سننا ہے آپ سے، اٹھایئے خوشی کے ڈریسز اور الماری میں رکھیں۔" انہوں نے حکمیہ انداز میں بم پھوڑا۔

"واٹ!!!" اس کی بے صدمے میں ڈوبی آواز گونجی۔ وہ تو اپنی چیزیں تک نہ سمیٹتا تھا کجا کہ اپنی دشمنِ اول کا سامان۔

"حمیر! ہمیں کچھ نہیں سننا اگر چیزیں بکھیرنی ہیں تو انہیں سمیٹنا بھی سیکھیں۔" وہ دوٹوک انداز میں بولیں۔

"رہنے دیں ماما! میں کر لیتی ہوں۔" اس فساد کی جڑ کی معصومیت سے لبریز آواز پہ وہ دانت پیس کے رہ گیا۔

"حمیر مرزا!" ان کی تنبیہی آواز پہ وہ بے بس ہونے لگا کہ ریشا بیگم کا ایسا طرزِ تخاطب اسے بے بس کر دیا کرتا تھا۔ اسی لیے وہ جلتا بھنتا آگے بڑھا اور اس کے کپڑے پکڑ کے الٹے سیدھے الماری میں گھسیڑتا ایک زوردار آواز کے ساتھ الماری کے پٹ بند کرتا خفگی سے ماما کو گھورنے لگا جو اپنی چہیتی کو گلے لگائے لاڈ کرنے میں مصروف تھیں۔

"تنگ مت کیا کریں خوشی کو، آپ جانتے ہیں نا کیسی کنڈیشن ہیں ان کی۔" وہ اب کے نسبتاً نرم لہجے میں بولیں تو وہ بے اختیار پہلو بدل کے رہ گیا۔

"تم ایک نمبر کی فسادن اور فتنی ہو۔" ماما کے باہر نکلتے ہی وہ دانت کچکچاتا ہوا گرجا۔

"اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟" وہ ہونٹوں پہ محظوظ کن مسکان سجائے بولی۔

For more visit (exponovels.com)

"بہت نیک خیال ہے کیونکہ میں تم جتنا چالاک نہیں ہوں۔ چالاک لومڑیوں کی دادی ہو تم، میرا بس چلے تو تمہارا گلا دبا دوں۔" وہ تو جلتے انگاروں پہ بیٹھا سلگ رہا تھا۔

"ہاتھ لگا کر تو دیکھو تم مجھے۔" اس کی بات پہ وہ گردن اکڑا کر بولی۔

"ہاتھ لگوانے کا شوق ابھی پورا نہیں ہوا کیا تمہارا؟ کہتی ہو تو پھر سے لگا دیتا ہوں۔" وہ بے باکی سے بولا۔

"ایک نمبر کے بے ہودہ، لوفر اور چھچھورے انسان ہو تم حمیر مرزا!" وہ کلستی ہوئی بولی۔

"اب کیا کر سکتے ہیں، تمہارا شوہر ہوں نا اس لیے۔" وہ چڑانے والی مسکان ہونٹوں پر لیے اس کی طرف بڑھا۔

"کیا کر رہے ہو؟ ہٹو، مجھے نیچے جانا ہے۔" اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر اس کی زبان لڑکھڑائی لیکن وہ مضبوطی سے بولتی ہوئی اس کے پہلو سے نکلنے لگی جب اس نے سختی سے اس کی کلائی کو پکڑتے ہوئے جھٹکا دیا۔ وہ اس کے سینے سے آ لگی۔

"آ!! وحشی انسان، ایسے پکڑتے ہیں ہاتھ؟" وہ بے اختیار چلائی۔

"میڈم! لوفر اور چھچھورے لوگ ایسے ہی پکڑتے ہیں۔" وہ ایک آنکھ دباتا ہوا بولا تو اس کا دل کیا وہ اس کا منہ نوچ لے مگر اس وقت وہ بے بس تھی۔

"حمیر! پلیز ڈونٹ۔" بس یہ ایک ایسا مقام تھا جہاں وہ صحیح معنوں میں بے بس ہو جاتی تھی۔

"کہا بھی ہے کہ مجھے مت چھیڑا کرو لیکن تم خود ہی چابی بھرتی ہو، اب بھگتو۔" وہ سارا الزام اس پہ ڈالتا ہوا بولا۔

وہ خمار بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا جو چہرے کو سٹالر سے چھپائے اسے سہمی نگاہوں سے تک رہی تھی۔

"مجھ سے مت الجھا کرو باندری ورنہ پچھتاؤ گی۔" وہ اسے اپنی گرفت سے آزاد کرتا بولا تو وہ جیسے کسی ٹرانس سے نکلی۔ اسے گھورتے ہوئے ہاتھ میں پکڑا سٹالر بیڈ پہ پٹخا اور دروازے کی جانب بڑھی۔

"میں ضرور الجھوں گی کیونکہ میں تم سے ڈرتی نہیں ہوں، بے ہودہ انسان!" دروازے کے بالکل پاس پہنچ کے وہ اونچی آواز میں کہتی اسے زبان چڑا کے غائب ہو گئی۔

"ایڈیٹ۔" وہ سر جھٹکتا ہوا بڑبڑا کر رہ گیا۔

****

"دادو بیگم! میں اماں کی طرف سے ہو آؤں؟" ناشتے سے فارغ ہو کے وہ سید حامد مرزا بیگم کی طرف گئی اور ان سے اجازت طلب کی۔

"بیٹا! ہمیں اس بات میں کوئی قباحت نہیں، آپ جب چاہیں جا سکتی ہیں لیکن آپ حمیر سے بھی اجازت لیا کریں وہ آپ کے شوہر ہیں۔" انہوں نے پروقار انداز میں کہتے ہوئے اس کی غلطی کی غیر محسوس انداز میں درستگی کروائی چاہی۔

For more visit (exponovels.com)

"اب اس سے کیا اجازت لوں۔ وہ تو شکر کرے گا جان چھوٹی۔" وہ خفت سے انہیں دیکھتی دل ہی دل میں بولتی مدھم سا مسکرا دی۔
"جی دادو بیگم!" وہ ہلکی سی شرمساری سے بولی۔
"شاباش، اجائیں تیاری کیجیے، ہم ڈرائیور کے ساتھ حنظلہ کو بھی بھیجتے ہیں آپ کے ساتھ۔" وہ مسکراتی ہوئیں بولیں تو وہ اثبات میں سر ہلاتی اٹھ گئی۔

"ویسے آج تو اکیلا کیسے نظر آرہا ہے؟" ہارون اس کو سگرٹ کے کش لگاتے دیکھ کے چھیڑنے والے انداز میں بولا۔
"پہلے میں کون سی باڈی گارڈز کی فوج لے کے گھومتا ہوں؟" وہ اسے گھورتے ہوئے بولا۔
"جو لیڈی ڈان تو نے ساتھ رکھی ہوتی ہے، وہ کسی فوج سے کم ہے؟" وہ خوشی کا حوالہ دیتے ہوئے بولا۔ اس کی نگاہوں میں اس کا سراپا لہرایا تو اس نے برا سامنہ بنایا۔
"اپنا یہ تھوبڑا بند رکھ اگر اتنی ہی یاد آرہی ہے تو مل لے جا کر۔" وہ بدمزاجی سے بولا۔
"توبہ! مجھے تو ایسے گھورتی ہیں جیسے میں نے ادھار لے رکھا ہو ان کا۔" وہ جھرجھری لیتا ہوا بولا۔ ہیری نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ اس کے موبائل کی رنگ ٹون بجنے لگی۔
"یہ مجھے کیوں کال کر رہی ہے؟" وہ حیران سا موبائل سکرین کو دیکھتا ہوا بڑبڑایا۔
"کس کی کال ہے؟" ہارون نے اس کی متعجب شکل دیکھتے ہوئے تجسس سے پوچھا۔
"اسی کی، جس کی تمہیں یاد آرہی تھی۔" وہ برا سامنہ بناتے ہوئے بولا۔ اس نے کال اٹینڈ کر کے موبائل ٹیبل پہ رکھ دیا اور یہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی شاید۔
"مانا کہ تمہیں لڑکیوں سے بہت شغف ہے اور ان سے تمہیں فرصت نہیں ملتی لیکن کال وقت پہ اٹھا لینی چاہیے، کسی کو کام بھی ہو سکتا ہے۔" کال ریسیو ہوتے ہی وہ بنا بریک کے شروع ہو گئی تھی جہاں ہارون کا دبا دبا سا قہقہہ ابل پڑا وہیں اس کا رنگ مارے خجالت کے سرخ پڑنے لگا۔
"بکواس بند کرو اور جو کام ہے وہ کہو۔" وہ بھی بنا لحاظ کے گویا ہوا۔
"میں اماں کی طرف جا رہی ہوں۔" وہ اطلاع دینے والے انداز میں بولی۔
"تو میں کیا اب بارہ توپوں کی سلامی اور بینڈ باجے والے بھیجوں؟" وہ سنجیدگی سے بولتا دوسری جانب آگ لگا گیا۔
For more visit (exponovels.com)
"اپنی توپیں اپنے پاس رکھو، دادو بیگم کے کہنے پہ بتا رہی ہوں۔" وہ جلتے ہوئے بولی۔

"ہاں دادو بیگم جانتی ہیں کہ ان کے پوتے کو گڈ نیوز کی کتنی اشد ضرورت ہے۔" وہ بے نیازی سے بولتا اسے آگ لگا گیا۔

"تم کوئی بہت ہی برے انسان ہو۔ تم آؤ سہی آج گھر، دادو بیگم کو تمہاری گرل فرینڈز کی لسٹ کے ساتھ تمہاری سگریٹ کی ڈبیا بھی دیتی ہوں۔" وہ دھمکی دینے والے انداز میں بولتی اس کا حلق تک کڑوا کر گئی۔

"باندری! میں بتا رہا ہوں اگر تم نے دادو بیگم کو کچھ بھی بتانے کی کوشش کی نا تو میں۔۔۔" وہ جو ابا سنجیدگی سے بول رہا تھا جب وہ اس کی بات کاٹتی ترنت بولی۔

"تم جو بھی ہو، میں تو ضرور بتاؤں گی۔ کر لو جو کرنا ہے۔" وہ مزے سے کہتی کال کاٹ گئی جبکہ وہ سلگتا رہ گیا۔

"ویسے تجھے دیکھ کر ایک فقرہ بہت زیادہ یاد آتا ہے مجھے۔" جلتی پہ تیل چھڑکنے کے لیے ہارون مسکراتا ہوا بولا۔

"وہ کیا؟" حمیر پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا۔

"سیر کو سوا سیر۔" وہ حظ اٹھانے والے انداز میں بولا تو حمیر نے غصے سے پیپر ویٹ اٹھا کے اس کی جانب پھینکا جسے وہ پھرتی سے کیچ کرتا دروازے کی جانب بڑھا پھر بجلی کی سی تیزی سے واپس پلٹا۔

"تیرے ابا حضور آ رہے ہیں، ادھر آفس کی طرف۔" وہ تیزی سے بولتا حمیر کو حواس باختہ سا کر گیا۔

"اوہ گاڈ!" وہ بڑبڑاتا ہوا اٹھا اور تیزی سے بچا ہوا سگریٹ ایش ٹرے میں بجھاتے ہوئے، ایش ٹرے ٹیبل کے نیچے رکھی اور جلدی سے روم سپرے پورے آفس میں سپرے کیا۔ دراز سے ماؤتھ فریشنر نکالا اور منہ کھولتے ہوئے سپرے کرنے لگا۔ اس سے پہلے کہ وہ ماؤتھ فریشنر دراز میں واپس رکھتا، دروازہ ہلکی سی دستک کے ساتھ کھل گیا اور ان کے دیکھنے سے پہلے وہ دراز کھولتا اسے اندر رکھ کے سیدھا ہوا۔

"بہت خوشبوئیں بکھیر رہے ہیں۔" اسد صاحب فضا میں رچی ہوئی خوشبو کو محسوس کرتے شگفتہ انداز میں بولے۔ ان دونوں نے فقط مسکرانے پہ اکتفا کیا۔

"ادھر آ کے بیٹھ جائیے حمیر۔" وہ اسے اپنے ساتھ صوفے پہ بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولے تو اس نے جلدی سے سر انکار میں ہلایا۔

"میں ٹھیک ہوں ادھر ہی۔" وہ جلدی سے بولا کیونکہ اگر ساتھ بیٹھتا تو کپڑوں میں رچی بسی سمیل وہ محسوس کر سکتے تھے۔

"اوکے! مجھے شیرازی بلڈرز کی فائل چیک کروائیں۔"

انہوں نے اسے کام سونپا تو اس کا کوفت زدہ چہرہ دیکھ کے ہارون کی بتیسی نکلنے لگی جبکہ وہ برے برے منہ بناتا انہیں فائل چیک کرواتا ہوا جلدی کام ختم ہونے کی دعائیں مانگنے لگا۔

For more visit (exponovels.com)

"خالہ!!" حسبِ عادت گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے بانگیں دینی شروع کر دیں۔

"ارے او نازو! مرغوں سے تو بھائی چارہ نہیں کر لیا تو نے؟" قدسیہ بیگم شیریں لہجے میں بھگو کے بات مارتی ہوئی بولیں۔

"خالہ! تو بھی کبھی ایک پکار پہ سن لیا کرنا۔" وہ نروٹھے انداز میں بولی۔

"تو مجھے گھر سے کسی کے ہاتھ پیغام بھجوا دیا کر کہ میں اڈیک (انتظار) میں لگ جایا کروں کہ تو آ رہی ہے۔" انہوں نے زہر کو شہد میں لپیٹا تو وہ کھسیا سی گئی۔

"خوشی کدھر ہے خالہ؟ اس کے لیے کڑھی لائی ہوں۔" وہ ہاتھ میں پکڑا باؤل انہیں دکھاتی بات بدل گئی۔

"وہ آ رہی ہے تیری خوشی۔" انہوں نے کمرے سے نکلتی خوشی کی طرف اشارہ کیا۔ نازو کا دھیان ایک لمحے کو بھٹکا اور شکاریوں نے حملہ کرتے ہوئے باؤل اپنے قبضے میں کر لیا۔

"ہائے او ربا!" وہ دونوں ہاتھ سینے پہ رکھتی چیخ کے بولی جبکہ خوشی کا مارے صدمے کے برا حال ہونے لگا۔

"واپس کرو میری کڑھی، آستین کے سانپوں۔" وہ زور سے چیختی ہوئی ان کے پیچھے بھاگنے کے سے انداز میں لپکی۔

"او بی بی! کدکڑے مت لگاؤ۔ کم از کم اپنی حالت کا ہی خیال کر لو۔" وہ اس کا بازو پکڑ کے اسے روکتے ہوئے بولیں۔

"اماں مجھے کڑھی کھانی ہے۔ تجھے پتہ ہے میرا اتنا دل کرتا ہے ایسی چیزیں کھانے کا۔" وہ جھنجھلاتی ہوئی بولی جبکہ وہ مزے سے کڑھی کھاتے ہوئے اس کا دل جلا رہے تھے۔

"چل تو پریشان نہ ہو، میں اور دے جاؤں گی تجھے۔" اس کی روتی شکل دیکھ کر نازو اسے پچکارتے ہوئے بولی۔ وہ اسے ساتھ لیے صحن میں بچھے تخت پہ بیٹھ گئی۔

"اور سنا حمیر بھائی کیسے ہیں؟" وہ پرجوش انداز میں بولی تو اس نے برا سا منہ بنایا۔

"ٹھیک ٹھاک ہے وہ، اسے کیا ہونا ہے؟" وہ لاپرواہی سے بولی۔

"یار تجھے اتنا پیارا لڑکا۔۔۔" وہ اشتیاق سے کچھ بولنے لگی جب اس نے چیخ مارتے ہوئے اسے ٹوکا۔

"کدھر سے پیارا ہو گیا وہ؟ دور سے ہی لگتا ہو گا۔ میں تو اسے قریب سے جان گئی ہوں۔ کوئی پیارا و یارا نہیں ہے بلکہ بہت ہی گھمنڈی، چیچھو۔۔۔" وہ پھپھے کٹنی بنی دل کے پھپھولے پھوڑ رہی تھی۔

"شاباش ہے پتر! شاباش ہے۔ بڑا اچھا کام کر رہی ہے، شوہر کی غیبت کرتے ہوئے۔" اماں کی پاٹ دار آواز پہ وہ بری طرح اچھلی۔ اماں کے پیچھے خون خوار نگاہوں سے خود کو گھورتے شوہر نامدار کو دیکھ کر وہ چکرا سی گئی۔

For more visit (exponovels.com)

جاری ہے۔۔۔

ہمساز میرے

از حوریہ ملک

قسط 11

"تم! میرا مطلب ہے آپ کب آئے؟" وہ بوکھلاتی ہوئی بولی مگر جونہی قدسیہ بیگم کی خشمگیں نگاہوں کا سامنا کرنا پڑا تو اپنے الفاظ کا چناؤ بھی فوراً ٹھیک کیا۔

"اسی وقت آیا ہے یہ جب تو اس کے بخیے ادھیڑنے میں مصروف تھی۔ تجھے کب عقل آئے گی خوش بخت؟ شوہر کی برائیاں کون کرتا ہے؟ کل کو اپنے بچوں کے سامنے بھی ان کے باپ کی مٹی پلید کرتی رہنا تو۔" قدسیہ بیگم جو ہر بار حمیر کے سامنے اس کی بک بک کی وجہ سے شرمندہ ہوتی تھیں، اس بار اس کی موجودگی کی پرواکیے بنا بولتی چلی گئیں۔ اس کا چہرہ سبکی کے احساس سے سرخ پڑنے لگا جبکہ اس کے پاس کھڑی نازو تو بس ہونقوں کی مانند حمیر کو تک رہی تھی۔

"اماں! میں تو بس مذاق۔۔" اس نے بے ساختہ مزاحمتی بیان دیا اور دل ہی دل میں حمیر مرزا کی سات نسلوں کو ایسے ایسے الفاظ سے نوازا کہ اگر کوئی سن لیتا تو اس کی گردن ہی مروڑ دیتا۔

"شاباش! مذاق کرنے کے لیے بس ایک شوہر ہی تو رہ گیا ہے۔" ان کی طنزیہ آواز پہ حمیر مرزا نے جس مشکل سے ہنسی روکی تھی، یہ وہ ہی جانتا تھا کیونکہ اس جھانسی کی رانی کو بس اسکی اماں ہی کنٹرول کر سکتی تھیں۔ قدسیہ بیگم نے اب کے ایک ٹھوکا نازو کو مارا تو اس کا کھلا منہ فوراً بند ہوا اور وہ مودب سی سر جھکا کر کھڑی ہو گئی۔

"آپ کھڑے کیوں ہیں، بیٹھیں نا۔" جب اماں سے کسی طور بھی چھٹکارا ممکن نہ ہو سکا تو اس نے چاروناچار ہونٹوں پہ مسکان سجاتے ہوئے وفاشعار بیویوں کا روپ دھارا۔ حمیر محظوظ ہونے لگا مگر بمشکل چہرے پہ بردباری برقرار رکھے اسی جگہ بیٹھ گیا جہاں کچھ دیر قبل اس کی زوجہ بیٹھی تھی۔

"چائے لاؤں آپ کے لیے؟" وہ اماں کو خوش کرنے کی پوری کوشش میں تھی جو ظاہر ہے ناکام ہی تھی۔

"مہمان ہے جو ایسے پوچھ رہی ہو؟ جاؤ کھانے کا وقت ہے کھانا لے کے آؤ۔" اماں تو پوری سوتیلی ماں کا روپ دھارے اس کے سر پہ کھڑیں اس کے بخیے ادھیڑ رہی تھیں۔ اس نے دانت کچکچا کے اسے دیکھا جو نازو کے انٹرویو کے جوابات دیتا ہوا دنیا کے سب میسنوں کو مات دے رہا تھا۔

For more visit (exponovels.com)

"کھانا نہیں کھاؤں گا۔ تم جلدی سے ریڈی ہو جاؤ، جانا ہے کہیں۔ "اسے اندر کی جانب بڑھتا دیکھ کر وہ جلدی سے بولا کہ انہیں واقعی کہیں جانا تھا جبکہ وہ اس کی پکار پہ پل بھر کو سن سی ہو گئی تھی۔ وہ پہلے بھی ایک بار اسے یونہی اماں کے گھر سے لے کے دوستوں کے پاس گیا تھا اور پھر وہاں جو ہوا ان لمحات کو یاد کرتے ہی اس کے بدن میں انگارے سے دہکنے لگتے تھے۔

اس نے پلٹ کے گہری نگاہوں سے اس کے چہرے کو دیکھا جو مزے سے نازو اور اماں سے گپ شپ لگا رہا تھا۔ وہ انکار کر کے اماں کو مزید طیش نہیں دلانا چاہتی تھی۔ اسی لیے وہ اللہ کے بھروسے دل کو مضبوط کرتی بولی۔

"اوکے میں چینج کر لوں۔ "وہ سادگی سے کہتی مڑی جب اس کی پکار پہ اسے رکنا پڑا۔

"کوئی چادر وغیرہ ہی لے لو بس، راستے میں ریڈی ہو جانا اپائنٹمنٹ لی ہے ماما بیگم نے۔ "اچانک یاد آنے پہ وہ بولا۔

"راستے میں کیسے تیار ہو گی؟ اب وہ موار نگ و روغن ساتھ ساتھ لیے گھومے گی۔ "اماں کو اپائنٹمنٹ کی سمجھ نہیں آئی تھی اسی لیے معصومیت سے بولیں۔ خوشی کے ساتھ ان تین آستین کے سانپوں کی ہنسی بھی نکل گئی۔

"ویسے آپا! کتنا عرصہ نکالتا ہے تمہارے درودیوار پہ کیا گیا رنگ روغن؟ "عذیر کمینگی سے بولتا اسے آگ لگا گیا۔

"زیادہ نہیں بس یہی کوئی دو تین گھنٹے کا قلیل عرصہ۔ "حمیر نے ٹکڑا لگایا تو اس کا دل چاہا اس کی گچی مروڑ دے، بھلا اس نے کب رنگ روغن کیا تھا۔

"اور اس کے بعد آپ کی کیا حالت ہوتی ہے؟ "شہیر نے ازراہِ ہمدردی پوچھا۔

"مت پوچھ میرے بھائی! "حمیر نے بڑے ہی درد بھرے انداز میں کہنا شروع کیا ہی تھا کہ عمیر فٹ سے بولا۔

"ٹھیک ہے نہیں پوچھتے۔ "اس کے بے نیازی سے کہنے پہ حمیر نے کس کے ایک جھانپڑ اس کے کندھے پہ رسید کیا۔ اس نے اس کے درد بھرے غبارے سے سارا درد ہی بہا دیا تھا جبکہ وہ تینوں خاموش تماشائی بنیں انہیں تک رہی تھیں۔

"بہنوئی ہوں تمہارا، کوئی عزت نام کی بھی چیز ہوتی ہے۔ "اس نے آواز کو بارعب بناتے ہوئے کہا تو تینوں نے شیطانی ہنسی ہنستے ہوئے خوشی کو دیکھا۔

"جس بہن کے آپ شوہر ہیں، اس کی ہم اس سے زیادہ عزت نہیں کر سکتے۔ "شہیر نے خباثت سے خوشی کو دیکھ کر آنکھ دباتے ہوئے کہا۔ خوشی کے اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا اور پھر پورے ہال میں ان تینوں کے پیچھے بھاگتی خوشی تھی اور اس کے پیچھے کوسنے دیتیں قدسیہ بیگم جو اس کے اس لاپرواہ انداز پہ کڑھتیں اسے روکنے کی ناکام کوششوں میں تھیں۔ وہ خاموش بیٹھا اب اس ورلڈ وار فور کے خاتمے کا انتظار کرنے میں لگا تھا۔

For more visit (exponovels.com)

"میم! آپ کی آئیز پہ سموکی میک اپ کر دوں؟" بیوٹیشن کو اگرچہ ہدایت ملی تھی کہ زیادہ اوور میک اپ نہیں کرنا لیکن سی گرین رنگ کی سمپل مگر نفیس سی ساڑھی میں ملبوس خوش بخت کو دیکھ کر اس کا دل چاہا کہ اسے اچھا سا تیار کرے جبکہ خوشی اس کی بات پہ عجیب ہونق سی ہو گئی۔

"سموکی آئیز؟ جانے یہ کیا بلا تھی؟" وہ دل ہی دل میں بڑبڑائی۔

"سموکی مطلب سموک اور سموک تو دھواں ہوتا ہے اور یہ میری آنکھوں پہ دھواں چھوڑنا چاہتی ہے۔" اس کے دماغ میں کھدبد جاری تھی اور وہ جوڑ توڑ کرتی بے اختیار بلند آواز میں بولی۔

"نہیں! دھواں نہیں میرا مطلب ہے سموکی۔" وہ ہڑبڑاتی ہوئی بولی تو بیوٹیشن حیران ہوتی ہوئی اس کے بال بنانے لگی۔

"ایکسکیوزمی! مسز حمیر مرزا آپ کے ہزبینڈ آئے ہیں۔" بیوٹیشن اس کی ساڑھی کا پلو سیٹ کر رہی تھی جب اسسٹنٹ کی اطلاع پہ نجانے کیوں اس کا دل زور سے دھڑکا، شاید وہ اس کے سامنے اس روپ میں پہلی دفعہ جا رہی تھی اس لیے جو بھی تھا وہ اس پل گھبرا سی گئی تھی مگر دل ہی دل میں خود کو مضبوط کرنے لگی۔

کہا نا پیار ہے تم سے
تو پھر کیوں ضد تمہاری ہے
کہ جب بھی ملوں تم سے
یہی اظہار ہو لب پہ
مجھے تم سے محبت ہے
تمہیں معلوم ہے جاناں
محبت تو محبت ہے
یہ تو آنکھوں میں دکھتی ہے
حسین سے خواب کی صورت
اسے کہنا نہیں پڑتا

For more visit (exponovels.com)

بہت چپ چاپ جذبہ ہے
دبے پاؤں ہی چلتا ہے
مگر جو نقش اس کے ہیں
بہت ہی گہرے ہوتے ہیں
انہیں کہنا نہیں پڑتا
مگر اظہار ہوتا ہے
کبھی باتوں کی خوشبو سے
کبھی آنکھوں کی شوخی سے
تو پھر کیوں ضد تمھاری ہے
کہ جب بھی ملوں تم سے
یہی اظہار ہو لب پہ
مجھے تم سے محبت ہے

دس منٹ انتظار کے بعد بھی جب وہ باہر نہ آئی تو وہ جھنجھلاتا ہوا گاڑی سے باہر آنکلا اور خاصے تپے ہوئے انداز میں اندر کی جانب بڑھا مگر وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ اسے یک ٹک دیکھتا وہ اپنی دھڑکنوں کی آواز سننے لگا۔

سی گرین رنگ کی نفیس سی ساڑھی میں ملبوس، بالوں کی سائیڈ مانگ نکالے سارے بال سمیٹ کے بائیں کندھے پہ سجائے، سلور جیولری اور ہیل پہنے وہ صحیح معنوں میں اس کے دل کے تار چھیڑ گئی تھی۔

اسکی گہری نگاہوں کی تپش سے گھبراتی سرخ چہرے کو بمشکل نارمل کرتی وہ اس کے قریب پہنچی۔

"چلیں۔" اس نے کمپوزڈ لہجے میں پوچھا مگر وہ چلنے کی بجائے اس کی سمت قدم بڑھانے لگا تو اس کی نگاہوں سے چھلکتے جذبات پہ خوشی کا حلق خشک پڑنے لگا۔

"اب اسے بیچ سڑک پہ کون سا دورہ پڑنے لگا ہے؟" وہ زیر لب بڑبڑاتی اسے دیکھنے لگی جو اس سے بالشت بھر کے فاصلے پہ کھڑا ہوا تھا۔

"یہ خواب ہے یا حقیقت؟" دایاں ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس کے بلش کرتے رخسار کو چھوتے ہوئے وہ پر فسوں لہجے میں بولتا ہوا اس کی سمت جھکا تو اگلے ہی پل اس کی خوفناک چیخ سڑک پہ گونج اٹھی۔ ماحول پہ چھایا طلسم ایک جھٹکے میں ٹوٹ گیا۔

For more visit (exponovels.com)

"یہ کیا طریقہ ہے باندری؟" وہ اپنا بازو زور زور سے سہلاتے ہوئے غصے سے بولا کیونکہ وہ جنگلی بلیوں کی طرح اس کا بازو نوچ چکی تھی۔

"میں تمہیں بتا رہی تھی کہ خواب نہیں حقیقت ہے۔" وہ اپنی بے ہنگم دھڑکنوں سے گھبرا کر بولی۔ حمیر کا دل چاہا، وہ اس کا گلا دبا دے جس نے لمحے سے پہلے اس کے رومانوی موڈ کا ستیاناس مار دیا تھا۔

"مرو گاڑی میں۔" وہ خفگی اور جھنجھلاہٹ سے کہتا ہوا خود ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھ گیا جبکہ اس کی جھنجھلاہٹ پہ اب اسے ہنسی آ رہی تھی۔

"ویسے ہم جا کہاں رہے ہیں؟" گاڑی کے سٹارٹ ہوتے ہی وہ بولی۔

"جہنم میں۔" دوسری جانب سے جلا کٹا جواب موصول ہوا۔

"وہ تو تمہاری فیورٹ جگہ ہے، مجھے کیوں لے کے جا رہے ہو وہاں؟" وہ جواباً آنکھیں پٹپٹاتی مصنوعی معصومیت سے بولی تو اس نے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے گھورا۔

"بہت ہی بکواس ترین جوک تھا۔ اپنا یہ بناؤ ڈھکن جیسا منہ اب پورے راستے بند رکھنا ورنہ میں نے اٹھا کر گاڑی کے باہر پھینک دینا ہے۔" اس کا دکھ اور غصہ تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ وہ اسکی حالت سے محظوظ ہو رہی تھی۔ اس کے ایسے جلے کٹے انداز پہ وہ بے ساختہ کھلکھلا اٹھی۔

ایسی شفاف اور مصنوعی تاثر سے پاک ہنسی نے اس کے سلگتے اعصاب پہ ٹھنڈی سی پھوار برسائی تھی اور اس کے ماتھے پہ سجے بل بھی آہستہ آہستہ مدھم پڑنے لگے۔

"ویسے تم نے۔۔۔" ہنستے ہنستے وہ ایک دم چپ ہوتی شاید پھر سے اسے سلگانے کی تیاری میں تھی مگر وہ اسکی بولتی بند کر گیا۔

وہ ایک جھٹکے سے اس سے دور ہوتی غصیلی نگاہوں سے اسے گھورنے لگی۔

"تم بہت۔۔۔" وہ لرزتی کانپتی بولنے لگی جب وہ اس کے ہونٹوں پہ انگلی جماتا اسے خاموش کروا گیا۔

"ششش! ایک لفظ مت کہنا۔ بقول تمہارے میں بہت بے ہودہ اور بہت بے شرم ہوں۔ اس لیے مجھے چھیڑو مت کہ آج تمہارا جادو سر چڑھ کر یوں بول رہا ہے۔" وہ سنجیدگی سے کہتا بات ادھوری چھوڑ کر سامنے دیکھنے لگا جبکہ وہ کسی اگلے موقع کے انتظار میں خون کے گھونٹ بھرتی اس کی بے باکی پہ لب بھینچتی اپنا رخ بدل گئی۔

****

وقت پر لگا کر گزر رہا تھا اور وہ دونوں بھی ٹام اور جیری کی طرح ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے بنا ہار مانے ایک دوسرے کو زچ کرتے دن گزار رہے تھے۔

For more visit (exponovels.com)

نومبر کا مہینہ شروع ہو چکا تھا اور وہ مرزا بیگم سے اجازت لیتی اماں کے گھر جانے کی غرض سے تیار ہونے کے لیے کمرے میں داخل ہوئی مگر کمرے سے آتی آواز پہ اس کے قدم ٹھٹھکے۔

"نہیں تم پیپر زریڈی کروالو۔ مجھ سے مزید انتظار نہیں کیا جاتا۔ بس یہ ڈیڑھ دو مہینوں کی ہی بات ہے اس کے بعد سب کام ختم۔ تم کل پیپر زریڈی کرواؤ، میں سائن کر دوں گا۔" اس کی بھاری سنجیدہ آواز پہ اس کی آنکھیں پھٹ سی گئیں۔ سر پہ گویا ساتوں آسمان ٹوٹ پڑے تھے۔

اس نے کانپتے ہاتھوں سے دیوار کا سہارا لیا اور پھٹی پھٹی بے یقین نگاہوں سے اس کی پشت کو دیکھا جو موبائل کان سے لگائے ہشاش بشاش سا محوِ گفتگو تھا۔

اس نے ایک نظر اپنے وجود پہ ڈالی تو اس کی آنکھیں یکایک ڈبڈبانے لگیں، جبکہ اک دکھ کی لہر پورے وجود کو توڑتی روح میں سرائیت کر گئی تھی۔

"تم سے تو اتنا انتظار بھی نہ ہو سکا کہ تم جس کے لیے یہ سب کر رہے ہو اسے تو اس دنیا میں آنے دیتے۔" کرب سے سوچتے ہوئے اس کے چہرے پہ ایک زہر خند مسکان پھیل گئی۔ تب ہی وہ بات کرتے کرتے پلٹا اور اسے یوں دیوار کے ساتھ بکھری حالت میں کھڑے دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔

"واہ حمیر مرزا واہ! کیا شاندار پلاننگ ہے تمہاری؟ اپنی دادی کی فرمائش پوری کرنے کے لیے تم ایک لڑکی کی پوری زندگی تباہ کرتے ہوئے ایک محدود مدت کے لیے اسے اپنی زندگی میں شامل کر کے چند مہینے کھیل کے تم نے اس ڈرامے کا اتنی جلدی اختتام بھی لکھ دیا؟ چند ہفتے اور انتظار تو کر لیتے تم۔" متنفر لہجے میں بولتی وہ اس کے ضبط سے سرخ پڑتے چہرے کو نظر انداز کرتی بولی۔

"کیا بکواس کر رہی ہو تم؟" اس نے سخت لہجے میں بولتے ہوئے کال کاٹ دی جبکہ دوسری جانب موجود ہارون بھی ان کی گفتگو سن کے پریشان ہو چکا تھا۔

"بکواس میں نہیں، تم کر رہے تھے اور گزشتہ ایک سال سے کر رہے ہو۔ بس تمہیں یہی کرنا آتا ہے۔" وہ قدرے اونچی آواز میں بولی تو اس کی تیوریاں چڑھنے لگیں۔

"بی ہیو یور سیلف خوش بخت مرزا! اپنی آواز نیچی رکھو اور سکون سے جا کر لیٹ جاؤ۔" وہ ٹھنڈے لہجے میں اسے تنبیہ کرتا ہوا بیڈ کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

For more visit (exponovels.com)

"سکون سے ہی لیٹوں گی کیونکہ اگر تم سوچ رہے ہو کہ میں تم جیسے شخص کے سامنے گڑگڑاؤں گی تو یہ تمہاری بھول ہے اور میرا سکون تمہاری اس کمرے سے غیر حاضری میں پنہاں ہے۔ چلے جاؤ اس کمرے سے کیونکہ سائن تم کل کرنے والے ہو تو میرا تم سے اب کوئی رشتہ نہیں۔" مضبوط مگر کسی حد تک شاکی لہجے میں بولتے ہوئے ہزار کوششوں کے باوجود بھی وہ اپنی آواز کو بھیگنے سے نہ روک سکی۔

"کیا کہہ رہی ہو تم، جیسا تم سمجھ رہی ہو ویسا نہیں ہے کچھ بھی۔" اس کی نم آنکھیں دیکھ کے وہ جھنجھلا کر بولا۔

"حمیر مرزا! تمہارے کانٹریکٹ پیپرز میرے پاس ہیں۔ تم مجھے غلط نہیں کہہ سکتے۔ تم بس اس کمرے سے نکل جاؤ پلیز۔" وہ اپنے آنسوؤں پہ قابو پاتی سنجیدہ لہجے میں بولی تو اس کا ضبط چھوٹنے لگا۔

"کیوں جاؤں میں اس کمرے سے؟" وہ تیوری چڑھاتے ہوئے اس سے استفسار کرنے لگا۔

"کیونکہ کوئی رشتہ نہیں ہے تمہارا مجھ سے اور نہ اس بچے کے ساتھ۔ یہ بچہ فقط تمہاری فیملی کی خواہش ہے اور کچھ نہیں، کچھ بھی نہیں۔" اس کا ضبط چھٹنے لگا تھا تب ہی آواز بلند اور نم ہونے لگی تھی۔

"تم اس گھر میں میرے ہی حوالے سے موجود ہو پھر کیسے کہہ سکتی ہو کہ تمہارا مجھ سے کوئی رشتہ نہیں؟" مٹھیاں بھینچتے ہوئے وہ سلگ کر بولا۔

"کون سا رشتہ؟ جسے کل تم کالی سیاہی سے ختم کرنے جا رہے ہو؟ کتنے خود غرض مرد ہوتے ہیں نا۔" وہ بھیگی سرخ آنکھیں اس کے چہرے پہ گاڑے درشت لہجے میں بولتی جا رہی تھی اور وہ سرخ چہرہ لیے فقط اس کی حالت کا خیال کرتے ہوئے اس کی لن ترانیاں سنتا جا رہا تھا ورنہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اس کا گلا دبا دے۔

"تمہیں جو سمجھنا ہے سمجھو لیکن اس بات کو اس بھوسے سے بھرے دماغ میں بٹھا لو کہ میں اس کمرے سے کہیں نہیں جانے والا اور جب میں نہیں جا رہا تو تمہارے جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ڈیلیوری تک تو بالکل نہیں۔" وہ ڈھٹائی سے ایک ایک لفظ پہ زور دیتا اس کا دل جلا گیا۔

"تم میرے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے۔" وہ پھر سے چلائی۔

"بالکل کر سکتا ہوں، شوہر ہوتا ہوں تمہارا۔" وہ چڑانے والے انداز میں کہتا بایاں ہاتھ بڑھا کر اس کے رخسار پہ دِکھتے آنسوؤں کے نشانات مٹانے لگا تو وہ ایک دم کراہ کے پیچھے ہٹا۔

"آہ!!" ایک ہاتھ پیٹ پہ جبکہ دوسرے سے ٹانگ پکڑے وہ بریک ڈانس کر رہا تھا کیونکہ خوش بخت مرزا کے ہاتھ کا مکا اور پاؤں کی کک اس کے پیٹ اور ٹانگ کی تواضع کر چکی تھی۔

"یہ کیا جنگلی پن ہے؟" وہ غراتے ہوئے بولا۔

For more visit (exponovels.com)

"یہ میں تمہیں بتا رہی ہوں کہ مجھے کمزور سمجھنے کی غلطی کبھی مت کرنا۔ میں تمہارے کسی کانٹریکٹ سے نہیں ڈرتی۔ اس لیے یہ مت سمجھنا کہ میں اپنے وجود کا حصہ تم سے ڈر کے تمہیں سونپ کے جا رہی ہوں۔ نہیں میں اس بچے کو فقط تمہارے گھر والوں کی بے پناہ محبت اور خواہش کی بنا پہ ادھر اس شرط پہ چھوڑ کے جاؤں گی کہ وہ میرے بچے سے تمہیں ہمیشہ دور رکھیں۔" وہ اس کی آنکھوں میں اپنی سرخ آنکھیں ڈالے، دل میں اٹھتے درد کو نظر انداز کرتی مضبوط لہجے میں بولتی اسے ہلا گئی۔

"خوشی! یار میری بات تو سن لو پہلے۔" وہ نرمی سے بولا۔ وہ اس کی ساری بات سمجھ چکا تھا۔

"کچھ نہیں سننا میں نے۔ جانتی ہوں تم کبھی بات نہیں مانو گے لیکن کوشش کرنا کہ میرے سامنے کم سے کم آؤ۔" وہ سنجیدگی سے کہتی اسے ششدر چھوڑ کے ڈریسنگ روم میں چلی گئی۔

"ٹھیک کہتیں ہیں قدسیہ آنٹی! اس باندری کا دماغ واقعی گھٹنوں میں ہے۔ سننا کچھ نہیں ہے بس اپنی ہانکتے رہنا ہے۔ اب لگی رہے اپنے مفروضے قائم کرنے میں۔ میں بھی کچھ نہیں بتانے والا جب سلگ سلگ کر کالی ہو جائے گی تب سمجھ آئے گی۔" وہ بڑبڑاتا ہوا ڈریسنگ روم کے بند دروازے کو گھورے جا رہا تھا۔

****

"اماں! ڈاکٹر نے مجھے ٹینشن سے فری رہنے کا کہا ہے اور تم ٹینشن کی پوٹلیاں میرے لیے لے آئی ہو۔" وہ جو شہیر اور عذیر کے مسلسل تنگ کرنے پہ زچ ہوتی ریشا بیگم سے بات کرتی قدسیہ بیگم سے بولی۔

"خوش بخت بیٹا!" چائے کے ساتھ دیگر لوازمات ملازمہ کے ہمراہ لاتی عائلہ بیگم نے تادیبی نگاہوں سے اسے ٹوکا۔

"بی بی! جو خود ٹینشن کی دکان ہو اسے پوٹلیوں سے کیا فرق پڑے گا۔" بنا اس کے سسرالیوں کا لحاظ کیے جب اماں بولیں تو شہیر اور عذیر کے ساتھ وانیہ، غانیہ اور ہانیہ کے بھی مشترکہ قہقہے ابل پڑے۔

"چل اماں بس کر، آپا کی تھوڑی بہت عزت تو رہنے دے۔ اب تو ویسے بھی بڑی ہو گئی ہے۔" شہیر نے ہمدردی جتاتے ہوئے کہا تو ریشا اور عائلہ بیگم مسکرانے لگیں۔

"تم چپ رہو، زیادہ میرے ہمدرد نہ بنو۔" وہ ایک جھانپڑ اسے رسید کرتی دبی دبی آواز میں بولی۔

"بری بات بیٹا، جائیے بھائیوں کو گھر دکھائیے اور انہیں اچھی سی کمپنی دیجیے۔" وہ اسے ٹوکتے ہوئے بولیں تو ان تینوں سمیت وہ تینوں بہن بھائی بھی اٹھ کر لان کی طرف چل دیے جبکہ اب تینوں خواتین اپنی باتیں لیے بیٹھی تھیں۔

For more visit (exponovels.com)

"میں بتا رہا ہوں آپا! اب اگر بال تم نے باہر پھینکی تو نئی بال نہیں آئے گی بلکہ تم گھر سے باہر ہو گی۔" مسلسل بال کے پیچھے بھاگتا عذیر ہانپتے ہوئے بیٹ پکڑے چوکس کھڑی خوشی سے بولا تو اس نے بیٹ گھما کے رکھا اس کی کمر میں۔

"میرے گھر سے نکال کے تو دکھاؤ مجھے۔" وہ گردن اکڑا اکڑا کر بولی تو وہ زبان چڑاتا ہوا اس سے دور بھاگ گیا۔

"اوہ بھائی آ گئے۔" فلڈنگ کرتی ہانیہ چہکتی ہوئی گیٹ سے اندر آتی حمیر کی گاڑی دیکھ کر بولی۔

"بال کرواؤ گے بھی یا اس کی آرتی اتارنے کے لیے بت بن کے کھڑے رہو گے؟" حمیر کے ساتھ گاڑی سے نکلتے ہارون کو دیکھ کر اسے تپ چڑھنے لگی۔ اس کی نظر میں سب سے زیادہ وہی قصوروار تھا کیونکہ بحیثیت لاء کنسلٹنٹ وہی تو سارا پیپر ورک کرتا تھا حمیر مرزا کا۔ اسی لیے وہ بد لحاظی سے عذیر سے بولی۔ عذیر نے برا سا منہ بناتے ہوئے اسے زوردار بال کروائی تو اس نے بیٹ رکھ کے گھمایا اور بال پوری قوت سے ہوا میں بلند ہوتی ان سے کافی فاصلے پہ آتے ہارون کے ماتھے پہ بھرپور انداز میں سلامی دے گئی۔

"آہ!" ہارون جنید کی دلخراش چیخ گویا حویلی کے در و دیوار ہلا گئی تھی۔

اس کی چیخ میں اس قدر دلسوزی تھی کہ سب پریشانی و فکر مندی سے اسے دیکھتے ہوئے اس کی جانب لپکے ماسوائے خوشی کے کیونکہ وہ فاتحانہ مسکان چہرے پہ لیے گومڑ کو تاج کی طرح ماتھے پہ سجائے ہارون جنید کو تک رہی تھی۔

"تمہیں کیا ہوا؟ کیوں عورتوں کی طرح بین کر رہے ہو؟" وہ جانتے بوجھتے انجان بنا۔ ہارون نے کلستے ہوئے زور سے اس کے پاؤں پہ اپنا پاؤں مارا تو اس کا بریک ڈانس بھی ہارون کے بین میں شامل ہو گیا جبکہ ان کی طرف لپکنے والے اب ذرا فاصلے پہ ان کی اوور ایکٹنگ کے جلوے دیکھ رہے تھے۔

"واپس آ جاؤ تم لوگ، اب کیا ان کو ہسپتال لے کے جانا ہے؟" سب کو وہیں جمے دیکھ کے اس نے بیزاری سے ہانک لگائی۔

"کیوں تم کیا کر رہی ہو؟" حمیر نے کلس کے اسے دیکھا جو بیٹ ہاتھ میں پکڑے خود کو جونیئر آفریدی سمجھ رہی تھی۔

"بریک ڈانس کر رہی ہوں، اینی پرابلم؟" اس نے جواباً بڑے میٹھے انداز میں طنز کیا تو وہ بھنا اٹھا۔

"پہلے ٹھیک سے چل تو لو پھر ڈانس بھی کر لینا تم، آئی بڑی شکیرا۔" وہ منہ بناتا بچوں کی طرح اس سے لڑنے بھڑنے کو تیار تھا۔

"میں کیوں شکیرا بندری بنوں، میں خوش بخت ہوں اوکے۔" اسے شاید ساری بات میں یہی بات قابل اعتراض لگی تھی کہ اسے شکیرا جیسا نہ ہونے کا طعنہ دیا گیا تھا۔

"ہاں تم خوش بخت ہو اور میں سیاہ بخت ہوں جس کی تمہارے ساتھ قسمت پھوٹ پڑی۔" وہ جل کے عورتوں کی طرح دہائی دینے لگا۔

For more visit (exponovels.com)

"ساری باتوں میں ایک یہی بات سچ کہی ہے آپ نے۔" شہیر نے فوراً لقمہ دیتے ہوئے کہا۔ وہ جنگلی بلی فوراً جلال میں آئی جبکہ حمیر اور ہارون نے ایم بلند و بانگ قہقہہ لگایا۔

"تم تو ہو ہی میرے اولین دشمن، اس لیے فوراً سے پہلے نکلو میرے گھر سے۔" وہ اسے دھکا مارتی ہوئی فوراً جلال میں آئی۔

"اے حمیر مرزا کو سیاہ بخت بنانے والی، بھولو مت میں کون ہوں؟" وہ اس سے چار قدم کے فاصلے پہ ہو تا سلطان راہی بننے کی تھرڈ کلاس ایکٹنگ کرتا ہوا بولا تو سب کی دبی دبی ہنسی چھوٹ گئی جبکہ اس کا رنگ غصے سے لال پیلا ہونے لگا۔

"کون ہو تم ہاں؟" وہ اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتی بولی۔

"میں تمہارے بچوں کا ماموں ہوں اور کون۔" اس نے یک لخت پینترا بدلتے ہوئے معصومیت سے کہا تو ایک سب کا مشترکہ قہقہہ لان میں گونج اٹھا تو وہ فطری حیا کے باعث سوائے دانت کچکچانے کے اور کچھ نہ کر سکی۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••••

"مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ؟" وہ جو ڈریسنگ روم سے نکلنے لگی تھی تو وہ جن کی طرح اچانک اس کے سامنے آ گیا۔ وہ ایک سنجیدہ نگاہ اس پہ ڈالتی دائیں جانب ہوئی تو وہ بھی دائیں جانب سرکا۔ وہ بائیں جانب ہوئی تو وہ بھی اسی جانب لپکا، جب دو سے تین بار یہی عمل دہرایا گیا تو اس نے طیش سے اسے دیکھا۔

وہ جدید فیشن کا مظاہرہ کرتی گھٹنوں سے پھٹی ہوئی جینز کے ساتھ بلیو گول گلے والی ٹی شرٹ پہنے، دونوں ہاتھ پاکٹس میں گھسائے، خوبرو چہرے پہ زچ کر دینے والی مسکان لیے، گہری نگاہوں سے اسے تک نہیں بلکہ لوفروں کی طرح نہار رہا تھا۔

"تم مجھے آپ کیوں نہیں کہتی؟" وہ پھر سے اس کا راستہ روک چکا تھا۔

"کیوں تم کہاں کے پرائم منسٹر ہو جسے اتنی عزت سے مخاطب کیا جائے؟" وہ جواباً تنک کے گویا ہوئی تو اس کے چہرے پہ پھیلتی مسکان مزید گہری ہوئی۔

"شوہر ہوتا ہوں تمہارا؟" اس نے حظ اٹھانے کے انداز میں کہا تو اس نے شاکی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"وہی شوہر جس نے ڈائیورس پیپرز پہ سائن کر دیے ہیں؟" وہ دل میں اٹھتے درد کو چھپاتی چبا چبا کے بولی۔

"ہے کوئی ثبوت تمہارے پاس؟" وہ چیلنجنگ انداز میں مسکرایا تو اس کا دل چاہا وہ اس کا منہ نوچ لے۔

"تمہاری کمینگی کا مجھے ثبوت چاہیے بھی نہیں۔" اس نے سخت الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے کہا مگر خلافِ توقع اس کے چہرے کی مسکراہٹ کم نہ ہوئی بلکہ مزید گہری ہوئی۔

For more visit (exponovels.com)

"دن بدن کتنی حسین اور تیکھی باتیں کرنے لگی ہو تم جانم؟" وہ اس کے چہرے کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا تو وہ فوراً بدکی۔

"اپنے ان ہاتھوں کو کنٹرول میں رکھو۔" وہ سخت لہجے میں گویا ہوئی۔

"میں تو نہیں کروں گا بلکہ آج تو میرے ہاتھ کیا میرے ہوش و حواس بھی میرے کنٹرول میں نہیں ہیں۔" اس نے بڑی سہولت سے خوشی کا ہاتھ کھینچتے ہوئے اسے اپنے حصار میں قید کیا۔

"مجھے ہاتھ مت لگاؤ حمیر مرزا! تمہارا مجھ سے ایسا کوئی رشتہ نہیں۔" وہ بھرپور مزاحمت کرتی ہوئی چیخی۔

"ایویں رشتہ نہیں، تمہارے ہونے والے بچے کا باپ ہوں میں۔" وہ اس پر گرفت مضبوط کرتا اس کے غصے سے لال چہرے کو تکتا ہوا بولا۔

"میرے بیٹے سے بھی تمہارا کوئی رشتہ نہیں، میں اسے یہاں سے لے کہ چلی جاؤں گی۔ بھاڑ میں گیا تمہارا گھٹیا کانٹریکٹ۔" وہ اپنی حالت کی پرواہ کیے بغیر چیخ رہی تھی۔

"کیوں ایسا تکلف کر رہی ہو؟ یہیں رہنا میرے ساتھ تم۔" وہ گھمبیر لہجے میں بولا تو اس کی آنکھیں چھلک اٹھیں۔

"تم کیوں کر رہے ہو میرے ساتھ ایسا؟ کیوں میرے دل کے ساتھ کھیل رہے ہو؟ جب تم سب ختم کر چکے ہو تو کیوں پھر میرے دل کو اپنے ساتھ چلنے کی راہ دکھانا چاہتے ہو تم؟ میرے لیے ایسی مصیبتیں پیدا مت کرو خدا کے لیے۔" اس کے بھیگے لہجے میں اس قدر کسک تھی کہ اس کی گرفت اس پہ ڈھیلی پڑی اور دل پہ ڈھیروں ڈھیر بوجھ آن پڑا۔

"تم کیوں اپنے خود ساختہ مفروضات میں گھری ہوئی ہو خوشی؟ تمہیں کتنی بار کہہ چکا ہوں کہ جیسا تم سوچ رہی ہو ویسا کچھ نہیں ہے۔" وہ تھکے تھکے لہجے میں بولا کیونکہ اتنے دنوں سے وہ صفائیاں دیتے دیتے تھک چکا تھا۔

"چلو مان لیا کہ میں نے جو سنا وہ غلط تھا لیکن وہ کانٹریکٹ؟" وہ جھٹکے سے اس کی کمزور گرفت سے نکلتی ہوئی تنفر سے بولی تو وہ نظریں چرا گیا۔

"دیکھو وہ کانٹریکٹ بس میں نے۔۔۔" وہ مفاہمتی انداز میں بول رہا تھا جب وہ چیخ اٹھی۔

"مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سنی۔" وہ قطعی لہجے میں بولی تو اس نے گہرا سانس لے کر اسے دیکھا اور اس سے بحث کو عبث جانتے ہوئے وہ پھر سے اپنے موڈ میں لوٹ آیا۔

"مت سنو کیونکہ تم ہو ہی بہت بڑی باندری۔ ایک دفعہ بچہ ہو جائے پھر دیکھنا میں کرتا کیا ہوں۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسے ڈراتا ہوا بولا۔ خوشی نے اس کی پشت کو بے دریغ گھورا جو اب پلٹ کے واش روم کی طرف بڑھ چکا تھا۔

For more visit (exponovels.com)

رات کا نجانے کون سا پہر تھا جب درد کی شدید لہر کے باعث اس کی آنکھ کھل گئی۔اس نے کروٹ لیتے ہوئے برداشت کرنے کی کوشش کی لیکن درد کی شدت سے اس کے منہ سے ایک بلند چیخ نکلی۔

"حمیر!حمیر۔۔۔"اس نے بمشکل دھیمے لہجے میں اسے پکارا جو اس کی پکار پہ تو نہیں ہاں اس کے ہلانے پہ وہ فوراً جاگا۔

"کیا ہوا خوشی؟"وہ فوراً لیپ کے دونوں ہاتھوں میں اس کا پسینے سے بھیگا چہرہ تھامتا متفکر سا بولا۔

"ماما بیگم کو۔۔۔۔"اس نے بمشکل اس سے کہا تو وہ بھی جیسے ہوش میں آیا اور ہڑبڑاہٹ میں انٹر کام کی بجائے خود ہی ننگے پاؤں ماں کے کمرے کی جانب بھاگا۔

"کیا ہوا حمیر؟خوشی ٹھیک تو ہے؟"دروازہ کھولتے ہی اسد صاحب نے اسے حواس باختہ سا دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ماما بیگم کو بھیجیں بابا،خوشی کی طبیعت خراب ہے بہت۔"اس غیر متوقع صورتحال پہ وہ بہت پریشان دِکھ رہا تھا تب تک ریشہ بیگم بھی اس سے خوشی کے بارے میں پوچھتیں اس کے روم کی جانب لپکیں اور حمیر کو عائلہ بیگم کو جگانے کا کہہ کر گاڑی نکالنے کا حکم دیا۔

"کیا ہوا میرا بچہ؟"وہ اس کا درد کی شدت سے بے حال چہرہ دیکھتی ممتا سے بھرپور لہجے میں بولیں تو وہ سسک اٹھی۔

"ماما!!"اس کی آنکھوں سے زارو قطار آنسو نکل رہے تھے جنہیں دیکھ کہ ان کا دل پسیجا تب ہی عائلہ بیگم،مرزا بیگم اور حمیر کمرے میں داخل ہوئے۔انہوں نے فوراً حمیر سے اسے گاڑی میں لے جانے کذ کہا اور اس کا سامان پیک کرتیں وہ تینوں خواتین بھی ان کے ساتھ ہسپتال روانہ ہو گئیں۔

****

جاری ہے

For more visit (exponovels.com)

ہم ساز میرے

حوریہ ملک

قسط12

اس نے کسمساتے ہوئے آنکھ کھولنے کی کوشش کی تو اس کے نتھنوں سے دوائیوں کی ملی جلی مہک ٹکرائی۔اس نے پوری کوشش کرتے ہوئے اپنی آنکھیں مکمل کھولیں تو سامنے دکھائی دیتے منظر کو دیکھ کے اس کا دل دھڑکنا بھول گیا۔

مرزا بیگم کی گود میں موجود نومولود مہمان جسے دیکھنے کے لیے سب مرزا بیگم کے اوپر، آگے پیچھے جھکے ہوئے تھے ماسوائے اس شخص کے،اس منظر سے اسے اس قدر تقویت محسوس ہو رہی تھی کہ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس کا دل دھڑکنا بھول رہا ہو۔

مرزا بیگم کی گود میں موجود اس وجود کو دیکھتی اس کی آنکھیں نجانے کیوں بھر آئیں اور اس کا دل چاہا وہ چیخ کر انہیں کہے کہ مجھے میرے وجود کا حصہ تھمادیں اور شاید اس کے دل کی آواز ریشہ بیگم نے سن لی تھی کہ وہ اچانک خوشی کی اماں سے بات کرتے ہوئے اس کی جانب متوجہ ہوئیں اور اسے ہوش میں دیکھ کر لپک کے اس کی طرف آئیں۔

"بیٹا کیسی ہیں آپ؟" انہوں نے اس کی پیشانی چومتے ہوئے پوچھا تو وہ اثبات میں سر ہلا گئی تب تک مرزا بیگم اور باقی سب بھی اس کے بیڈ کے قریب آگئے۔

"بے حد مبارک ہو بچے،اللہ نے اپنی نعمت سے نوازا ہے اللہ تعالیٰ اسے آپ کے حق میں بہتر کرے۔ لمبی اور تندرست زندگی عطا فرمائے۔" وہ اس کا ماتھا چومتی دعاؤں سے نواز رہی تھیں پھر سب نے باری باری اسے مبارک باد دی اور تب قدسیہ بیگم اپنے نواسے کو لیے اس کے قریب آئیں۔

"لو دیکھ لو اپنا بیٹا، شکر ہے شکلاً تن پہ نہیں گیا۔اب دعا ہے عقلاً بھی یہی مہربانی کرے۔" انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں کہا تو سب کے ساتھ وہ بھی خلافِ توقع ہنس پڑی۔

"ویسے بھابھی! آپ اور بھائی ٹام اور جیری بنے رہتے تھے لیکن بے بی بالکل ہیری پہ ہے جیسے ہر وقت آپ انہیں ہی تاڑتی رہی ہیں۔" حنظلہ نے چٹکلہ چھوڑا تو منزہ بیگم نے فوراً اسے چپت رسید کی۔

حنظلہ کی بات پہ اس شخص کی غیر موجودگی پہ اس کے دل کو دھکا سا لگا کہ وہ ایسے نازک موقعے پہ بھی غیر حاضر تھا۔تب ہی دروازے پہ کھٹکا ہوا اور ہاتھوں میں فریش بوکے پکڑے ہارون جنید کے ساتھ وہ بھی کمرے میں داخل ہوا۔دھیان سارے کا سارا اس کی طرف تھا جو گود میں بیٹا لیے ممتا کے روپ کی دلکش مورت دکھ رہی تھی۔

For more visit (exponovels.com)

ہارون کو اس کی مبارکباد پہ تھینکس بولتے ہوئے بھی اس کا سارا دھیان اس کی جانب تھا جو اس کی بائیں طرف آن رکا تھا اور پھر اس نے دونوں ہاتھ اس کی گود کی طرف بڑھائے تو اس کی سانسیں تھمنے لگیں۔

اس نے بہت آہستگی سے اس کی گود میں لیٹے اپنے بیٹے کو اپنے بازوؤں میں اٹھایا تو خوشی پہ حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، وہ ہنوز بے یقینی سے اسے تک رہی تھی۔

"ویلکم جونیئر۔" اس کی مدھم مگر بھاری آواز پہ سب کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ بکھر گئی اور اسے اپنے بیٹے کے نقوش کو چومتے دیکھنے لگے جبکہ اس کے سینے میں دھکڑ چلنے لگے۔

اسے یہ مناظر تقویت بخشنے کی بجائے پریشان کر رہا تھا کیونکہ اسے نجانے کیوں لگ رہا تھا کہ وہ یہ فقط ڈرامہ کر رہا تھا، اس سے اس کا بچہ لینے کو مگر اس کا چہرہ نجانے کیوں ہر خیال کو مات دے رہا تھا۔

"ویسے مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم مجھ سے اتنی محبت کرتی ہو۔" وہ جو کب سے اس کی نگاہیں اپنے چہرے پہ مرکوز محسوس کر تا اس کی سوچوں پہ رسائی حاصل کر چکا تھا، اپنے مخصوص انداز میں اسے متوجہ کرنے کو بولا تو وہ چونکی۔

"یہ خوش فہمی تمہیں کیونکر ہونے لگی؟" ہارون نے خوشی کے جواب دینے سے قبل تیکھے چتونوں سے پوچھا۔

"میرے بیٹے کی شکل دیکھ لو۔" اس نے پر اعتماد انداز میں کہتے ہوئے خوشی کو کن اکھیوں سے دیکھا تو وہ جل اٹھی۔

"کوئی محبت نہیں ہے یہ، ہر وقت سر پہ سوار رہیں تو ایسا ہو جاتا ہے۔" وہ سچوایشن سے یکسر بے نیاز سلگ اٹھی۔

"شاباش! کل کو بچوں کے سامنے ڈنڈا لے کے بچے کے پیچھے لگ جایا کرنا اور بچوں کی صحیح سے تربیت کرنا۔" جہاں سب مزے سے ان کی نوک جھونک سن رہے تھے وہیں قدسیہ بیگم سے بیٹی کی ایسی گستاخی برداشت نہ ہوئی تو ٹھنڈے انداز میں گویا ہوئیں۔ وہ غصے سے ہیری کو گھورنے لگی جیسے سارا قصور ہی اسی کا ہو۔

"کام تو کچھ ایسے ہی کرتے ہیں کہ ڈنڈے نہیں تو پوں سے کام چلانا پڑے گا۔" وہ منہ ہی منہ میں بدبدائی تو جہاں قدسیہ بیگم نے اسے گھور کے دیکھا وہیں اسد صاحب خوشی کی جان خلاصی کروانے کی خاطر جلدی سے بولے۔

"اماں بیگم! کیا نام رکھنا چاہیں گی اپنے پوتے کا؟" وہ مسکراتے ہوئے بولے تو سب ان کی طرف متوجہ ہوتے اشتیاق سے انہیں دیکھنے لگے۔

"اردشیر مرزا۔" انہوں نے حمیر کی گود سے بچے کو لیتے ہوئے بلند آواز میں کہا تو سب کے چہرے خوشی سے جگمگانے لگے۔

For more visit (exponovels.com)

"تمہارے کیاارادے ہیں؟ میرے بچے سے اس قدر محبت اور لگاؤ کی ایسی بھونڈی ایکٹنگ کیوں کر رہے ہو تم؟" وہ جو اتنے دنوں سے اس کی حرکات وسکنات دیکھتی، دل میں اٹھتے سوالات اور وہمات سے پریشان تھی، اردشیر کو اٹھائے کمرے میں داخل ہوتے حمیر مرزا پہ پھٹ پڑی۔

"واٹ نان سینس؟ کیسی ایکٹنگ کی بات کر رہی ہو تم؟" وہ اس کی فضول گوئی سنتا بمشکل ناگواری دباتا ہوا سنجیدگی سے بولا۔

"اسی ایکٹنگ کی جو تم میرے بچے۔۔۔" وہ اس کی گود سے اردشیر کو چھیننے کے انداز میں لیتی ہوئی بولی تھی جب اس نے تندہی سے اس کی بات کاٹی۔

"سٹاپ اٹ! یہ بچہ صرف تمہارا نہیں ہے۔" وہ اس کے غصے سے لال چہرے کو دیکھتا سخت لہجے میں بولا۔

"میرا بچہ ہے یہ صرف کیونکہ مجھ سے تعلق تم ختم کر چکے ہو اور اب میں تمہارا اس سے بھی کوئی تعلق نہیں رہنے دوں گی۔" وہ جو سمجھ رہی تھی کہ وہ یہ سب اس لیے کر رہا تھا کہ بچے کو خود سے اٹیچ کر کے اس سے چھین لے گا، اسی خیال سے وہ چیخ اٹھی تھی۔

"کب تعلق ختم کیا ہے میں نے؟ بولو ہے کوئی ثبوت تمہارے پاس؟" وہ اس کے بازو سختی سے دبوچتا اونچی آواز میں دھاڑا۔

"جب تم کانٹریکٹ کے پیپرز کسی کے خوف سے چھپا سکتے ہو تو ثبوت بھی مٹانا تمہارے لیے کوئی مشکل کام نہیں۔" وہ بے خوفی سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی گویا ہوئی۔

"خوش بخت بیگم! یہ بات یہاں اپنے دماغ میں بٹھالو کہ مجھے کسی کا کوئی خوف نہیں ہے، جو کچھ بھی کرتا ہوں ڈنکے کی چوٹ پہ کرتا ہوں۔ مجھے تمہیں چھوڑنا ہوتا تو یوں اتنے پاپڑ بیل کے تمہیں یہاں تک لے کے ہی نہ آتا۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا بلند آواز میں بولتا اسے ششدر کر گیا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم؟ مجھے پاگل۔۔۔" وہ اس کے بازو جھٹکتی متنفر لہجے میں گویا ہوئی۔

"تم آلریڈی پاگل ہی ہو، مجھے تم سے شادی کرنا تھی کیونکہ مجھے میری ٹکر کی کوئی ملی ہی نہیں تھی لیکن مجھے تم سے ہی نہیں بلکہ خود سے بھی ہارنا گوارا نہ تھا جس کا باعث وہ کانٹریکٹ تھا جسے تم نے غور سے پڑھا ہی نہیں تھا۔" وہ پرسکون انداز میں بولا تھا۔

"اس کانٹریکٹ کے تیسرے صفحے پہ واضح الفاظ میں لکھا تھا کہ تم کبھی بھی مجھے چھوڑ کے نہیں جا سکتی اور نہ ہی میں تمہیں ڈائیورس کر سکتا ہوں اور اس چیز کو ہم دونوں نے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہوئے سائن کیا تھا۔" وہ اس کے سر پہ بم پھوڑتا محظوظ انداز میں آنکھیں گھما رہا تھا۔

"تم میری بے بسی کا تماشا دیکھتے رہے؟ میری نسوانیت کا مذاق اڑاتے رہے؟" وہ اس کی طرف دکھ سے دیکھتی پھٹ پڑی۔

For more visit (exponovels.com)

"فضول بات مت کرو،نہ میں نے تماشا دیکھانہ تمہاری نسوانیت کا مذاق اڑایا۔ میں صرف اور صرف تمہارے جھانسی کی رانی والے روپ کو جگانا چاہتا تھا، مجھے تم پہ غصہ تھا کہ تم سمجھ کیوں نہیں رہی سب کچھ لیکن تمہاری عقل کو سلام کہ جو نہیں سمجھنا تھا وہ سمجھ بیٹھیں۔" وہ افسوسناک لہجے میں بولا۔

"تم یہ سب بچے۔۔۔" وہ بے یقینی اور شک بھرے لہجے میں بولی۔

"فار گاڈ سیک خوشی! تم جانتی ہو کہ مجھے کوئی مجبور نہیں کر سکتا، میں تمہیں دیکھتے ہی شادی کے لیے کیوں تیار ہو گیا، یہ سب تمہیں بتا چکا ہوں لیکن میں اپنے جذبات کو سمجھنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے تم سے جنگ جاری رکھی۔" وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ کوئی بھی بات ذہن میں رکھ کے بچے کو لے کے کسی قسم کے عدم تحفظ کا شکار ہو تب ہی اس کی تسلی کروانے کی خاطر خلافِ عادت مفصل گفتگو کر رہا تھا۔

"تم نے کبھی مجھے اشارہ تک نہیں دیا کہ تمہاری کیا فیلنگز ہیں؟" اس کے شکوے ختم ہونے میں نہیں آ رہے تھے اور وہ ان چھوٹے شکووں کے ذریعے ہی اپنے بیچ موجود فاصلوں کو پاٹنا چاہتی تھی کہ اس کی ماں اسے ہمیشہ ایک ہی سبق دیتی تھی کہ بیٹا کبھی مرد سے انا کی جنگ مت لڑنا اور وہ ایسی بیوقوفی کر کے دنیا میں تماشا نہیں بننا چاہتی تھی۔ وہ بھی تب جب اس کا شوہر اس سے محبت، وفا اور عزت کے ساتھ یہ رشتہ نبھانا چاہتا تھا۔

"اور کتنے اشارے دوں تمہیں، ماما بیگم کے کمرے تک گیا تمہیں اشارہ دینے کے لیے اور میری فیلنگز کا سب سے بڑا اشارہ تو یہ رہا۔" اس نے آنکھیں نکالتے ہوئے اسے کہا مگر بات کے اختتام پہ اردشیر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اس کا شریر لہجہ خوش بخت کو نروس سا کر گیا۔

"مگر پھر بھی تمہیں مزید کسی اشارے کی ضرورت ہے تو ذرا قریب آؤ، آج اشارے نہیں بلکہ پوری تفصیل سے تمہیں اپنی فیلنگز بتاتا ہوں۔" اس کے چہرے پہ بکھرے رنگوں کو دیکھتا وہ مخمور انداز میں اسے اپنے قریب کھینچتا ہوا بولا۔

"نہیں، مجھے نہیں سننی کوئی تفصیل۔ مجھے سونے دو۔" وہ گڑبڑاتی ہوئی اس کی گرفت میں مچلی کہ یہی ایسا مقام تھا جہاں وہ آ کے مات کھا جاتی تھی۔

"نہیں، تمہیں معلوم ہے نا بہت نرم دل انسان ہوں میں، تمہارے دلسوز شکوے سن کے دل بھر آیا ہے میرا اور اب یہ مجھ پہ فرض ہے کہ میں تمہارے سارے شکوے دور کروں۔" وہ شوخی سے کہتا ہوا اس کے گال پہ جھکا۔

"تم، تم اس قدر فری مت ہو۔ میں ابھی ناراض ہوں تم سے۔" وہ بمشکل بکھرتی دھڑکنوں کو سنبھالتی اس سے بولی۔

"تو تمہاری ناراضگی ہی دور کر رہا ہوں نا۔" وہ خماری سے کہتا ہوا اس کی کان کی لو کو چھوتا ہوا بولا مگر اس سے پہلے کہ وہ خوش بخت کے ہوش اڑاتا اردشیر کا اچانک بجتا میوزک دونوں کو ہوش کی وادی میں کھینچ گیا۔

For more visit (exponovels.com)

"یار یہ کیا طریقہ ہے؟"خوشی سے کچھ فاصلہ قائم کرتا وہ بیٹے کو دیکھتا جس بے چارگی سے بولا تو خوشی کا بے ساختہ قہقہہ کمرے کی فضا کو مہکا گیا جبکہ اسے یوں مسکراتے دیکھ کر وہ بھی بہت مطمئن انداز میں مسکرایا۔

"آپا! آپا!"عمیر کی اونچی آواز پہ اردشیر کو چینج کرواتی خوشی کے ہاتھ رکے۔

"کیا ہوا ہے؟ پھٹا ہوا ڈھول کیوں بنے پھر رہے ہو؟"وہ بھناتی ہوئی کمرے سے باہر نکلی۔

"آپا! وہ جیدا اور بابری باہر گلی میں سب کو تنگ کر رہے ہیں۔"عمیر نے ہانپتے ہوئے اسے بریکنگ نیوز دی جسے سن کے اسے پتنگے لگ گئے اور ماتھے کی تیوریاں واضح ہونے لگیں۔

"رکو ادھر ہی، میں ابھی آئی۔"وہ فوراً بازو چڑھاتی ہوئی باہر کی طرف لپکی جب قدسیہ بیگم کی پاٹ دار آواز پہ اسے رکنا پڑا۔

"تم کہاں جا رہی ہو باہر غنڈہ گردی کرنے کے لیے؟ بیٹھو ادھر ہی اور اپنے بیٹے کی طرف دھیان دو۔"وہ خاصے غصے میں اسے ڈپٹتی ہوئی بولیں لیکن اس کے اندر کی پھڑکتی جھانسی کی رانی ان کے کسی رعب میں نہ آئی۔ وہ ان کے ہاتھ سے بازو چھڑاتی تھوڑا پرے ہوئی۔

"آپ کس لیے ہیں؟ آپ کے پاس اس لیے ہی آئی ہوں کہ مجھے تو پیار دیا ہی نہیں، اب میرے معصوم بچے کو ذرا پیار شیار دیں۔"وہ ان کا دھیان بھٹکانے کے لیے بولتی ہوئی عمیر کے ہمراہ جلدی سے دروازے کی طرف بڑھی جبکہ قدسیہ بیگم گویا جلتے توے پہ جا بیٹھی تھیں۔

"ہاں اسے پیار نہیں دیا تو کیا پڑوسیوں کو دے دیا تھا پیار؟ مجھے تو سمجھ نہیں آتی کہ ہم نے کون سی نیکی کی تھی جو اس ملنگ کو اتنا اچھا شوہر اور سسرال مل گیا حالانکہ کرتوت تو سارے نویدے چھابڑی والے سے بیاہنے والے تھے۔"وہ کلستی ہوئی باآواز بلند بڑبڑاتیں نواسے کو بہلانے لگیں۔

"تم بھابھی کو پسند کرتے ہو؟"ہارون کی پاٹ دار آواز پہ اس نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"اسے کوئی ہوش و حواس میں رہنے والا بندہ پسند کر سکتا ہے بھلا؟"اس نے اگلے ہی پل منہ بناتے ہوئے کہا تو ہارون کا منہ مزید کھل گیا۔ حیرت کے مارے نہیں بلکہ اس نے غلطی سے سینڈوچ کا بائٹ ضرورت سے بڑا لے لیا تھا۔

"مجھے وہ ذرا پسند نہیں اور نہ ہی پیاری لگتی ہے۔"وہ کچھوے کی رفتار سے گاڑی چلاتا ہوا یونہی منہ پھلائے بول رہا تھا۔

"تو پھر؟"کوک کے ٹن پیک سے بڑا سا گھونٹ پی کے اس نے نوالہ نگلتے ہوئے پھنسی پھنسی آواز میں پوچھا۔

"بس مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے۔"اس نے بے بسی سے بات مکمل کی تو کوک پیتے ہارون کو ایک زبردست اچھو لگا کیونکہ وہ پل پل ٹرننگ پوائنٹس لیتا اسے شاک پہ شاک دے رہا تھا۔

For more visit (exponovels.com)

"محبت، بھابھی سے؟" حمیر نے اس کی اوور ایکٹنگ پہ گھور کے اسے دیکھا۔

"نہیں تیری بھابھی کے بھائیوں سے۔" وہ تنک کے بولا تو اب کہ ہارون بھی سلگ اٹھا۔

"جس قدر بکواس تیری شکل ہے، تمہیں اس بات پہ بھی صبر شکر کرنا چاہیے کہ لڑکے ہی تجھے پسند کر لیں۔" وہ سیر کو سوا سیر تھا۔ مارے طیش کے حمیر کا خون کھولنے لگا۔

"نکلو بلکہ دفع ہو جاؤ ابھی کے ابھی میری گاڑی سے، تو اس قابل ہی نہیں کہ تجھے میں اپنے سسرال لے کر جاؤں۔" وہ گویا جلتے توے پہ بیٹھا تھا جبکہ اس کی گوہر افشانیاں سنتا ہارون گھبرا اٹھا۔

"آں! سوری چلو اب یہ کڑھنا بند کر و اور مجھے بتاؤ کہ بھابھی سے محبت کیسے ہوئی؟" اس سے کچھ بعید نہ تھا کہ وہ واقعی اسے بیچ راستے میں اتار دیتا تبھی وہ مصلحتاً بات بدلتا ہوا بولا۔ حمیر نے نخوت سے سر جھٹکتے ہوئے تیزی سے ٹرن لیا تو ہارون بھی کوئی بھڑکتا ہوا جملہ بمشکل لبوں میں دباتا چپ کر گیا۔

"تیرے جیسا دوست کسی دشمن کو بھی نہ ملے۔ بندہ مروتاً ہی دوسری دفعہ پوچھ لیتا ہے۔" دو منٹ بھی نہ گزرے تھے جب وہ کلستا ہوا بول اٹھا۔ گاڑی میں ہارون کا بے ہنگم قہقہہ گونج اٹھا۔

"تو تجھے کس نے کہا کہ فضول کی اداکاریاں دکھا؟ اب یہ سب چھوڑ اور مجھے شروع سے لے کر ساری بات بتا۔" وہ بے مروتی کی حدیں چھوتا ہوا بولا تو حمیر نے اسے یوں گھورا گویا سالم نگلنے کا ارادہ ہو۔

"وہ جب آفس میں آئی تھی تمہارے ساتھ تو مجھے لگا یہ بھی باقی سب لڑکیوں کی طرح میری دولت اور حسن پہ مرمٹنے کو تیار ہو گی لیکن اس کا جھانسی کی رانی والا روپ جو کسی قیمت پہ بھی اپنی نسوانیت پہ سمجھوتا کرنے کو تیار نہ تھا، وہ مجھے بری طرح سے گھائل کر گیا۔" وہ گاڑی کی سپیڈ انتہائی حد تک کم کرتا ہوا ایک ٹرانس کی کیفیت میں بولتا جا رہا تھا۔

"لیکن میں حمیر مرزا تھا، مجھے اپنی یہ شکست بری طرح سے چبھی تھی اور اسی چبھن کو کم کرنے کے لیے میں نے وہ سب ہتھکنڈے آزمائے جو اس چبھن کو کم کرنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ میں نے اس لیے کیے کہ شاید یہ ایک وقتی کیفیت ہو لیکن ایسا نہ ہوا، مجھے لگتا تھا کہ جب میں دوسری لڑکیوں سے ملوں گا تو میری کیفیت بدل جائے گی لیکن ایسا کچھ نہ ہوا۔ میں اس شکست کا کھلے دل سے اعتراف شاید اس سے بہت پہلے ہی کر دیتا لیکن اپنی بیوی کی غنڈہ گردی نے مجھے اس سب سے باز ہی رکھا۔" وہ جو کھوئے کھوئے لہجے میں بول رہا تھا، اچانک کچھ یاد آنے پر اس نے یوں منہ بنایا گویا کڑوا بادام چبا لیا ہو۔

"اور جو منزہ پھپھو سے چھترول ہوئی تھی وہ؟" ہارون نے اس کی ان دنوں کی کیفیت کا سوچتے ہوئے مزہ لینے والے انداز میں پوچھا۔

For more visit (exponovels.com)

"قسم خدا کی دنیا جہاں کی سب سے نالائق بیوی ملی ہے مجھے، مطلب جب میں اچھے موڈ میں ہوتا تھا یہ اٹھا کہ اس کانٹریکٹ کو بیچ میں لے آتی تھی اور اس دن بھی ایسا ہی ہوا لیکن شکر کہ پھپھو میری بات سمجھ گئی تھیں لیکن ابھی اردشیر کے آنے سے پہلے میں بات کسی اور ڈاکیومنٹ کی کر رہا تھا یہ محترمہ لے دے کے طلاق پہ آ گئی تھیں۔" وہ برا سا منہ بناتا ہوا اپنی بیوی کی کارگزاریاں بیان کر رہا تھا جبکہ لہجے سے چھلکتا اس کے لیے پیار اس کے تاثرات سے مختلف مگر بہت بھلا محسوس ہو رہا تھا۔

"تو یہ دنیا جہاں کی نالائق لڑکی سے عشق کرنے کو کس نے کہا تھا؟" ہارون کا انداز چھیڑنے والا تھا۔

"مجھے سمجھ ہی نہیں آئی کہ وہ پیاری کیوں لگتی ہے مجھے۔" وہ سادگی سے بولا تو ہارون کے دل سے بے اختیار اس کے لیے دعا نکلی کہ خدا اسے یونہی خوش رکھے۔

"اب کیا میں یہ پوچھنے کی گستاخی کر سکتا ہوں کہ یہ سواری بادِ بہاری کہاں تشریف لے جانے والی ہے؟" اس نے چڑاتے ہوئے پوچھا تو نتیجہ حسبِ توقع تھا۔

"بالکل بھی نہیں۔" اس نے منہ توڑ جواب دیا۔

"تو پھر مجھے اس کھٹارا سے اتار دے۔ کم از کم مشہور و معروف کچھوے کی رفتار بھی اس سے زیادہ ہوگی۔" وہ اس کی مرسڈیز کی سلو سپیڈ پر طنز کرتا ہوا بولا تو اب کی بار اس کے دھوکے سے بچ نہ سکا۔

"میری زوجہ پچھلے ایک ہفتے سے میکے میں مزے کر رہی ہے۔ اب میں ذرا اس کا مزہ کرکرا کرنے جا رہا ہوں۔" وہ اس کے متوقع ردعمل کا سوچتے ہوئے مزے سے ہارون کو بتانے لگا جو اس کی بات پہ نفی میں سر ہلا کے رہ گیا۔

"او حسینہ زلفوں والی ذرا اپنا نمبر تو دیتی جا۔" جیدا سامنے سے گزرنے والی کو ڈھٹائی سے دیکھتا خباثت سے گنگنایا تو وہ منہ ہی منہ میں اسے صلواتوں سے نوازتی اپنے راستے ہو لی جبکہ وہ دونوں لوفرانہ انداز میں ہاتھ پہ ہاتھ مارتے ہوئے دانت نکالنے لگے۔ دور سے تیز تیز چل کے آتی خوشی ان کو زہر آلود نگاہوں سے گھورتی جلدی سے آگے بڑھی۔

"جیدے! وہ دیکھ نئی بچی آئی ہے۔ اس سے نمبر آہ۔۔۔" بابری نے سامنے سے آتی ماسٹر صاحب کی شہر سے آئی بھتیجی کو دیکھتے ہوئے جیدے کو آگاہ کیا تو عقب سے کمر میں پڑتے دھموکے سے وہ کراہ اٹھا۔

"تو ادھر آ کمینے، میں بتاتی ہوں تجھے نمبر، ذلیل کمینے۔" وہ اس کا کالر ہاتھ میں دبوچے دھڑا دھڑ اس کے منہ کو تھپڑوں سے لال کر رہی تھی اور جیدے کو عمیر چھڑی سے پیٹے جا رہا تھا جبکہ وہ دونوں اس اچانک ہوتی کارروائی سے اس قدر بوکھلا چکے تھے کہ اپنا بچاؤ تک نہیں

For more visit (exponovels.com)

کر پا رہے تھے ویسے بھی وہ خوشی کی محلے میں موجودگی سے ناواقف ہونے کے باعث ہی یہ آوارہ گردیاں کر رہے تھے وگرنہ تو محلے میں کسی کی اتنی جرات نہیں ہوتی تھی۔

"بدتمیزوں، بدبختو اور کوئی کام نہیں ہے، جو آئے دن لڑکیوں کو چھیڑنے گلی میں بیٹھ جاتے ہو۔" ہاتھوں سے جب کچھ نہ بن پایا تو اس نے جوتا اتارا اور اندھا دھند دونوں کو پیٹنے لگی جبکہ گلی میں موجود تمام گھروں سے خواتین سر نکالے اس ہنگامے کو جوش و خروش سے دیکھنے لگیں کہ خوش بخت کی شادی کے بعد ایسا دلچسپ ہنگامہ انہیں کم ہی دیکھنا نصیب ہوتا تھا کیونکہ ایسے دل گردے والی وہاں صرف خوش بخت ہی تھی۔

"خوشی میں کہتی ہوں، بس کر دے کم بخت۔" قدسیہ بیگم اردشیر کو گلے سے لگائے گلی میں آئیں تو وہاں کی موجودہ صورتحال نے انہیں سیخ پا کر دیا۔ وہ اسے آوازیں دینے لگیں لیکن وہ کسی بھی آواز پہ کان دھرے بغیر انہیں سبق سکھانے لگی تب ہی گلی کے نکڑ پہ ایک سفید مرسڈیز آن رکی۔

"اوہ گاڈ! یہ میری شیرنی کس کی ٹھکائی کر رہی ہے؟" ایک جھٹکے سے گاڑی روکتا ہوا احمیر شاکڈ سا سامنے کا منظر دیکھتے ہوئے بولا تو ہارون نے چونک کے اس طرف دیکھا مگر وہاں اپنی غنڈہ بنی بھابھی کو دیکھتا وہ جھرجھری سی لے کر رہ گیا۔

"اللہ خیر! نجانے کس کی موت آئی ہے؟" وہ زیرِلب بڑبڑایا تو احمیر گاڑی کا دروازہ ان لاک کر کے باہر آیا۔

"تو کدھر جا رہا ہے؟ غور سے دیکھ بھابھی کو، کتنی خونخوار لگ رہی ہیں۔ تو سیدھا گھر جا یہ نہ ہو کہ نئے نویلے پیار پہ ان کے دو جوتے پڑیں اور تم۔۔۔" وہ اس کے بازو پہ ہاتھ رکھتا کسی قدر خوفزدہ لہجے میں بولتا ہمدردی جتا رہا تھا۔ اس کی گھوری پہ زبان دانتوں تلے دبا گیا۔

"بکواس بند کر، خونخوار بنی ہے تو میرا کون سا خون پینے لگی ہے۔ بیوی ہے میری اب مجھ پہ تو ہاتھ اٹھانے سے رہی۔" وہ الٹا اس کو لتاڑتا ہوا گاڑی سے اترا تو وہ بھی اللہ کا نام لیتا ہوا آہستہ سے اس کے پیچھے نکلا اور اس جنگی میدان کی طرف بڑھنے لگا۔

"خوشی!" قدسیہ بیگم جو احمیر کو آتا دیکھ چکی تھیں۔ وہ اسے مطلع کرنے کو دوبارہ چیخیں لیکن وہ اب بابری اور جیدے کے ساتھ ان کی مدد کے لیے آئے وحید کی تواضع میں مگن ان کی پکار پہ بالکل بھی متوجہ نہیں ہوئی تھی تب ہی اسے ایک ہاتھ اپنے کندھے پہ محسوس ہوا تو اس نے گھما کہ جوتا اپنے پیچھے کھڑے وجود کے منہ پہ دے مارا۔

"آ جاؤ، تم بھی آ جاؤ ان کو بچانے، میں بتاتی ہوں تمہیں کہ۔۔۔" بنا دیکھے دو تین جوتے اس پہ برساتی وہ غیض و غضب سے بول رہی تھی جب نگاہ اس کے چہرے پہ گئی تو زبان پر گویا لکنت طاری ہو گئی اور اٹھے ہوئے ہاتھ سے گویا ساری طاقت ختم ہو گئی تھی۔

For more visit (exponovels.com)

"صرف وہی نہیں بلکہ پوری گلی ہی اس وقت ایک سناٹے کا شکار یک ٹک سرخ چہرے، بکھرے بال اور گریبان کے ٹوٹے بٹن کے ساتھ ششدر کھڑے حمیر مرزا اور اس کے سامنے ہاتھ میں جوتا لیے کھڑے خوش بخت کو دیکھ رہے تھے اور پھر اگلے ہی لمحے گلی جناتی قہقہوں سے گونجنے لگی۔ سب نے گردنیں گھما کے عقب میں دیکھا جہاں گھٹنوں پہ ہاتھ دھرے ہلکا سا جھکا ہارون جنید پاگلوں کی طرح قہقہے لگاتا بے دم ہونے کو تھا اور اس موقع کا فائدہ اٹھاتے وہ تینوں دم دباتے وہاں سے فرار ہو چکے تھے۔

"میرا دل کر رہا ہے اسی جوتے سے تجھے پیٹ کے رکھ دوں، خوشی کب عقل آئے گی تجھے؟ ساری دنیا کے آوارہ لڑکوں کو سدھارنے کا ٹھیکا نہیں ہے تیرا شادی ہو چکی ہے تیری اپنے گھر بار کی طرف دھیان دیا کر۔ خدا کا واسطہ ہے، چھوڑ دے اب یہ بچپنا اور من مانیاں۔" جب سے وہ گھر آئی تھی قدسیہ بیگم بنا وقفے سے اس پہ برس رہی تھیں اور ان کا برسنا بنتا بھی تھا کہ وہ اپنی گنہگار آنکھوں سے اپنی لاڈلی کے جوتے سے داماد کی دھلائی ہوتی دیکھ چکی تھیں۔

"نیک بخت! بس کر دو اب اور خوش بخت بیٹا ادھر آؤ۔" واجد صاحب جو کہ عمیر کے بلانے پہ گھر آئے تھے، وہ خوشی کو ڈپٹتی قدسیہ بیگم کو ٹوکتے ہوئے بولے تو وہ ہولے سے چلتی ہوئی ان تک پہنچی۔

"بیٹا میں جانتا ہوں کہ تمہاری سوچ ٹھیک ہے۔ ہر لڑکی کو اتنا ہی مضبوط ہونا چاہیے کہ کوئی اسے تر نوالہ سمجھتے ہوئے نگلنے کو تیار نہ ہو لیکن بیٹا اپنی جذباتیت کو اپنی کمزوری نہیں بنانا چاہیے کہ کمزوری ہمیشہ ہمیں نقصان پہنچاتی ہے اور آج کی طرح باعثِ بے عزتی بھی بن جاتی ہے۔ اس سب کے علاوہ تمہاری بہت سی ذمہ داریاں بھی ہیں جسے تمہیں پورا کرنا ہے۔ اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ جو اور جیسا آج ہوا ہے وہ آئندہ کبھی نہیں ہو گا۔" وہ نرمی ور سانیت سے اسے سمجھانے لگے تو وہ ہولے سے سر ہلا گئی۔

"اب یہاں کیوں کھڑی منمنا رہی ہو؟ جاؤ اور بچے کو ہلدی والا دودھ دے کر آؤ۔" اسے دیکھ کے اماں کا بلڈ پریشر پھر سے پرواز چڑھنے لگا تو وہ منہ بناتی باہر نکل گئی۔

"بچے کو کس نے کہا تھا کہ بیگانی شادی میں دیوانہ عبداللہ بنا گھسا چلا آئے۔" وہ اپنی خفت مٹاتی دل ہی دل میں بڑبڑائی۔

"ہاں تو کیا کہہ رہے تھے محترم کہ وہ تمہاری بیوی ہے اور تم پہ ہاتھ نہیں اٹھا سکتی، رائیٹ؟" ہارون نے تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھے حمیر کو دیکھ کے مزہ لینے والے انداز میں پوچھا تو عذیر، عمیر اور شہیر کے بلند و بانگ قہقہوں پہ وہ دانت کچکچا کر رہ گیا۔

"بٹ ہاؤ اسٹرینج، انہوں نے تمہاری شان برقرار رکھتے ہوئے ہاتھ نہیں بلکہ جوتے کے ساتھ تمہارا سواگت کیا۔" وہ بے شرمی و بد تمیزی کی حدیں توڑتا ہوا بول رہا تھا۔ اس نے اب کی بار ایک گک اس کو رسید کی کہ اب کام برداشت سے باہر تھا۔

For more visit (exponovels.com)

"ویسے ہمیں بالکل اندازہ نہیں تھا حمیر بھائی۔" شہیر نے تاسف سے کہا تو وہ اس کی جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"ہمیں لگتا تھا کہ آپا کا یہ دنگل صرف ہماری حد تک ہوتا ہے لیکن آپ کے ساتھ جو ہوا اس نے تو ہمیں بھی آٹھ آٹھ آنسو رلا دیا ہے۔" عمیر نے اس کی بات کو بڑھاتے ہوئے ہمدردی جتائی تو وہ دانت پیس کے رہ گیا کہ اب ان کو تو وہ کچھ کہہ نہیں سکتا تھا، آخر کو خونخوار بیوی کے بھائی تھے۔

"ایسا کچھ نہیں ہے، بس اس نے پیار میں۔۔۔" وہ انہیں ٹالنے کے لیے بولنے ہی لگا جب کمرے میں چار ہولناک چیخیں بلند ہوئیں۔

"پیار؟؟" ان سب کے اس قدر شدید ردعمل نے اسے بھی یوں حیران و پریشان کیا کہ وہ ٹیک چھوڑ تا فٹ سے سیدھا ہوا۔

"کیوں کیا ہوا؟" اس نے ان سب کو حیرانگی سے دیکھا۔

"پیار وہ بھی آپا سے؟؟ مطلب ایک تو خود کے ساتھ یہ زیادتی کی کہ آپا سے شادی کر لی اور پھر زیادتی در زیادتی، سونے پہ سہاگا آپا سے پیار بھی کر لیا چچ چچ۔" شہیر کی تفصیل پہ اس کا منہ صدمے سے کھل گیا جبکہ باقی سب کے چہرے کے تاثرات بھی کم و بیش یہی تھے۔

"تم لوگ واقعی سگے والے ہی میری بیوی کے بھائی ہو نا؟" اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں استفسار کیا۔

"بھائی تو ہم ہیں لیکن کیا کریں کسی کے ساتھ برا ہوتے نہیں دیکھ سکتے۔" عذیر نے مصنوعی آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"بکواس بند کرو اپنی تم سب، سر پہلے ہی درد کر رہا ہے میرا۔" جب وہ کسی طور بھی معافی دینے کے موڈ میں نظر نہ آئے تو اس نے موضوع بدلنا چاہا۔

"پہلے بتاتے نا، آپا کے ہاتھوں میں بھی کھجلی ہو رہی ہو گی۔ ہم انہیں بلاتے ہیں کہ آپ کا سر درد ٹھیک کر دیں۔" عمیر نے برجستگی سے جواب دیا جس پہ ان سب کا ایک فلک شگاف قہقہہ ابل پڑا جبکہ وہ گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"تم ناراض ہو مجھ سے؟" وہ خوشی کے سنگل جھلنگا سے پلنگ پہ پاؤں نیچے لٹکائے، بیڈ پہ سوئے ہوئے اردشیر کے ساتھ کھیل رہا تھا جب غیر متوقع سی نسوانی آواز کانوں سے ٹکرائی تو وہ حیران سا مڑا جہاں وہ اس سے کچھ فاصلے پہ پنک کلر کے سلوٹ زدہ سوٹ میں تھوڑی شرمندہ بہت عام لیکن اسے بہت پیاری لگ رہی تھی۔ اگلے ہی لمحے اس نے دل کو ڈپٹتے ہوئے جلدی سے نگاہیں پھیریں۔

"میں نے کیوں ناراض ہونا ہے؟" اس نے رکھائی سے سوال کیا۔

"وہ جو آج دن میں۔۔۔۔" وہ شرمندہ سی اسے بتانے لگی لیکن خفت کے مارے چپ سی کر گئی۔

"دیکھو تم پلیز مجھے ایسے شرمندہ مت کرو۔ میں نے تمہیں نہیں مارنا تھا لیکن تم خواہ مخواہ بیچ میں آ گئے تو تمہیں بھی لگ گئی۔" جب وہ چپ سا اسے اگنور کرتا بیٹے کے ساتھ لگا رہا تو وہ جھنجھلاتی ہوئی بولتی چلی گئی لیکن دوسری جانب بے مروتی عروج پہ تھی۔

For more visit (exponovels.com)

"اس کی اماں ہوں میں اور اس کے ساتھ تمہیں مجھے بھی ٹائم دینا ہو گا۔" اس کے نظر انداز کرنے پہ وہ بل کھاتی ہوئی اس کے قریب جاتی اردشیر کو گود میں لے کر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"ہاں تم سب کی سب کچھ لگتی ہو۔ اس کی تم اماں ہو، دادی بیگم کی بہو ہو اور غانیہ لوگوں کی بھابھی اگر نہیں لگتی کچھ تو وہ صرف میں ہوں۔ ہیں نا؟" وہ بھی شکوہ کر گیا جب کہ وہ ایسے شکوے پہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"تمہاری سب کچھ لگتی ہوں تو اردشیر کی اماں، دادی بیگم کی بہو اور غانیہ کی بھابھی لگتی ہوں نا۔" اس کے سادگی و کسی قدر نروٹھے سے جملے نے اس کے نخرے دکھاتے دل کو چاروں شانے چت کر دیا۔

"پھر مجھے یہ سب کیوں محسوس نہیں ہونے دیا کہ تم میری سب کچھ لگتی ہو؟" وہ لحہ بہ لحہ اس کے قریب ہوتا بولا۔ اس کے بدلتے لہجے پہ خوش بخت کی تمام سوئی ہوئی حسیں جاگ اٹھیں۔

"دیکھو تم یہ اپنا عمران ہاشمی والا تھرڈ کلاس روپ ابھی بند رکھو۔ میں ابھی کچن میں جا رہی ہوں۔ اماں پہلے ہی بہت تپی ہوئی ہیں مجھ پہ۔" اس کی نگاہوں کے شوخ تقاضوں نے اسے پل میں گڑبڑا دیا سو وہ جلدی سے سوتے ہوئے اردشیر کو اس کی گود میں دیتی بولی۔

"واپس بیٹھو ادھر۔ شوہر ہوں تمہارا، بوائے فرینڈ نہیں جو تم مجھے اماں اور کمرے کا ڈراوا دیتے ہوئے بھاگ رہی ہو۔" اس نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"ایویں ہی بوائے فرینڈ، بوائے فرینڈ کو تو میں جوتے سے وہ۔۔۔" وہ اس کی بات سن کر جوش سے بولتی اس کی گہری نگاہوں پہ جزبز ہوتی چپ سی کر گئی۔

"ویسے جوتے سے چھتر ول تو تم شوہر کی بھی اچھی خاصی کر لیتی ہو۔" وہ شرارت سے ہلکے پھلکے انداز میں بولا تو اس کے چہرے پہ پھیلتے خفت کے رنگ نمایاں ہونے لگے۔

"اچھا اب اتنا برا سا منہ مت بناؤ، ہو گیا غلطی سے لیکن کیا تم جانتی ہو کہ میں آج یہاں کیوں آیا تھا؟" وہ اسے شرمندہ نہیں دیکھ سکتا تھا اس لیے بات بدلتا ہوا شوخی سے بولا۔

"جانتی ہوں، جب تم ہارون سے بات کر رہے تھے تو انہوں نے ریکارڈنگ کر لی تھی اور مجھے سنا دی تھی کہ میں تمہیں غلط سمجھنا چھوڑ دوں۔" وہ بہت آرام سے بولی۔ اس نے دل ہی دل میں ہارون کو لتاڑا کہ اس کا ایک فینٹسی مومنٹ خراب کر دیا تھا۔

"میری فیلنگز کا تو تمہیں بتا دیا گیا ہے لیکن تم نے اپنی فیلنگز شیئر نہیں کیں کبھی۔" وہ اس کے چہرے کو تکتا گھمبیر لہجے میں بولا۔

"تمہارے سامنے، تمہارے وجود کے حصے کو لے کر بیٹھی ہوں کیا اس سے بھی زیادہ تمہیں کسی اظہار کی ضرورت ہے۔" وہ بہت خوبصورتی کے ساتھ اپنے جذبات کا اظہار کرتی اسے خوشگوار حیرت میں مبتلا کر گئی۔

For more visit (exponovels.com)

"اوہ میرے بیٹے کی اماں جان! ظلم ڈھاتے ہوئے قریب ہوتی ہو اور اس قدر خوبصورت بات کرتے ہوئے اس قدر دوری مجھ پہ تو ظلم کی انتہا ہے نا۔" وہ اس کی بات پہ اس قدر خوش ہوا کہ اپنی خوشی کے عملی اظہار کے لیے اسے کھینچ کے اپنے بے حد قریب کرتے ہوئے اس کے چہرے پہ جھکا۔

وہ جو بہت پر سکون سی بیٹھی اس سے محوِ گفتگو تھی۔ اس کے جذباتی انداز پہ بوکھلا گئی۔ وہ اس کی شوخ نگاہوں سے بچنے کی کوشش میں ہلکان ہو گئی تھی۔

"بہت اچھی لگ رہی ہو۔" مرزا حویلی کے پورچ میں کار پارک کر کے نیچے اترتے ہوئے وہ آہستہ سے بولا تو وہ اس کی طرف مڑی۔

"یہ بلا مبالغہ دسویں بار تم نے میری تعریف کی ہے اور ایسا ہماری شادی کے بعد پہلی دفعہ ہوا ہے۔ اب مجھے یہ بتاؤ، کیا میں پہلے اچھی نہیں لگتی تھی یا تمہیں مجھے دیکھ کر اپنی کوئی بھولی بسری سہیلی یاد آ رہی ہے۔" وہ جو اس کی نگاہوں بوکھلاتی مگر سنجیدگی سے بولی۔

"تم اس لائق ہی نہیں ہو کہ تمہاری تعریف کی جائے اور میری سہیلیاں تمہارے جیسی نہیں بلکہ تم سے دس درجے حسین ترین ہیں۔" وہ بھی ترکی بہ ترکی بولا۔

"تو جا کہ ان حسین ترین عورتوں کے چرنوں میں بیٹھو۔" بیٹے کو دائیں سے بائیں کندھے پہ ڈالتی وہ اس سے اعلانِ جنگ کر چکی تھی۔

"جاتا ہوں ادھر بھی، تم ذرا سامنے دیکھو ایک منٹ۔" وہ سنجیدگی سے بولا تو اس نے بلا ارادہ سامنے دیکھا تو وہ پھرتی سے اس کے بندھے بالوں سے کیچر نکالتا اس کے بال بکھیر گیا۔ یہ دیکھے بغیر کے اس کی اس حرکت نے اس کے چہرے پہ کتنے رنگ بکھیر ڈالے ہیں۔

"پیچھے ہٹو، مجھے اندر جانا ہے۔" وہ اسے پیچھے دھکیلتی جلدی سے آگے بڑھ گئی جبکہ وہ مسکراتا ہوا بال سنوارتا اس کے پیچھے چل پڑا۔

"بھابھی! اردشیر اتنا اکڑو کیوں ہے؟" نگارش نے منہ بناتے ہوئے کہا کیونکہ اس کے بلانے پہ اردشیر نے رونا مچا دیا تھا۔

"تمہارے کے بھائی پہ گیا ہے۔" اس نے اطمینان نے اسے بے اطمینان کیا جبکہ سب ہنسنے لگے۔

"اماں بیگم! اب تو خیر سے خوشی کا وقت بھی اچھے سے گزر گیا ہے تو کل بلا لیں غانیہ کے سسرال والوں کو، وہ شادی کی فائنل ڈیٹ مانگ رہے ہیں۔" اسد صاحب نے مؤدب لہجے میں مرزا بیگم سے پوچھا۔

"بالکل بسم اللہ پڑھ کر اب اس نیک کام کی طرف بڑھو اور اپنا فرض پورا کرو۔" وہ متانت سے بولیں تو سب غانیہ کو شرارتی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ وہ بلش کرتی ہوئی اندر کی طرف بھاگ گئی۔

For more visit (exponovels.com)

"کیا کر رہے ہو؟" ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی وہ کچھ سوچتے ہوئے اپنی چوڑیاں اتار رہی تھی جب اچانک خود کو بازوؤں کے حصار میں مقید پایا تو وہ بوکھلا اٹھی۔

"میں اس وقت تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ تم آج اس قدر پیاری کیوں لگ رہی ہو اور میرے خیال سے تم اس پر کوئی قدغن نہیں لگاؤ گی کہ کمرہ بھی میرا ہے، گھر بھی میرا ہے اور سب سے بڑی بات کہ بیوی بھی میری اپنی ہے۔" وہ شدتِ جذبات سے اسے بانہوں میں بھینچتا بولا تھا۔

"لیکن اس سب کے ساتھ وہ بیٹا بھی تمہارا ہی ہے اور وہ ابھی جاگ رہا ہے۔" خوشی نے اس کی بانہوں کے تنگ گھیرے میں کسمساتے ہوئے بیڈ پہ کھیلتے ہوئے اردشیر کی طرف اسے متوجہ کیا۔

"جانم! یہ فضول کے بہانے بنانا بند کر دو۔ میرا بیٹا بہت شریف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس کی اماں گزشتہ کچھ ہفتوں سے اس کے بابا کو بری طرح اگنور کر رہی ہیں۔" وہ گرفت مزید مضبوط کرتا ہوا بولا۔

"حمیر پلیز!" اس کی تیزی و طراری ہمیشہ کی طرح اس کے حصار میں کہیں دور جا سوئی تھی۔

"آج حمیر مرزا تمہاری ایک نہیں سنے گا۔" وہ اس کے کانوں کو نفیس جھمکوں کے بوجھ سے آزاد کرتا ہوا شرارت سے بولا۔

"چھوڑو مجھے اور جاؤ تم مجھ سے دس گنا حسین سہیلیوں کے پاس۔" وہ اس کی گرفت سے آزاد ہونے کی تگ و دو کرتی جان بوجھ کے بولی لیکن وہ بنا اثر لیے اردشیر کو کاٹ میں لٹا چکا تھا۔

"حمیر میں تمہارا حشر بگاڑ دوں گی۔" جب وہ کسی طور باز نہ آیا تو اس نے اپنے مخصوص انداز کو بروئے کار لاتے ہوئے دھمکی دینے کی کوشش کی۔

"محترمہ ہم تو تیار بیٹھے ہیں لیکن یاد رہے حشر ہماری منشاء کے مطابق ہونا چاہیے۔" وہ بات کو اور معنوں میں لیتا ہوا معنی خیزی سے بولا۔

تقریباً پانچ منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ ان سے کچھ فاصلے پہ لیٹا اردشیر گلا پھاڑ پھاڑ کے چلانے لگا تو وہ دونوں جیسے چونک کے ہوش کی وادیوں میں آن پہنچے۔

"مجھے لگتا ہے تم نے اسے پیدا ہوتے بس یہی پٹی پڑھائی تھی کہ جب بھی اس کے باپ کا موڈ رومانوی ہونے لگے تو یہ اپنا بزر بجا ڈالے۔" وہ چڑتے ہوئے خوشی اور اس کی گود میں روتے اپنے لاڈلے کو دیکھ کر بولا۔ وہ بے اختیار کھلکھلا اٹھی جبکہ وہ اس کی کھلکھلاہٹ کو دل سے محسوس کرتا رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنے لگا جس نے اس کے دل میں اس کی محبت کو ڈال کے اسے اس خوبصورت رشتے کو پہچانتے ہوئے اولاد جیسی نعمت سے نوازا تھا۔ وہ بیوی اور اولاد جیسی خوبصورت زنجیر میں ان کا قیدی بنا اپنی آزادی سلب کروانے کو تیار تھا۔

For more visit (exponovels.com)

وہ دل ہی دل میں اللہ کا شکر گزار ہوتا اپنے لاڈلے کو سلاتی بیوی کے فارغ ہونے کا انتظار کرتے ہوئے اس سے ہلکی پھلکی گفتگو کرتا ہوا اپنے کمرے میں زندگی کی رونق محسوس کرنے لگا۔

ختم شد

For more visit (exponovels.com)